وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

جلد چہارم

مکمل اسلامی ماہ کے اعتبار سے
یادگار تجلیات کا حسین گلدستہ

خطبات نائزم

ماہ رجب المرجب کے
یادگار خطبات کا حسین گلدستہ



ترجمان اہلسنت جانشین حضرت دینپوری
خطیب اسلام حضرت مولانا
ابو محمد عبد الکریم ندیم مدظلہ

مرتب
مولانا شبیر احمد فاروقی

مکتبہ مدنیہ
بیرون تبلیغی مرکز ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور
0301-7512074
0300-4944562

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ ندیم

خطبات ندیم مولانا عبدالکریم ندیم کی نظر میں

خطبات ندیم عزیزی محترم مولانا شبیر حیدر فاروقی کی محنت و کاوش کا ایک حسین شاہکار ہے۔ خطبات ندیم بندہ کی دعا کی ایک لڑی ہے جو اللہ تعالیٰ نے برادرم مولانا شبیر حیدر فاروقی کے ہاتھوں پروئی ہے۔ خطبات ندیم کی اشاعت میں سب سے بڑی سعادت کی بات یہ ہے کہ اس کی تکمیل و اشاعت رمضان المبارک کے بابرکت و باعظمت مہینہ میں ہے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو خطبات کی دنیا میں وہ قبولیت دے جو رمضان المبارک کو باقی مہینوں پر حاصل ہے۔ میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں کہ مورخ اسلام مولانا ضیاء الرحمن فاروقی کے خطبات کے جامع (مولانا شبیر حیدر فاروقی) نے میری تقاریر کو جمع کیا ہے۔ اس وقت ساڑھے تین صد کے قریب الحمدللہ بندہ کے مواعظ و خطبات جمع کئے جا چکے ہیں دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس عارضی حیات مستعار میں ان تمام خطبات کو کتابی شکل میں کرنے کے لیے برادرم مولانا شبیر حیدر فاروقی کو اسباب دے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ برادرم شبیر حیدر فاروقی جلال پوری کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور بندہ (مولانا عبدالکریم ندیم) کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبات ندیم

خطبات ندیم ابن عبدالکریم ندیم محمد احمد ندیم کی نظر میں

حضرت والد محترم کے تعلق داروں میں ایک نام مولانا شبیر حیدر فاروقی کا بھی ہے جو بہت ہی قابل اور علماء اور طلباء کے حلقہ میں محبوب ہیں مولانا شبیر احمد فاروقی بہت ہی باصلاحیت اور قلب سلیم کے مالک ہیں انہوں نے حضرت والد محترم کی کتب کی ترتیب و طباعت کا انتظام کر رکھا ہے۔ اور الحمد للہ بہت ہی اچھے انداز میں اس کو نبھاتے رہیں گے میری دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا شبیر حیدر فاروقی اور باقی حضرات جو اس کار خیر میں مصروف ہیں صحت و عافیت سے رکھے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

خطبات ندیم

توحید باری تعالیٰ، شان انبیاءؑ، شان رسالت، شان صحابہؓ اور تذکرہ اولیاء اللہ

یادگار خطبات کا حسین گلدستہ

جلد چہارم

ترجمان اہلسنت جانشین حضرت درخواستی

خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ

مرتب
مولانا شبیر احمد فاروقی

ناشر

مکتبہ مدنیہ

بیرون تبلیغی مرکز ماڈل ٹاؤن اے بہاولپور

0300-4844582

نام کتاب..........................خطبات ندیم (چہارم)
ازافادات..........................خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم
ترتیب اول ....مولانا شبیر حیدر فاروقی
معاون..........................حافظ مختار الحسن
اشاعت دوم..........................6 نومبر 2004
تعداد..........................1100 صفحات 400
قیمت..........................

سٹاکسٹ

مکتبہ مدنیہ بالمقابل مدینہ مسجد ماڈل ٹاؤن بی بھاولپور

03017512074 03004944562

ملنے کے پتے

- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- المیزان پبلشرز اردو بازار لاہور
- مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ العائشہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مجیدیہ کتب خانہ بیرون بوہر گیٹ ملتان
- ادارہ اشاعت الخیر ملتان
- مکتبہ صفدریہ جوہر چوک راولپنڈی
- مکتبہ عثمانیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
- مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
- اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
- مکتبہ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
- اشرفی کتب خانہ کراچی
- دارالاشاعت اردو بازار کراچی ادارۃ المعارف احاطہ دارالعلوم کراچی

انتساب

اس عظیم شخصیت کے نام اس کتاب کو منسوب کرتا ہوں۔
جن کا لگایا ہوا پودا جامعہ امداد العلوم خان پور سر سبز و شاداب ہے۔
جو کہ صاحب کتاب کے نانا جی ہیں۔ اس سے میری مراد مولانا غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور اس عظیم المرتبت ہستی کے نام جن کے سامنے دو زانو بیٹھ کر تفسیر جلالین حصہ اول پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔
جب وہ ہنستی مسکراتی شخصیت کی یاد آتی ہے۔ تو ان کی جدائی سے قلب روتا ہے۔ اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ اس شخصیت سے میری مراد یادگار حضرت عبد اللہ درخواستی شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمان درخواستی نور اللہ مرقدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ اور ان کا لگایا ہوا پودا جامعہ عبد اللہ بن مسعودؓ چمکتا رہے۔
آمین یارب العالمین

شفیق الرحمٰن ندیم

حال مدرس جامعہ دار العلوم اسلامی مشن بہاولپور

اجمالی فہرست خطبات ندیم چہارم رجب المرجب

فہرست عنوانات خطبات ندیم چہارم رجب المرجب

چند موتی صاحب خطبات کے قلم سے

ابو محمد عبد الکریم ندیم

باسمہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کے ہاتھوں میں کتاب لاجواب مجموعہ جواہرات ''خطبات ندیم'' ہے......جس میں برادر ذی وقار عزیزی مولانا شبیر حیدر فاروقی نے بندہ کے چند خطبات کو جمع کر کے حسین ترتیب دے کر قارئین کی نظر کردی ہے......مرتب موصوف مولانا شبیر حیدر فاروقی نے اس سے قبل مؤرخ اسلام شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے خطبات کو جواہرات فاروقی کے نام سے ترتیب دے کر شائع کیا ہے......اور میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں کہ مؤرخ اسلام کے خطبات کے جامع نے میری تقاریر کو جمع کیا ہے۔

قرآن کریم کا اسلوب:

خطابت ایک خداداد صلاحیت، انمول تحفہ اور عطیہ الٰہی ہے......رب العزت نے تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کا اسلوب خطیبانہ رکھا ہے......اس لیے (خطابت کو) کلام الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

رحمت للعالمین شفیع المذنبین امام الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول ﷺ کا فرمان عالی شان ہے ''ان من البیان لسحرا'' بیان اور قوت گویائی بے شک جادو کا اثر رکھتی ہے۔

اعزاز مذہب اسلام:

ہر قوم اور مذہب میں اس کی اشاعت کرنے والے مقرر ہوتے ہیں......مگر یہ

اعزاز مذہب اسلام کو حاصل ہے......کہ خطیب الانبیاء محمد رسول ﷺ کو سب انبیاء میں وہ عظمت حاصل ہے......کہ جو اسلام کو ادیان عالم پر ہے......قیامت تک اشاعت اسلام کے لیے محبوب کل ﷺ کی امت میں خطباء آتے رہیں گے......اور فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیں گے۔

انتہائی افسوس:

مگر انتہائی افسوس ہے......کہ اس دور پرفتن میں یہ میدان گویوں، نقالوں اور جاہلوں کے ہاتھوں میں ہے......اہل علم مدرسین اپنے منصب تدریس سے فارغ نہیں ہوتے......کہ اس منصب کو سنبھالیں......لیکن اکثر جہلاء قصہ گوئی، نقالی، جاہ پرستی، اشعار گوئی پر گذارا کر کے اس پروقار با کمال عمل کی تذلیل وتوہین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ میرے اکابر علماء دیوبند کو جزائے خیر دے......کہ جنہوں نے منصب تدریس کی طرح میدان تبلیغ وخطابت میں بھی با کمال لوگ پیدا کیے......جو کہ علم وعمل کے مرقع تھے......اورافراط وتفریط سے پاک وعظ ونصیحت کرتے ہیں......میں اپنے مالک حقیقی کا اس پر جتنا کثیر شکرادا کروں وہ قلیل ہے......کہ زمانہ طالب علمی سے میرے اساتذہ اور مشائخ نے میدان تبلیغ وخطابت میں تربیت فرمائی۔

تحدیث بالنعمت:

الحمد للہ تحدیث بالنعمت کے طور پر تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں......کہ بندہ کی عادت ہے......کہ خطبہ جمعۃ المبارک کی تیاری پورا ہفتہ کر کے ہر جمعہ ایک نیا عنوان تجویز کرتا ہے......اس کے لیے قرآن وسنت اور اکابرین امت کے مواعظ اور کتب کا مطالعہ ضروری سمجھتا ہے۔

ساڑھے تین صد مواعظ:

اس وقت ساڑھے تین صد کے قریب الحمدللہ بندہ کے مواعظ وخطبات جمع کیے جاچکے ہیں......دلی دعاء ہے......کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس عارضی حیات مستعار میں ان تمام خطبات کو کتابی شکل میں کرنے کے لیے برادرم مولانا شبیر حیدر کو اسباب مہیا کرے۔

خطبات ندیم دعاء کی لڑی:

خطبات ندیم بندہ کی اس دعاء کی ایک لڑی ہے......جو اللہ تعالیٰ نے برادرم مولانا شبیر حیدر فاروقی کے ہاتھوں پروئی ہے۔

تقریر شروع کرنے کے اصول:

بندہ اپنی ہر تقریر شروع کرنے سے قبل کوشش کرتا ہے......دو رکعت نفل پڑھ کر شروع کرے......نیز بندہ نے کبھی کوئی تقریر وضو کے بغیر نہیں کی......یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے......نیز یہ دعاء خاص طور پر کرتا ہے......کہ اللہ تعالیٰ سامعین کے مناسب حال گفتگو کروائے......اور ہر جملہ کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔

کتاب کے قارئین کے لیے ہدایت:

اس کتاب کا مطالعہ کر کے فیض حاصل کرنے والے رفقاء سے درخواست ہے......کہ اللہ کی رضا ملحوظ خاطر رکھیں......خطبات میں انداز نبوت سامنے رکھیں......ریاکاری گلو کاری، گویا پن اور اداکاری سے بچیں......باعظمت کام ہر قسم کی الائش سے پاک ہونا چاہیے......مقررین کو سادگی اپنانی چاہیے......خطابت میں عام سلیس اور سادہ لہجہ ہونا چاہیے۔

تقریر پر داد کی توقع:

خطابت وتقریر پر لوگوں سے داد کی توقع نہیں رکھنی چاہیے......اور نہ ہی خود ستائی

میں پوچھنا چاہیے...... کہ میری تقریر کیسی ہوئی اور نہ ہی کسی کے تعریفی کلمات پر تعجب میں آئیں...... کہ میں نے تو کمال کر دیا ہے...... بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

مطالعہ میں کتاب و سنت اور اپنے اکابر اسلاف کے تالیف کردہ کتب پیش نظر رکھیں......اور ان چیزوں میں ایک اہم بات یہ ہے...... کہ کسی نہ کسی صاحب نسبت بزرگ سے اپنا رابطہ ہونا چاہیے......ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

گمراہی کا سبب:

واضح رہے...... کہ مرزا غلام احمد قادیانی ، غلام احمد پرویز، عبد اللہ چکڑالوی ، خدا بخش ابو الاعلیٰ مودودی اور ان کے علاوہ اور بڑے بڑے گمراہ اپنے اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور خطیب تھے......مگر گمراہ اس وجہ سے ہوئے...... کہ کسی بزرگ سے نسبت نہ تھی۔

ایک خطیب کا دلچسپ واقعہ:

ایک مرتبہ میرے ہم پیشہ خطیب نے (جس کے تذکرۂ نام کی ضرورت نہیں ہے) بندہ سے کہا...... کہ کیا بات ہے......؟ کہ میں خوبصورت، خوب رو، خوش گلو اور خوش پوش ہوں ......لہجہ خوب ہے......انداز حسین ہے......اور آواز مسحور کن ہے......مگر اس کے باوجود عوام کے دلوں میں گھر نہیں ہے......عوام مسخر نہیں ہے...... بندہ نے جواباً عرض کیا...... کہ یہی تو فرق ہے...... کہ آپ یہ سب کچھ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں......اور میں ان میں سے کچھ نہیں ہوں...... اور نہ ہی اپنے آپ کو سمجھتا ہوں...... بس اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث پر کاربند ہوں...... کہ اللہ کے نبی ﷺ کا فیصلہ ہے

من تواضع لله رفعه الله ومن تكبر وضعه الله

اور دوسرا فرق یہ ہے...... کہ میں اپنے بزرگوں سے وابستہ ہوں...... ہر جمعہ حضرت دین پوری اور حضرت درخواستی کی زیارت کے لیے جاتا ہوں......اور ان سے دعائیں کراتا

ہوں...... نیز کسی بھی علاقہ میں کوئی صاحب نسبت موجود ہو...... تو اس کی زیارت کے لیے جاتا ہوں۔

ہاں......! یہ مقبولیت اللہ کا خاص عطیہ اور محبت کا صلہ اور ان اکابرین کی توجہات کا نتیجہ ہے۔

خطیب اسلام کی دلی دعاء:

دلی دعاء ہے...... کہ اللہ تعالیٰ برادرم شبیر حیدر فاروقی جلال پوری کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے...... اور بندہ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنائے...... آمین ثم آمین

ابو محمد عبد الکریم ندیم

ناظم، مجلس علماء اہل سنت پاکستان

خطیب
جامع مسجد غلہ منڈی
خانپور ضلع رحیم یار خان

مدیر
المرکز الفقہیہ جامعہ امداد العلوم محمد کریم آباد خانپور پاکستان

کلمات حیدر

مولانا شبیر حیدر فاروق

الحمد لله رب العالمین...... و الصلوٰۃ السلام علی سید المر سلین......
وعلی آله و اصحابه اجمعین......امابعد......! خالق ارض وسموات کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت خطابت بھی ہے......اور علامہ جاراللہ زمخشری فرماتے ہیں......کہ خطابت اس چیز کا نام ہے......کہ آپ بہترین کلام کے ذریعے سے لوگوں کو متوجہ کریں۔

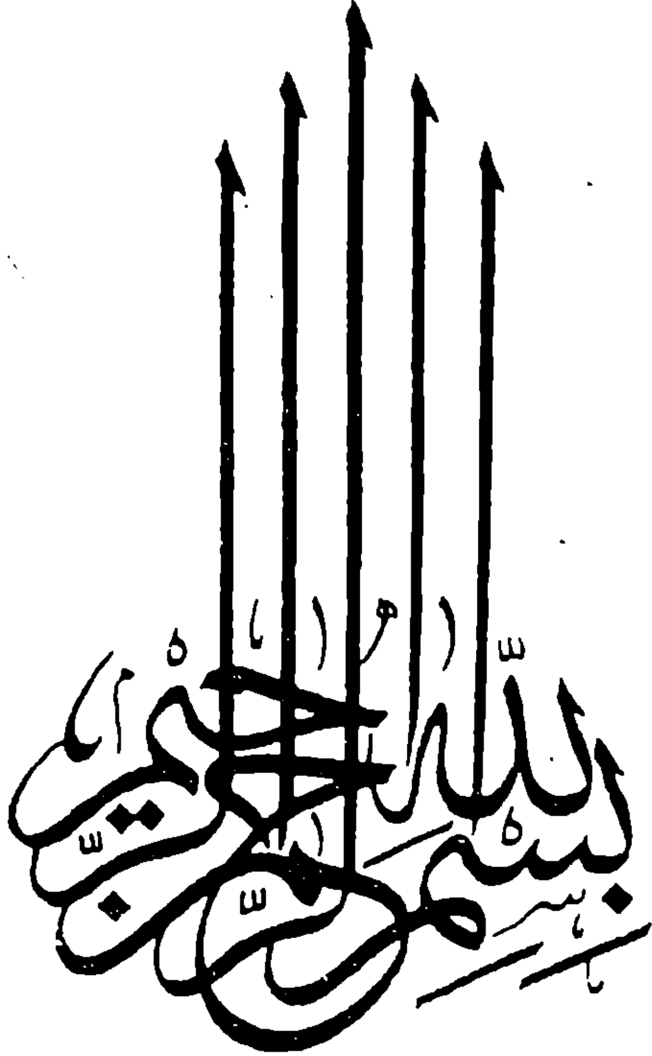
تمام انبیاء کرام نے اپنی خطابت سے بت پرستوں کو توحید پرست بنایا......اور ضلالت و گمراہی میں بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ ہدیت کیلئے رہنمائی فرمائی......حضرت شعیب خطیب الانبیاء اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ استاد الخطباء ہیں......اور آپ کی ہی تربیت سے گلشن رسالت سے فیض یاب ہونے والے نفوس قدسیہ نے خطابت کے وہ جوہر دکھائے......کہ تاریخ اس کی مثال لانے سے قاصر ہے......اکابرین علمائے دیوبند میں سید حسین احمد مدنیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، اور ان کے علاوہ بے شمار خطباء ایسے ہیں......کہ جن کی خطابت مسلمہ تھی......انہی خطباء میں ایک نام خطیب اسلام علامہ عبدالکریم ندیم کا بھی ہے......جو اپنی منفرد خطابت کی وجہ سے پاکستان میں کیا بلکہ پورے عالم اسلام میں پہنچانے جاتے ہیں......غالبا ۲۰۰۰ء میں بندہ نے مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمان فاروقیؒ شہید کی تقاریر کا مجموعہ جواہرات فاروقی کے نام سے موسوم ترتیب دیا......اس سے قبل راقم کا تالیف کردہ کتابچہ خزینہ معلومات بندہ کیلئے خطیب اسلام سے شناسائی کا ذریعہ بنا......اس کے بعد حضرت نے قلبی توجہ بندہ کی طرف کرتے ہوئے اپنے خطبات بابرکات ترتیب دینے کا حکم دیا...... بندہ اپنی مصروفیات کے باوجود حضرت

کے حکم کی تکمیل کو لازم سمجھا......اس محنت کے نتیجہ میں الحمد للہ خطبات ندیم جلد اول چھپ کر آئی......تو اللہ نے بہت ہی مقبولیت سے نواز دیا......پھر ایسے ہی دوسری جلد بھی ترتیب میں تھی......تو ملک کے مختلف کونوں سے فون کے ذریعہ لوگوں نے جلدی کا مطالبہ کیا......بہر حال اللہ کے فضل و کرم سے اور حضرت خطیب اسلام علامہ عبد الکریم ندیم صاحب کی دعاؤں کی بدولت جو انہوں اس صورت میں کیں......کہ میرے ساڑھے تین صد مواعظ جمع کیے جا چکے ہیں......دلی دعا ہے......کہ اللہ تعالی بندہ کی اس عارضی حیات مستعار میں ان تمام خطبات کو کتابی شکل میں لانے کے لئے برادرم مولانا شبیر حیدر فاروقی صاحب کو اسباب مہیا کرے......تو حضرت ندیم صاحب نے اس انداز میں دعا کی تو سمجھتا ہوں...... کہ حضرت نے یقیناً یہ دعا تہجد کے وقت ضرور کی ہوگی......جو کہ قبول ہوئی......جس کے نتیجہ میں دوسری جلد بھی بہت جلد اللہ کے حکم سے منظر عام پر آ گئی......تو اس دوران کچھ پڑھائی کی مصروفیت کی وجہ سے یہ سلسلہ دو جلدوں کے بعد مئوخر ہوا......تو اس کے بعد ایک اور صاحب نے قلم اٹھایا......تو بندہ نے اللہ تعالی کے ہاں شکریہ ادا کیا......کہ جو راقم نے سلسلہ شروع کیا تھا اس کی مقبولیت کی دلیل ہے......کہ ایک اور صاحب نے وہی سلسلہ شروع کر دیا ہے......لیکن عرصہ گزرنے کے ساتھ، ساتھ اس نے وہی چیز یعنی خطبات ندیم جو کہ راقم کی ترتیب شدہ تھی......اپنے نام سے اسے چھاپنا شروع کر دی......تو اس کیفیت کو دیکھا تو اپنی اس کتاب خطبات ندیم کی مقبولیت کا مزید پتہ چلا......ذالك فضل الله يؤتيه من يشـــــاء......اس دوران مولانا نور محمد شاہین مہتمم جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا روڈ میلسوی صاحب ہر دوسرے تیسرے دن فون کر کے کہنے لگے......کہ خطبات ندیم آپ کی ترتیب شدہ کتاب ہے......آپ اس سلسلہ کو آگے بڑھائیں......تا کہ عوام الناس آپ کی اس ترتیب سے مستفید ہو سکے......اور انہوں نے اس سلسلہ میں میرے ساتھ خوب تعاون بھی کیا ہے......اس کی جزا تو ان کو اللہ رب العزت ہی دے سکتے ہیں......تو انہوں نے مجھے یہ

لڑی آگے بڑھانے پر مجبور کیا..... اللہ ان کو جزائے خیر دے..... ان کے علاوہ اور بہت سارے دوست واحباب ہیں..... جنہوں نے ہمت بھی بندھوائی اور تعاون بھی کیا..... جن کا شکریہ ادا کرنا راقم لازم سمجھتا ہے۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ۔ کے تحت بندہ اپنے کرم فرماؤں کا بے حد شکر گزار ہے..... کہ جنہوں نے اس مجموعہ کی اشاعت کے لئے تعاون کیا ہے..... بالخصوص استاذ المکرم شیخ مولانا اللہ بخش ایاز ملکانویؒ صاحب، مولانا عبد الحمید حیدری صاحب، خطیب لاثانی مولانا عبد العزیز حسانی صاحب، مدیر حسان بن ثابتؓ مجلسی، قاری سیف الرحمان صاحب فاروقی، مولانا عبد الغفار تونسوی صاحب، برادرم مولانا صدیق صاحب جنہوں نے پانچ جلدوں کی کمپوزنگ کی..... مولانا محمد رفیق صاحب آف بانہ رویہ، مولانا عثمان بیگ فاروقی صاحب، اور ابن شاہین ختم نبوت برادرم مولانا انس صاحب کا تہہ دل سے ممنوں ہوں..... کہ ان کی ہمت و دلجوئی تعاون اور پرخلوص دعاؤں سے آج خطبات ندیم پانچ جلدوں میں آپ کے ہاتھوں میں ہے..... اور مزید اگلی پانچ جلدوں پر کام جاری ہے..... اس کے علاوہ میں اپنے بھانجے محترم مختار الحسن کو کیسے فراموش کر سکتا ہوں..... جو کہ ہر وقت مشاورت میں میرے ساتھ شامل حال رہے..... اللہ ان کو جزائے خیر دے..... اور رب العالمین کے حضور دست بستہ دعا گو ہوں..... کہ حضرت اقدس علامہ عبد الکریم ندیم صاحب ان کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے..... یقیناً یہ ایسی شخصیات ہیں ..... کہ جن پر تاریخ فخر کرتی ہے..... اور عرش ناز کرتا ہے..... اللہ ان جیسی شخصیات کو اپنی امن وآمان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا شبیر حیدر فاروقی



"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے
جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

فضائل ومناقب حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَم...... o بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَام بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاہِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعاً سُجَّداً یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَاناً سِیْمَا ھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ......قال النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ...... یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ(۱) او کَمَا قَالَ عَلَیہ الصَّلوٰۃ والسَّلام...... اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ ......(۲)صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ o وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ o وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ oوَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمہید:

قابل اعزاز وتکریم

واجب الاحترام بزرگو

دوستو اور بھائیو

(۱) صحیح البخاری ص۵۲٦ ج۱، صحیح المسلم ص۲۷۸ ج۲، مشکوٰۃ ص۵۵۳ ج۲، کنزالعمال ص٤٦ ج۱۲، ترمذی ص۲۱۳ ج۲

(۲) جامع ترمذی ص۲۱۳ ج۲، مشکوٰۃ ص٥٦٤ ج۲، کنزالعمال ص٦۷ ج۱۲

رجب المرجب کے مہینے کی آج آٹھ تاریخ ہے...... اسلامی مہینوں میں یہ مہینہ ایک بہت بڑی اہمیت اور تاریخ کا حامل ہے۔

رجب المرجب میں نمودار ہونے والے واقعات:

اس مہینہ میں جناب سرور کائنات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا...... اس مہینہ میں اللہ کی طرف سے اس اُمت کو پانچ نمازوں کا عطیہ ملا...... اس مہینہ کی اہم ترین خصوصیات میں سے ایک اہم واقعہ جناب سیدنا امیر معاویہؓ کا وصال انتقال پر ملال ہے......

اور پھر یہی وہ مہینہ ہے...... جس مہینہ میں جناب سیدنا علی المرتضیٰ حیدر کرار ؓ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

علامہ ندیم کا مزاج:

میرا چونکہ یہ مزاج ہے...... کہ ہر مہینے اور ہر جمعہ پر موقع اور مناسبت کے لحاظ سے گفتگو کرتا ہوں...... تو آج کے جمعہ پر اور آئندہ جمعہ پر رجب المرجب کے موقع اور مناسبت کے لحاظ سے جناب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ؓ کے فضائل ومناقب بیان ہونگے۔

سیرت علی ؓ کے مختلف پہلو:

سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کی سیرت کے جو دو حصے میں بیان کرنا چاہتا ہوں...... ان میں سے ایک حصہ حضرت علی ؓ کی وہ حیثیت جو خدا کی نگاہ میں ہے...... جو رسول خدا ﷺ کی نگاہ میں ہے...... جو اصحاب رسول ﷺ کی نظر میں سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ کا مقام ہے...... جو ازواج رسول ﷺ کی نظر میں علی ابن ابی طالب ؓ کا مقام ہے...... جو اہل بیت اور خاندان نبوت کی نظر میں حیدر کرار ؓ کا مقام ہے...... جو اہل سنت و الجماعت کے اکابر اور مشائخ کی نظر میں...... سیدنا حیدر کرار ؓ کا مقام ہے...... ان تمام عنوانات کو سمیٹ کر مختصر لفظوں میں بتاتا ہوں...... کہ علی ؓ اہل سنت کی نظر میں کتنے عظیم

نہیں......؟ سنی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو کس مقام کا کس مرتبے کا عظیم المرتبت انسان مانتے ہیں......؟ اور آئندہ آنے والے جمعہ کے خطبہ میں جس موضوع پر گفتگو کروں گا...... وہ پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث کا ایک حصہ ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... اَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ ......(۱) میری پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں علی رضی اللہ عنہ ہی وہ واحد آدمی ہے...... جسے اللہ نے قضاء اور فیصلے کی سب سے بڑی طاقت عطا فرمائی...... تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کس کس دور میں کیا کیا فیصلے کیے...... یہ ایک مستقل عنوان ہے جس پر انشاء اللہ میں آگے گفتگو کروں گا جو کہ شائع شدہ ہے جس کو قارئین خطبات ندیم مرتب مولانا شبیر حیدر جلد پنجم میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور پیغمبر ﷺ کے درمیان تعلقات:

آج سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مختصر باب آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں......ان میں سب سے پہلی بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جناب نبی کریم ﷺ کے درمیان جو قرابت اور تعلق ہے......تقریباً کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس حقیقت اور تعلق سے واقفیت نہ رکھتا ہو......حضور ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں چچازاد بھائی ہیں......(۲) جناب نبی ﷺ کے جو سب سے زیادہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سگے چچے تھے......یا سگے بھائی تھے وہ تین شخص تھے......حضرت عبداللہ جو حضور اکرم ﷺ کے والد ماجد تھے......اور دوسرے ابو طالب جو جناب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے والد تھے......اور ایک اور بزرگ تھے جوان دونوں سے بڑے تھے......جن کا نام حضرت زبیر ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھا۔

تاریخ کی یہ ستم ظریفی ہے......کہ ان دو شخصیات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تو کیا جاتا ہے......سیدنا زبیر ابن عبدالمطلب کا تذکرہ نہیں ہوتا۔

---

(۱) مشکوۃ ص ۵۵۶ ج ۲، مسند ابی یعلی الموصلی ص ۱۶۲ ج ۵ بیروت

(۲) صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا ص ۱۹٤

اس کے علاوہ بقیہ جتنے رسول اکرم ﷺ کے چچا تھے......جو تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں......وہ باپ کی طرف سے تو تھے......یعنی عبدالمطلب کی اولاد تو تھی......لیکن ماں کی طرف سے وہ رسول اکرم ﷺ کے سگے بھائی نہیں تھے......تو گویا سگے چچا زاد بھائی وہ جناب سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہ حضور اکرم ﷺ اور پھر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ یہ بھی ایک خاندانی طور پر ایک عجیب تعلق تھا......کہ حضور ﷺ کے جد امجد جناب عبدالمطلب ﷺ کے وصال انتقال کے بعد جب کعبۃ اللہ کی مجاوری جناب زبیر ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی اور باہر کے کام کاج ابو طالب کے سپرد کئے گئے......تو ابو طالب نے نبی ﷺ کی زندگی میں ایک بہت بڑا اسہارا بھی بن کر دکھایا۔

حضور ﷺ کے چچا کثیر العیال قلیل المال اور کاروبار:

لیکن ان تمام واقعات کے باوجود تاریخ یہ بتاتی ہے......کہ حضور ﷺ کا یہ چچا ابو طالب معذور چچا تھا......لنگڑا چچا تھا......اور پھر اس میں ایک یہ بات بھی تھی......کہ وہ بیچارہ کثیر العیال قلیل المال......یعنی اس کا خاندان زیادہ تھا......اولاد زیادہ تھی......مال بالکل کم تھا......اس لئے کہ وہ معذور تھا......کوئی کام نہیں کر سکتے تھے......حتیٰ کہ انہوں نے ایک عطر کی دکان کھولی ہوئی تھی جس پر گزارا ہوتا تھا۔(۱)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی پرورش:

اپنی اولاد بھی انہوں نے تقسیم کی......جناب سیدنا علی ابنؓ ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی تربیت میں رہے......حضور اکرم ﷺ نے ان کی تربیت کی......حضور اکرم ﷺ نے ان کو پالا......حضور اکرم ﷺ نے ان کو پیار کیا......

---

(۱) اسد الغابہ مترجم ص ۵۱۷ ج ۳

حضور ﷺ ہی کی شفقت میں رہ کر انہوں نے کلمہ پڑھا......اور یہ بھی تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے اس کی تفصیل ملتی ہے...... کہ عبد مناف جو حضرت علیؓ کے والد تھے......جن کو لوگ ابی طالب کے نام سے پکارتے ہیں......(۱) یہ طالب حضرت علیؓ کے ایک بڑے بھائی کا نام ہے......(۲) تو یہ عبد مناف ابی طالب حضرت علیؓ کو حضور ﷺ کے سپرد کر چکا تھا......حضور اکرم ﷺ حیدر کرارؓ کی خود ہی نگرانی فرمایا کرتے تھے......اور حیدر کرار کی ولادت باسعادت جب ہوئی عام طور پر یہ سنا ہوگا......کہ حضرت علی کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہوئی اس میں کوئی شک نہیں......کہ حضرت علیؓ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہوئی اس میں حضرت علیؓ کا ایک تشخص ہے......ایک انفرادیت ہے......ایک ایسی خصوصیت ہے......جس خصوصیت میں عرب کے دو یا تین افراد کے سوا حضرت علیؓ کے ساتھ اس میں ہم پلہ کوئی نہیں......فاطمہ بنت اسد جو حضرت حیدر کرارؓ کی والدہ محترمہ تھیں ان کا نام فاطمہ تھا۔

اسم فاطمہ میں عجیب اتفاق:

یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے......کہ حضرت علیؓ کی والدہ کا نام بھی فاطمہ ہے......حضرت علی کی بیوی کا نام بھی سیدۃ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے......حضرت عمر ابن خطابؓ کی ہمشیرہ کا نام بھی فاطمہ بنت خطاب ہے......یہ نام بھی بہت بڑا عجیب ہے......یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں میں سے اپنی لاڈلی اور پیاری ننھی بچی کا نام

(۱) ابو طالب کا اصل نام عبد مناف ہے بعض نے عمران بھی لکھا ہے یہ آپ کے سگے چچا تھے ابو طالب پینتیس سال حضور سے بڑے تھے الانساب الاشراف، سیرت حلبیہ، تاریخ الخمیس، اصابہ، سیرت ابن ہشام، صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا ص ۱۹۴۔

(۲) حضرت علیؓ کے تین بھائی تھے طالب سب سے بڑے تھے، دوسرے کا نام عقیل اور تیسرے کا نام جعفر ہے

فاطمۃ الزہراءؓ رکھا تھا۔(۱)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کی کہانی امی فاطمہ بنت اسد کی زبانی:

فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں...... کہ میں بتوں کی عبادت کرنے کے لئے جب کعبۃ اللہ میں گئی...... اپنے اس رواج کے مطابق جو دور جاہلیت میں ایک رواج تھا...... میں جونہی کعبۃ اللہ میں پہنچی خیال آیا...... کہ میں ان کے سامنے سر جھکاؤں اور عبادت کروں...... عبادت میں مصروف ہوگئی...... اچانک مجھے دردِ زہ، ولادت والی تکلیف شروع ہوگئی...... میں پریشان ہوئی...... کہ اتنا مجمع میں اس اجتماع سے گزر کر جو لوگ اس وقت کعبۃ اللہ میں عبادت کررہے ہیں...... اور پھر حرم سے باہر میرے لئے جانا انتہائی مشکل نظر آتا تھا...... میں جلدی سے اٹھی اچانک میں نے دیکھا کعبہ کا دروازہ میرے سامنے کھلا ہوا تھا...... میں اندر چلی گئی جونہی میں اندر گئی تو کعبہ کا دروازہ بند ہوگیا اندر ہی اس بچے حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی......(۲)

آپ کی والدہ محترمہ کہتی ہیں...... پھر اس کے بعد میں اس بچہ کو لے کر باہر آئی اس لئے کہ شرعی نکتہ نگاہ سے دور جاہلیت میں بھی وہ لوگ لحاظ کرتے تھے...... کہ اولاد کی ولادت کے بعد جو عورت کے ایام ماہواری ہیں...... ان میں عورت کا کعبۃ اللہ میں جانا

---

(۱) سیرت الصحابہ ص۲۴۹ ج۵، والدہ کی طرف سے نسب یہ ہے فاطمہ بنت آس بن ہاشم بن عبد مناف یہ بعد میں مسلمان بھی ہوئیں اور ہجرت کاشرف بھی انہیں حاصل ہے سن ۴ ہجری میں وفات پائی حضور ﷺ نے کفنؒ میں اپنی قمیض مبارک شامل فرمائی (البدایہ والنہایہ، اسدالغابہ، اصابہ، صحابہ کرام انسائکلوپیڈیا) ان کا تذکرہ اور ان کے بارے میں رسول اللہ کی دعاء کنز العمال میں بھی ہے ص۶۷ ج۱۲

(۲) وکان مولدہ فی الکعبۃ مروج الذھب ص۳۵۸ ج۲، المحبر لابی جعفر بغدادی ص۱۷۶، حضرت علیؓ کی ولادت کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں دیکھیے الاصابہ لابن حجر ص۲۵۲ ج۴، تاریخ الخمیس ص۱۶۴ ج۱، تاریخ خلیفہ بن خیاط ص۱۸۲ ج۱، سیرت حلبیہ ص۱۶۵ ج۱، سیر اعلام النبلاء للذہبی ص۳۱ ج۳

عیب تصور کیا جاتا تھا وہ اسے ممنوع تصور کرتے تھے...... اس لئے اندر جانا میں نے مناسب نہ سمجھا میں بچے کو اٹھا کر باہر لے آئی...... میرے شوہر نے مجھ سے پوچھا...... کہ اس بچے کا نام کیا تجویز کریں......؟

سیدنا علیؓ کے نام کی تجویز اور حیدرؓ کہنے کی وجہ:

بی بی کہتی ہے میرے دل میں یہ خیال آیا...... کہ میرا باپ جس کا نام اسد تھا اسد کے معنی بھی شیر کے ہیں...... اور اسی اسد کا ایک دوسرا نام حیدر بھی تھا...... یعنی حضرت علیؓ کے نانا کا نام حیدر تھا۔

فاطمہ کہتی ہیں...... کہ مجھے وہ نام باپ والا پسند تھا...... تو لوگوں میں رواج ہوتا ہے...... کہ باپ دادوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھتے ہیں...... تو حضرت علی ابن ابی طالبؓ کا نام حیدرؓ رکھا گیا حیدرؓ کا معنی شیر...... حیدر کا معنی حملہ کرنے والا...... حیدرؓ کا معنی وہ جو اپنے دشمن پر غالب آنے والا ہو...... اور حیدر عرب کی زبان میں جنگجو آدمی کو کہا جاتا تھا...... جو سب سے زیادہ لڑاکا ہو...... جو سب سے زیادہ میدان میں کود پڑنے والا ہو...... یہ علی ابن ابی طالبؓ کا نام ماں باپ نے اپنی اس فطرت کے مطابق رکھا تھا...... کہ بچہ میں جرأت پیدا ہو جائے...... بچے میں طاقت پیدا ہو اور جس نام سے بچہ کو منسوب کیا جاتا ہے...... جس نام سے بچہ کو پکارا جاتا ہے...... اسی وقت سے بچے میں وہ کیفیات پانا شروع ہو جاتی ہیں...... اس لئے یہ نام رکھا گیا مگر جس وقت علی ابن ابی طالبؓ کی عمر چار یا پانچ سال کی تھی...... تو حضور اکرم ﷺ نے حیدر کرار کو اپنی کفالت میں لے لیا۔(۱)

---

(۱) البدایہ والنہایہ، سیرت ابن ہشام ص۲۳۶ ج۲ بیروت، انسائیکلو پیڈیا ص۱۹۵

اسلام قبول کرتے وقت عمر مبارک میں اختلاف:

اور جب علی ابن ابی طالب ؓ نے کلمہ پڑھا...... اس وقت حضرت علی ؓ کی عمر تقریباً نو سال تھی...... ایک روایت کے مطابق دس سال تھی...... ایک اور روایت جس کو صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے...... حضرت علی ؓ کی عمر کلمہ پڑھتے وقت سات سال تھی...... اور سب سے آخری روایت جس کے بعد کوئی روایت نہیں ملتی سیدنا حیدر کرار نے جس وقت کلمہ پڑھا تو اس وقت حضرت علی ؓ کی عمر بارہ سال تھی...... سات سے بارہ سال کے درمیان جو کم سنی کی عمر ہے چھوٹی عمر ہے بچپن کی عمر ہے۔(۱)

سیدنا علی ؓ کا اسلام قبول کرنے کے واقعات:

اسلام لانے کے بعد واقعات جو مختلف کتابوں میں درج ہیں...... کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت حیدر کرار ؓ کو دعوت دی...... حضرت علی ابن ابی طالب ؓ ابھی بچے تھے...... بچوں والا ذہن تھا اپنے دل میں خیال آیا...... کہا آقا ﷺ آپ نے جو کچھ مجھے سمجھایا مجھے بات سمجھ آگئی ہے...... لیکن میں کبھی یہ بھی سوچتا ہوں...... کہ کہیں میرے ابو نہ مخالفت کرنا شروع کر دیں کیا خیال ہے میں ان سے مشورہ نہ کرلوں؟ اور اسے حیاۃ الصحابہ میں نقل کیا ہے...... کہ حضور ﷺ نے جناب علی ابن ابی طالب ؓ کو (مشورہ کرنے سے) روکا کہ باپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا اس لئے کہ اسلام کی دعوت کا کھلے عام اعلان نہیں ہوا...... جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی بڑی اہلیہ وہ عظیم بیوی جس نے جناب حیدر کرار ؓ کی تربیت کی تھی...... سلجھا کر پیار سے سمجھا کر حضرت حیدر کرار ؓ کو دوسرے دن صبح کو کلمہ پڑھایا...... حضرت علی ؓ بچوں میں سے سب سے پہلا

---

(۱) سیر الصحابہ ص ۲۵۰ ج ۱، سیرت ابن ہشام ص ۲۳۵ ج ۱ بیروت

کم سن بچہ پہلا وہ نوعمر بچہ پہلا چھوٹا بچہ جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا...... یہ حیدر کرار ﷺ کواعزاز ملا......سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، رحمۃ اللعالمین کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا......سیدنا حیدر کرار ﷺ کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ اور بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کی تربیت کی وجہ سے حضرت علی ﷺ گھر میں رہتے تھے......عبادت کا انداز دیکھتے تھے......نماز پڑھنے کا طریقہ دیکھتے تھے۔

عبادت کے انداز کو دیکھ کر ابوطالب کی حیرت:

اور خود حضرت علی ﷺ فرمایا کرتے تھے...... کہ ایک مرتبہ میں اور میرے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نخل بطنہ میں ایک جگہ پر ہم عبادت کررہے تھے......ہم دونوں نماز پڑھ رہے تھے......میرے والد ابوطالب کا وہاں سے گزر ہوا......اس نے دیکھ کر کہا محمد وعلی ! یہ تم کیا کام کررہے ہو......؟ کبھی قیام کرتے ہو......کبھی رکوع کرتے ہو......کبھی سر سجدے میں رکھتے ہو......یہ کیا تمہارا انداز ہے......؟ حضور ﷺ نے بتایا یہ ہماری عبادت کا ایک طرز ہے ......ہم اس انداز میں عبادت کرتے ہیں ......ابوطالب نے کہا محمد ! طریقہ تو بہت اچھا ہے......لیکن میں عرب کا سردار ہوں...... یہ بات میرے لئے سب سے بڑی عار کی بات ہے...... کہ میرا سر نیچے ہو میری سرین اوپر ہو......(۱) لوگ مجھے دیکھ کر کیا کہیں گے......؟ مجھے ایسی عبادت کا طریقہ پسند نہیں...... چنانچہ اس شخص نے تمام ہمدردیوں کے باوجود اسلام قبول نہ کیا......کلمہ کی سعادت سے بہرا ور نہ ہوا......ایمان نہ لے آسکا۔

اسلام قبول کرنے کا دوسرا واقعہ:

اور ایک روایت میں آتا ہے...... جب نبی ﷺ نے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ......

(۱) سیرت ابن ھشام ص ۲۳۷ ج ۱ بیروت

کی آیت کے تحت قبیلے اور پوری قوم کے لوگوں کو جمع کر کے دعوت دینا شروع کی تو اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا مکہ والے! کون ہے جو آج میرا ساتھ دینے کا اعلان کرتا ہے...... اس وقت حضور ﷺ نے اپنی برادری کے لوگوں کو بلایا تھا۔

بنوتیم کا آدمی نہیں بلایا

بنوعدی کا آدمی نہیں بلایا

بنوامیہ کا آدمی نہیں بلایا

صرف قریشی اور ہاشمی وہاں پر موجود تھے...... ان تمام لوگوں میں تنہا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے...... یہ تنہا ننھا بچہ تھا...... یہ تنہا نوعمر تھا جو کھڑا ہو گیا...... سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ہے...... ہلکی اور پتلی سی ٹانگیں تھیں...... ہلکا سا جسم تھا...... تنہا سا وجود تھا...... چھوٹا سا قد تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیغمبر ﷺ کی حوصلہ افزائی:

حیدرؓ نے کھڑے ہو کر کہا اے میرے بھائی محمد ﷺ! گھبرائیے نہ قریشی تیرے سارے مخالف ہو جائیں یہ تنہا علی تیرے نام پر، یہ تنہا علی تیرے اسلام پر، یہ تنہا علی تیرے پیغام پر، اپنی جان کو پیش کرنا اپنے لئے عبادت اور سعادت تصور کرتا ہے......(۱)

حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے...... کہ میرے خاندان میں پہلا علی رضی اللہ عنہ ہے (خاندان میں) ویسے تو پوری اُمت میں پہلا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھا...... میرے خاندان میں پہلا علی رضی اللہ عنہ ہے...... جس نے میرے لئے اتنی بڑی قربانی کا جذبہ پیش کیا...... نہ کر سکنے کے باوجود بھی یہ بات کہہ دی...... کہ میں آپ کے ساتھ ہوں...... آج کوئی کسی کے سامنے اتنی بات کہنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

---

(۱) تاریخ طبری ص ۱۲۷۲، کنز العمال ص ۵۸ ج ۱۲

سیدنا علی ؓ کے نام کی تبدیلی اور حکمت:

اور پھر آپ جانتے ہیں..... کہ حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کا نام تبدیل کیا..... حیدر نام تھا حیدر کرار صفت رہی..... لیکن حضور نے نام بدلا..... حضور ﷺ نے فرمایا اپنا نام علی رکھو..... علی کا لفظ علو سے ہے..... اس کا معنی ہے اونچائی والا..... بلندی والا..... اونچے مقام والا..... کیونکہ کل کو کوئی علی ؓ کو دیکھ کر مذاق کے انداز میں یہ نہ کہے کہ علی ؓ تو چھوٹے قد کا ہے..... نہیں نہیں..... بلکہ تو تو علی ؓ ہے..... بہت اونچے مقام والا ہے۔

- قد چھوٹا ہے..... مقام بہت بڑا ہے۔
- قد چھوٹا ہے..... مرتبہ بہت اونچا ہے،
- قد چھوٹا ہے..... عظمت بہت بڑی ہے،

اس لئے..... کہ علی ؓ ہے اونچے مقام والا..... اونچے مرتبے والا اور پھر یہ حضرت علی ؓ کی حیدر کرار صفت برقرار رہ گئی۔ اور آپ ایک اور صفت بھی حضرت علی ؓ کی جانتے ہیں..... کہ حضرت علی ؓ کے متعلق کہا جاتا ہے علی المرتضٰی ؓ۔

سیدنا علی ؓ کی ساری زندگی لفظ مرتضٰی میں:

اور پھر آپ کبھی اس لفظ مرتضٰی پر غور کریں..... تو علی ؓ کی زندگی بھی اس مرتضٰی میں ہے..... آج میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں..... کہ اہل سنت کے نزدیک علی ؓ کا کیا مقام ہے؟ علی المرتضٰی ؓ اور مرتضٰی کا عربی زبان میں معنی ہے پسندیدہ، چنا ہوا، اپنی رضا جس کے سپرد کی جائے..... جس پر رضا کا اعلان کیا جائے..... اس کو کہا جاتا ہے مرتضٰی..... حضور ﷺ بتانا چاہتے ہیں..... کہ علی المرتضٰی ؓ اس کا کیا مطلب؟ چونکہ یہ چنا ہوا ہے۔

- پوری قوم قریش میں المرتضٰی پہلا ہے..... جسے بچپن میں چنا گیا ہے۔
- پوری قوم قریش میں المرتضٰی پہلا ہے..... جس نے پیغمبر کو چنا ہے۔

- پوری قوم قریش میں پہلا ہے......علی ابن ابی طالب ﷜ جس نے کم سنی میں کھڑے ہوکر حضور ﷺ سے محبت کا اعلان کیا تھا۔
- پوری قوم قریش میں پہلا ہے......علی ابن ابی طالب ﷜ جو پیغمبر ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں ساتھ ہے۔
- پوری قوم قریش میں پہلا ہے......علی ابن ابی طالب ﷜ جس نے باپ کو چھوڑ کر پیغمبر ﷺ کا ساتھ دینا قبول کیا ہے...... یہ وہ عظمت ہے المرتضیٰ جسے چنا گیا ہے بہت سارے مقامات ایسے تھے...... کہ ہر موڑ پر پیغمبر ﷺ نے علی ﷜ کا انتخاب کیا ہے اللہ نے چنا کہ علی بچوں میں سب سے پہلے چنا گیا...... پیغمبر ﷺ نے چنا کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنے خاندان میں اس کا انتخاب کر دیا...... ابھی بچے تھے اسلام کا کھلے عام اعلان نہیں ہوا...... نبی ﷺ کی گود کے لئے علی ﷜ چنا گیا...... کہ محمد کی گود میں اس نے تربیت حاصل کرنی ہے...... گودیں بھی بڑی عجیب ہوا کرتی ہیں۔

کم سنی کی عمر میں سیدنا علی ﷜ کی خدمات:

ایک علی ﷜ ہے جو نبی ﷺ کی گود میں پلتا ہے...... ایک صدیق ﷜ ہے جو ہجرت کی رات نبی ﷺ کو اپنی گود میں لئے بیٹھا ہے...... ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے...... یہ کچھ اور انداز کی سعادت ہے...... توجہ کرنا وہ انداز خدمت ہے...... یہ انداز شفقت ہے...... حیدر رحمۃ اللعالمین ﷺ کی گود میں شفیقانہ اسلوب میں پل رہے ہیں...... پھر حضور اکرم ﷺ پر جو مصائب اور مشکلات مکی زندگی میں آئے حضرت علی ﷜ تمام مشکلات میں ساتھ ساتھ تھے...... باوجود اس کے کہ حضرت علی ﷜ بچے تھے۔

سیدنا صدیق اکبر ﷜ کی کہانی سیدنا علی ﷜ کی زبانی:

میں نے یہ واقعہ گزشتہ جمعہ پر بھی سنایا تھا...... کہ علی ﷜ کہتے ہیں کہ مجھ سے دیکھ کر

برداشت نہ ہوسکا...... کہ حضور ﷺ کو تکلیف دی جا رہی ہے...... محبوب ﷺ کو مارا جا رہا ہے...... میں آگے بڑھا آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہا...... لیکن کم سن بچہ تھا...... اچانک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو میں نے آتے ہوئے دیکھا اور میں نے کہا بھائی ابوبکر جلدی آ...... ظالم محمد رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں...... علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں صدیق رضی اللہ عنہ دوڑ کر آئے...... اور آ کر ایک ایک کافر و ظالم کو دھکا دے کر ہٹاتے تھے...... اور کہتے تھے......

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ......(۱)

ظالمو! اسے تم مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے خدا ایک ہے...... یہ واقعہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وساطت سے جو علوم امت تک پہنچے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ نے بڑے کاموں کے لئے چنا تھا...... پوری اُمت میں علم فقہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ملا ہے۔

پوری اُمت میں علم تصوف کی بنیاد حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے ہے۔

پوری امت میں علم قضاء حکمت و فیصلے حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کئے ہیں۔

پوری اُمت میں علم ریاضی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ملا ہے۔

توجہ کرنا یہ ایک علیحدہ عنوان ہے...... کہ کون کون سے علوم حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ملے ہیں...... جس کو میں آئندہ جمعہ بیان کروں گا۔

ہجرت کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب:

آج صرف یہ بتانا چاہتا ہوں...... کہ علی رضی اللہ عنہ کو کس کس جگہ پر کیسے کیسے چنا گیا......؟

---

(۱) صحیح البخاری کتاب التفسیر، سیرت مصطفیٰ ص ۲۰۴ ج ۱

اللہ نے بھی انتخاب کیا...... رسول اللہ ﷺ نے بھی انتخاب کیا...... اصحاب رسول ﷺ نے بھی انتخاب کیا ...... حیدر رضی اللہ عنہ کو چنا جاتا ہے المرتضیٰ پسندیدہ علی رضی اللہ عنہ۔ وہ علی رضی اللہ عنہ جسے پسند کیا جائے...... سینوں کا پسندیدہ علی رضی اللہ عنہ...... عظمتوں کا پسندیدہ علی رضی اللہ عنہ...... ہجرت کا موقع آتا ہے...... تو تب بھی علی کا انتخاب ہوتا ہے (بستر پر لٹانے کے لئے) دو انتخاب اپنے مقام پر ہوئے صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانے کے لئے اور علی کو بستر پر سلانے کے لئے انتخاب کیا گیا۔(۱)

ہجرت کی رات امانتوں کی سپردگی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

اور امانتیں سپرد کی گئیں کہ علی! یہ تمام امانتیں تیرے سپرد ہیں...... جب تک یہ امانتیں تو واپس نہ کرے اس وقت تک نہ آنا...... اور پھر آقا ﷺ نے ایک عجیب بات کہی...... فرمایا اے علی! میں تیری انتظار کروں گا...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آقا کہاں......؟ آقا نے فرمایا قباء کے مقام پر آپ علماء سے پوچھئے...... کہ کئی دن تک حضور ﷺ نے قباء کے مقام پر قیام فرمایا...... صرف اس لئے یہ قیام تھا...... کہ میں علی سے وعدہ کر کے آیا ہوں...... جب تک علی نہیں پہنچتا اس وقت تک محمد مدینہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا...... مدینہ کے لوگ رحمۃ اللعالمین کو ملنے کے لئے تو مقام قباء پر آتے ہیں...... مگر حضور ﷺ مدینہ کی طرف نہیں جاتے ...... اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں...... کہ جب میں امانتیں واپس کر چکا...... تو میں نے سفر کرنا شروع کیا...... دن رات کا سفر کیا...... جب میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کے پاس پہنچا...... تو اس وقت نوعمری کا عالم تھا اس وقت اور پھر کیفیت یہ تھی...... کہ مشکل سے اٹھارہ یا انیس سال کی عمر تھی...... جسم بھی بڑا نازک تھا پھر اس چلنے کی وجہ سے حضرت حیدر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔

(۱) سیرت مصطفیٰ ص ۱۶۰ ج ۱

میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ۔(۱)

رحمت کائنات ﷺ اور سیدنا علی ؓ کی مقام قباء پر ملاقات:

اور جب میں حضور علیہ السلام کے پاس پہنچا......تو حضور ﷺ نے فرمایا علی کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی......؟ علی کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی......؟ حضرت علی ؓ کہتے ہیں......کہ میں نے کہا محبوب ﷺ! پریشانی کس بات کی ہوتی......؟ آپ نے جو مجھے کہہ دیا تھا کہ علی ؓ سو جا نیند کر! یہ امانتیں واپس کر کے تم بعد میں آنا......میں تمہارا وہاں مقام قباء پر انتظار کروں گا تم مجھے وہاں آ کر ملنا میں بعد میں مدینہ داخل ہوں گا......محبوب یہ تمام باتیں سننے کے بعد مجھے یہ اعتماد ہو چکا تھا......کہ باہر چودہ سونتی تلواریں صبح میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں......اس لئے کہ پیغمبر ﷺ کی زبان سے یہ جملہ نکل چکا ہے......کہ جب تک تو میرے پاس (مقام قبا پر) نہیں آئے گا......میں مدینہ میں نہیں داخل ہوں گا......اس بات کا مطلب ہے......کہ اتنا میری زندگی ضرور ہے......کہ میں یہاں سے اٹھوں گا......امانتیں واپس کروں گا......مشقت سے سفر کروں گا......مشقت سے راستہ کاٹوں گا......مقام قباء پر پہنچوں گا......محبوب سے ملاقات کروں گا......پیغمبر کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوں گا......پھر اس کے بعد شاید میرے اوپر موت آئے......وہ جو اللہ کا فیصلہ ہو گا وہ اپنی جگہ پر......جب تک پیغمبر ﷺ کے یہ جملے پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے اس وقت تک مجھے موت نہیں آ سکتی......رات کو دنیا باہر تلواریں لے کر کھڑی تھی......محبوب ﷺ! اس رات جو میں نے آپ کے بستر پر نیند کی ہے اس سے بہتر نیند مجھے زندگی میں کبھی نہیں آئی......اطمینان کی نیند تھی......کہ آپ نے کہا علی سو جا! میں سو گیا تھا......سیدنا علی بن ابی طالب ؓ جب امانتیں لوگوں کے سپرد کر کے قباء کے مقام پر پہنچے حضور ﷺ نے فرمایا علی کیسے پہنچے؟ کہا حضور ﷺ بڑا لمبا سفر تھا یہاں وہ باتیں

---

(۱) سیرت ابن هشام ص ۱۷٤ ج ۱

ساری ذہن میں رکھنا ...... کہ یہ تنہا پہنچا ہے...... اس نے اکیلے صعوبتیں کاٹی ہیں......
صدیقؓ نے نبوت کو کندھوں پہ اٹھا کر صعوبتیں کاٹی ہیں۔

لعاب پیغمبر ﷺ اور اس کا فائدہ:

جب حیدر کرارؓ پہنچے...... تو حضور ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو جب دیکھا تو حیدر کے پاؤں پھٹ چکے تھے...... زخم ہو چکے تھے تو رحمۃ اللعالمین نے فرمایا علی بیٹھ جاؤ...... علیؓ بیٹھ گئے وہ لعاب دہن جو کبھی غار میں صدیقؓ کی ایڑھی پر لگا تھا...... آج وہی لعاب رحمۃ اللعالمین نے نکالا اور اپنے ہاتھ مبارک سے حیدر کرارؓ کے پاؤں پر وہ لعاب مارا...... علیؓ کہتے ہیں...... کہ پیغمبر ﷺ کی اس لعاب سے مجھے اتنی بڑی شفا ملی ...... کہ اس کے بعد میرے پاؤں کبھی ڈگمگائے نہیں...... میں جب بھی کسی میدان میں جاتا تھا...... میرے پاؤں آگے بڑھتے تھے پیچھے نہیں ہٹتے...... اس لئے کہ پیغمبر ﷺ کے لعاب سے میرے پاؤں میں اتنا قوت پیدا ہوگئی تھی...... میں کبھی نہیں سوچ سکتا تھا...... کہ اب میں پیچھے ہٹ جاؤں یہ ہو ہی نہیں سکتا...... چونکہ یہ تعلق نبوت سے جڑ چکا ہے...... تعلق پیغمبر ﷺ کے ساتھ جڑنے کے بعد پیچھے ہٹنا یہ عظمت کے خلاف ہے...... میری اور آپ کی عظمت کے خلاف نہیں...... بلکہ یہ نبی ﷺ کی عظمت کے خلاف ہے...... کہ تعلق اس سے ہے پھر پیچھے ہٹ جائے۔

مہاجرین مدینہ کی تقسیم اور انصار کا سلوک:

حضرت حیدر کرارؓ کہتے ہیں...... ہم مدینہ طیبہ میں تھے...... جتنے بھی حضور اکرم ﷺ کے صحابہ ہجرت کر کے آئے تھے...... وہ مواخاۃ کا سلسلہ ہوا...... حضور ﷺ نے ان کی خود تقسیم فرمائی...... فلاں فلاں کا بھائی بن جائے ...... ایک مہاجر ایک انصار ان کو کہا تم آپس میں مل جل کر رہو...... تا کہ جو مہاجر باہر سے آئے ہیں...... ان کے پاس پیسے نہیں...... ان

کے پاس تجارت کا مال نہیں......ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں......تم یہاں کے مقامی لوگ ان مہاجرین کے ساتھ تعاون کرو......ان کی خدمت کرو...... چنانچہ ان لوگوں نے ایثار و قربانی کے جذبات پیش کئے......وہ ایک تفصیلی داستان ہے جو کہ علیحدہ موضوع ہے......بہر حال حیدر کرار ؓ کہتے ہیں......کہ سب کو پیغمبر ﷺ نے تقسیم کر کے دو دو بھائی بنا دیئے۔

سیدنا علی ؓ کی تقسیم اور اعزاز:

علی ؓ کہتے ہیں......کہ اکیلا میں ہی رہ گیا تو حیدر ؓ نے حضور کی طرف دیکھ کر کہا محبوب! سب کا انصار میں سے ایک ایک بھائی بنایا میں علی محروم ہو گیا ہوں......حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا علی نہیں! وہ ان کے بھائی ہیں......تو میرا بھائی ہے۔

اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ (۱)

تو دنیا میں بھی میرا بھائی ہے آخرت میں بھی میرا بھائی ہے......آج میں تیرا ہاتھ پکڑ کر اعلان کرتا ہوں......کہ مکہ کی مواخاۃ میں جہاں ایک مہاجر ایک انصاری بھائی بھائی بنے ہیں...... علی اس جگہ پر تو میرا بھائی بن گیا ہے......میں نے آج تجھے اکیلا بھائی نہیں بنایا...... بلکہ جب تو بچپن میں تھا تو میرا بھائی تھا...... جب تو میرے گھر میں پرورش پا رہا تھا تو میرا بھائی تھا...... جب میں ہجرت کے لئے روانہ ہوا تجھے بستر پر لٹایا، تو میرا بھائی تھا...... جب میں قباء کے مقام پر انتظار میں تھا......تو میرا بھائی تھا......آج تو یہاں پر آ کر کیوں پریشان ہو گیا کہ تیرا کوئی بھائی نہیں؟ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

تو دنیا میں بھی میرا بھائی ہے کل قیامت کے دن بھی تو میرا بھائی ہو گا......اور حضرت حیدر کرار فرمایا کرتے تھے......کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے مجھے وہ دعائیں عطا فرمائیں۔

---

(۱) مشکوۃ ص ۵٦٤ ج ۲، ترمذی

کہ جن دعاؤں کی وجہ سے مجھے بہت جرأت ہو جاتی ہے۔

غزوہ بدر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جنگی کارنامہ:

غزوہ بدر میں ایک بہت بڑا سردار جس کا نام شیبہ تھا...... یہ بہت بڑا کافروں کا سردار تھا اس شیبہ کے مقابلے میں یہ اٹھارہ انیس سال کا جوان حیدر کرار رضی اللہ عنہ آئے۔

میدان جہاد میں اشعار اور شیبہ سے ہم کلامی:

اس حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے عربی میں اشعار پڑھنا شروع کئے......شیبہ نے کہا علی! زبان کی بات نہیں...... یہاں تلوار سے مقابلہ ہوگا......اشعار مت پڑھ! تلوار سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو کر! حیدر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے......تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن قلم کی جونہی شیبہ زمین پر گرا......اس کا سر دھڑ سے جدا ہوا......(۱) ایک دم دونوں فوجیں ایک دوسرے پر جھپٹیں......غزوہ بدر کا واقعہ رونما ہوا جناب حیدر کرار کہتے ہیں......کہ محبوب نے میرے سینے پہ ہاتھ پھیر کر بھیجا تھا......کہ تو اس کے مقابلے میں لڑنے کے لئے جا۔

غزوہ اُحد میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات اور جہادی کارنامے:

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں......غزوہ اُحد کے موقع پر جب میں جنگ کے میدان میں کھڑا تھا......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کافروں کا ایک مجمع دوڑ کر قریب آتا ہے......حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا چاہتا ہے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں سامنے نظر آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی تعال! علی ادھر آ ان کو ہٹا......ان کو مجھ سے دور کر! علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں......کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تلوار ہاتھ میں لی......میں نے ان کو ہٹایا وہ مجمع سارا چلا گیا......دوسرا مجمع آیا میں نے اس کو ہٹا دیا......تیسری دفعہ پھر حملہ آور آئے......میں نے پھر ان کو ہٹایا۔(۲)

---

(۱) البدایہ والنہایہ، اصابہ، تاریخ الخمیس، طبقات، انسائیکلوپیڈیا ص ۱۹۷ (۲) سیرت الصحابہ ص ۲۵۷ ج ۱

علی مجھ سے اور میں علی سے:

.جب تین مرتبہ یہ کیفیت ہوئی...... تو رحمۃ اللعالمین ﷺ خوشی سے جھوم اُٹھے...... پیغمبر ﷺ نے ایک دُعا مانگی......رحمۃ اللعالمین نے حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے پیار میں فرمایا۔

عَلِیُّ! اَنْتَ مِنِّي وَاَنَا مِنْكَ(۱)

(ترجمہ) تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

تو میرا ہے میں تیرا ہوں......جس کا میں ہوں اس کا تو ہے......جس کا تجھ سے تعلق اس کا مجھ سے تعلق ......ابھی یہ پیغمبر ﷺ کہہ کر خاموش نہیں ہوئے تھے......تو آسمان سے جبرائیل علیہ السلام اتر کر آیا کہا محبوب......! آپ ﷺ کی اور علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو اللہ کو بڑی پسند آئی ہے...... میں اس لئے آسمانوں سے اتر کر آیا ہوں کچھ میں بھی کہنا چاہتا ہوں......آپ کہتے ہیں۔

اَلْعَلِیُّ مِنِّي وَاَنَا مِنَ الْعَلِیِّ اَنْتَ مِنِیّ وَاَنَامِنْكَ

علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں......میں جبرائیل کہنا چاہتا ہوں کہ اَنَـا مِـنْـكُـمَـا جبرائیل تم دونوں سے ہے۔

جبرائیل ان دونوں سے:

میں جبرائیل یہ کہنا چاہتا ہوں...... اَنَامِنْكُمَا...... آپ کا علی سے تعلق ہے۔علی کا آپ سے تعلق ہے مجھ جبرائیل کا محمد ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں سے تعلق ہے......جبرائیل تائید کے لئے آسمانوں سے اترا......کہ میرا آپ دونوں سے تعلق حیدر کرار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں......کہ مجھ میں اتنی قوت پیدا ہوگئی......کہ پیغمبر ﷺ نے دُعا دے کر بھیجا تھا......کہ اے اللہ اس کو غالب کر۔

---

(۱) مشکوٰۃ ص۵٦٤ ج۲، ترمذی ص۲۱۳ ج۲

غزوہ خندق کا مشہور واقعہ:

غزوہ خندق کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے...... کہ عمرو ابن عود ایک سو دس سال کی عمر کا اتنا بڑا کھرانٹ بہادر پہلوان تھا...... کہ وہ سو، سو آدمیوں سے تنہا مقابلہ کرتا تھا...... حضور ﷺ نے المرتضی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو پسند کیا حضور ﷺ نے بلایا کہ اس کے مقابلے میں جاؤ...... حیدر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں...... کہ میں نوعمر تھا وہ عمرو ابن عود سامنے آیا۔

عمرو بن عود بمقابلہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

اس نے للکارتے ہوئے کہا مسلمانو کوئی پہلوان ہے تو بھیجو لڑکوں کو لڑنے کیلئے بھیجتے ہو......؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا لڑکا نہ سمجھ لڑ کر تو دیکھ......! تو مجھے لڑکا سمجھ کر کہتا ہے...... کہ میں لڑکے کے ساتھ نہیں لڑنا چاہتا......؟ اس نے کہا بچے ہو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے پھر مجھ سے بچ کر تو دیکھ......! یہ کیسے ہو سکتا ہے آ مقابلہ کر! حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک شعر پڑھا......(۱) کہا تجھے معلوم ہونا چاہئے...... اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْ لِیْ اُمِیْ حَیْدَراً ...... میں وہی بچہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے...... کہ میرے ہاتھ سے آٹھ آٹھ دس دس تلواریں ٹوٹ جاتی ہیں...... لیکن میرے بازوئے قوت میں فرق نہیں آیا کرتا...... میں اتنا بڑا پہلوان ہوں آ مقابلہ کر! سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی طرف وہ آگے بڑھا...... حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا وہ زمین پر گر گیا اس کی چیخ نکلی۔

کافر کمانڈر کی آخری نصیحت:

اور کہا عرب والو! محمد ﷺ کے پہلوانوں سے مقابلہ نہ کرنا...... آج میں عرب کا اتنا بڑا پہلوان محمد کے ایک چھوٹے سے شیر کے مقابلے میں گر چکا۔

---

(۱) نووی ص ۱۱۵ ج ۲، تاریخ الخمیس ص ۷۵ ج ۲

آج میں عرب کا اتنا بڑا پہلوان محمد کے ایک چھوٹے سے شیر کے مقابلے میں گر چکا ہوں...... حضرت علی خود فرمایا کرتے تھے...... کہ ہر میدان میں جب بھی پیغمبر مجھے بھیجتے تھے محبوب مجھے دعائیں دے کر بھیجا کرتے تھے۔(۱)

میرے دوستو...... میں نے آج آپ کو عنوان بتایا ہے...... کہ اہل سنت کی نگاہ میں علی المرتضی ﷺ کا مقام کیا ہے......؟ ہم علی المرتضی ﷺ کو کتنا عظیم مانتے ہیں؟ سنیوں کا علی کتنا بہادر علی ہے؟ کتنا جرأت مند علی ہے...... کتنی عظمتوں کا مالک علی ہے...... کتنا عظیم بلند مرتبہ والا علی ہے۔

سیدنا حیدر ﷺ رشتے کے لئے رحمت کائنات کے پاس:

ایک ایسا موقع بھی چشم فلک نے دیکھا...... کہ صحابہ ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب ﷺ سے کہا...... جب حضرت فاطمۃ الزہراؓ جوان ہونے لگیں...... سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے رشتہ کی پیشکش کی...... تو حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی......(۲)

ایک موقع پر سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے رشتہ کی پیشکش کی...... تو حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی...... خاموشی اختیار کیوں فرمائی؟ کہ

مصطفٰے ہرگز نہ گفتے تانہ گفتے جبرائیل
جبرائیل عیشم نہ گفتے تانہ گفتے کردگار

نبی ﷺ نہیں بولتے جب تک وحی نہیں آتی...... اور وحی نہیں آتی جب تک خدا پیغام نہیں بھیجا کرتا

---

(۱) سیرت ابن ھشام ص۹۸ ج۲، (۲) ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے حضور ﷺ سے درخواست کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہو گا پھر حضرت علیؓ نے جرأت کی انکو بھی آپ ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ وہی الفاظ فرمائے لیکن بظاہر یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی، حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہؓ کے حال میں روایت کی ہیں اس کو نظر انداز کر دیا ہے (سیر الصحابہ ص۱۰٦ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان)

محبوب خاموش تھے...... جب تک جبرائیل علیہ السلام نہیں آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ علی! حضور کی بچی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جوان ہے...... تم حضور ﷺ کو نکاح کے لئے کہو...... شاید حضور ﷺ تجھے عطا کر دیں...... حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کہنے لگے...... کہ مجھ میں جرأت نہیں...... کہ میں حضور ﷺ کے سامنے یہ بات کہوں...... فرمایا نہیں جاؤ تو سہی...... حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے گھر گئے اور کہا آقا! میں آپ کا مہمان بننا چاہتا ہوں۔

حضور ﷺ کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ کو جواب:

حضور ﷺ نے فرمایا...... اَهْلاً وَ سَهْلاً ...... اور کوئی بات حضور ﷺ نے نہیں فرمائی...... حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آگئے...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا...... کہ محبوب ﷺ نے کیا جواب دیا ہے...... سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا اور تو کوئی بات نہیں کہی صرف یہ فرمایا ہے...... کہ اھلاً وسھلاً...... جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی! میں راز دار نبوت ہوں تیرا نکاح سیدہ فاطمہؓ کے ساتھ ہو گیا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نکاح:

ایک موقع پر حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے...... اچانک سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آگئے...... صحابہ رضی اللہ عنہم کا مجمع بیٹھا ہوا ہے۔

سنیو! کبھی سادہ نکاح کی تقریبیں بھی دیکھا کرو...... پیغمبر ﷺ اپنی بیٹی کا نکاح کر رہے ہیں...... خاتون جنت کا نکاح ہو رہا ہے...... سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ(۱)

جنت کی تمام عورتوں کی سردار کا آج نکاح ہو رہا ہے...... آج اس کی تقریب عروسی ہے۔

(۱) صحیح البخاری ص۵۳۲ ج۱، صحیح المسلم ص۲۹۰ ج۲، مشکوٰۃ ص۵۶۸ ج۲، کنزالعمال ص۵۰ ج۱۳

آج اس کی رخصتی ہے...... اور انداز دیکھئے! کہ پیغمبر ﷺ تمام صحابہ کے مجمع میں بیٹھے ہیں...... حضور ﷺ نے بلایا علی! سامنے آؤ! حیدر ؓ سامنے آگئے حضور ﷺ نے دو جملے ارشاد فرمائے۔

حق مہر کے لئے مشکل کشا کو مشکل پیش آگئی:

فرمایا علی گھر میں کچھ ہے......؟ کہا محبوب ﷺ گھر میں ایک تلوار ہے......اور ایک زرہ ہے...... فرمایا آج میں اپنی بیٹی فاطمہؓ کا نکاح تیرے ساتھ کرنا چاہتا ہوں...... (۱) جاؤ تلوار تو جہاد کے لئے اپنے گھر میں رکھو زرہ لے جاؤ اور اسے بازار میں فروخت کرو...... جتنے میں فروخت ہو لے آؤ...... تا کہ حق مہر کی شرعی طور پر رقم ادا ہو سکے...... چونکہ حیدر کرارؓ پرورش ہی حضور ﷺ کے گھر میں پاتے تھے اور پھر ادھر سے حضرت علی ابن ابی طالب ؓ کا والد تو مکہ میں ہی فوت ہو چکا تھا...... باپ نے تو اپنی زندگی میں بیٹے کو کچھ نہیں دیا تھا......وہ تو حضور ﷺ کے سپرد کر کے چلا گیا تھا۔

سیدنا علی ؓ کے والد کی وفات اور حضور ﷺ کو خبر:

بلکہ ایک روایت میں آتا ہے...... جب ابی طالب کا انتقال ہوا موت آئی تو حضرت علی ؓ دوڑ کر آئے اور آ کر حضور ﷺ کو کہا......یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْمَاتَ عَمُّكَ كَافِر...... آپ کا نافرمان کافر چچا مر چکا ہے۔

---

(۱) حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے سن ۲ ھجری میں ہوا، حضرت فاطمہؓ کی اس وقت عمر مبارک پندرہ سال اور ڈیڑھ مہینے کی تھی، حضرت علیؓ کی عمر کے متعلق دو قول ہیں،پہلا قول اکیس سال اور پانچ مہینے کا ہے اور دوسرا قول چوبیس سال اور ڈیڑہ مہینے کا ہے (زرقانی ص ۲۰٤ ج ۲)، حضرت فاطمہؓ سے دو لڑکیاں ۱. حضرت زینبؓ ۲. حضرت ام کلثومؓ اور تین لڑکے ۱. حضرت حسنؓ ۲. حضرت حسینؓ ۳. حضرت محسنؓ پیدا ہوئے سوائے حضرت فاطمہؓ کے اور کسی صاحبزادی سے آپ ﷺ کی نسل کا سلسلہ نہیں چل سکا، حضرت فاطمہؓ نے سن ۱۱ ھجری میں وفات پائی

نبی ﷺ کی چچا کے ساتھ ہمدردی:

میرا باپ جس کی موت کفر پر آئی ہے وہ مرگیا ہے...... اس کے مرتے وقت حضور ﷺ نے اس کے قریب بیٹھ کر فرمایا تھا...... چچا! میرے کان میں کہہ دے...... لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ...... میں قیامت کے دن تیرے ایمان کی شہادت دے دوں گا چچا نے جواب دیا...... اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلَى الْعَارِ ...... دنیا کی عار پسند نہیں جہنم کی نار پسند ہے ......(۱) کل کو مجھے لوگ یوں کہہ دیں...... کہ پوری زندگی تو اپنے اقتدار پر رہا...... تو پوری زندگی دیت و قصاص کے مسائل حل کرتا رہا...... پوری زندگی تو مکہ کا مجاور بن کر رہا ......اوئے مرتے وقت بھتیجے کی بات مان لی...... یہ عار اور طعنہ مجھے پسند نہیں...... یہ کہا...... حضور ﷺ ناراض ہو کر اٹھ کر چلے گئے...... تھوڑی دیر کے بعد اس کی رخصتی ہوگئی...... اس پر حضور ﷺ کو صدمہ ہوا حضور ﷺ کا دل دکھا...... کہ میں نے چچا کی منت کی میرا چچا نہیں مانا۔

تسلی کے لئے وحی کا نزول:

اللہ نے پیغمبر ﷺ کی تسلی کے لئے قرآن اتار کر کہا...... محبوب! یہ آپ کی ذمہ داری نہیں...... اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ

جسے آپ ہدایت دینا چاہیں اسے ہدایت مل جائے یہ ضروری نہیں جسے میں رب ہدایت دینا چاہوں گا ہدایت اسی کا مقدر ہوگی۔

رحمت کائنات ﷺ کا اپنے چچا سے رشتے کا مطالبہ:

میرے دوستو......! اُم ہانی ابو طالب کی ایک لڑکی تھی...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی بہن حضور ﷺ نے ابو طالب کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے نکاح سے پہلے پیغمبر ﷺ نے فرمایا

---

(۱) صحیح البخاری ص۵۴۸ ج۱

چچا اس لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دو...... ابو طالب نے کہا بھتیجے ویسے تو میں ہر حال میں آپ کے ساتھ ہوں...... لیکن یہ کیا بات ہوئی میں عرب کا کوئی رئیس تلاش کروں گا...... جس کو اپنی بیٹی دوں محمد تیرے پاس کیا ہے کہ میں تجھے بیٹی دیدوں چچا انکار کرتا ہے...... لیکن اس شفیق پیغمبر بااخلاق نبی خلق عظیم کے مالک کی بیٹی، سیدہ طیبہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراءؓ جب جوان ہوتی ہیں...... حضور حیدرؓ کو بلاتے ہیں...... زرہ فروخت کرنے کو کہتے ہیں...... کہ اپنی بیٹی کا نکاح علی کے ساتھ کرتا ہوں۔

حضرت عثمانؓ کی سیدنا علیؓ سے ملاقات:

حیدر کرار اٹھ کر جاتے ہیں بازار میں عثمان ابن عفانؓ مل جاتے ہیں...... حضرت عثمانؓ کہتے ہیں بھائی علیؓ کہاں جا رہے ہو......؟ حضرت علیؓ نے کہا زرہ فروخت کرنے کے لئے...... کس سلسلے میں؟ کہا میری آج تقریب عروسی ہے...... میرا عقد، میرے نکاح کی محفل منعقد ہے...... صحابہؓ اور حضورﷺ انتظار میں بیٹھے ہیں...... فرمایا کتنے میں فروخت کرو گے...... فرمایا چار سو درہم کی ہے...... جو چاہے لے لے فرمایا زرہ مجھے دے دے...... عثمان نے پیسے دیے اور زرہ لے لی۔

عثمان ابن عفانؓ کی سیدنا علیؓ پر سخاوت:

عثمان ابن عفانؓ نے زرہ لے لینے کے بعد کہا بھائی معاملات ہو چکے...... لیکن اب میں زرہ بطور ہدیہ کے تجھے واپس کرتا ہوں...... کہ تجھے بھی تو ضرورت ہے...... یہ زرہ بھی تو رکھ لے میرا دل چاہتا ہے...... پیغمبرﷺ کی بیٹی کا نکاح ہو...... میرے بھائی علیؓ کا نکاح ہو...... پیغمبرﷺ کی دختر نیک اختر کی رخصتی ہو...... اس کے اندر حق المہر کی رقم میں عثمان ابن عفانؓ ادا کروں...... اس لئے کہ پیغمبرﷺ کے مجھ پر بھی تو بڑے احسان ہیں...... حضورﷺ نے مجھے بھی تو یکے بعد دیگرے دو اپنی صاحبزادیاں عطاء کی ہیں...... اور

تو میرا ہم زلف بن رہا ہے اس سے بڑی میرے لئے اور کیا خوشی ہوگی......؟ حضرت عثمان ابن عفان ﷺ حضرت علی ﷺ کو پکڑ کر خود لائے پیغمبر ﷺ کی محفل میں بٹھایا...... صحابہ ﷺ سارے سامنے تھے۔

سیدنا علی ﷺ کے نکاح کے گواہ:

حضور ﷺ نے براہ راست صدیق ﷺ اور عمر ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ابوبکر! عمر! تم دونوں گواہ ہو جاؤ...... میں اپنی بیٹی سیدہ طاہرہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء ؓ کا نکاح حیدر کرار سے کرنا چاہتا ہوں۔(۱)

سنیو نکاح علی ﷺ کا ہوتا ہے...... حق المہر عثمان ﷺ ادا کرتا ہے...... گواہ صدیق ﷺ و عمر ﷺ ہوتے ہیں...... بقول تمہارے اگر ابوبکر مسلمان نہیں عمر فاروق ﷺ مسلمان نہیں، عثمان ﷺ مسلمان نہیں میں تم سے پوچھتا ہوں...... کہ علی ﷺ کا نکاح کیسے ثابت کرو گے؟ نبی صدیق ﷺ و عمر ﷺ کو گواہ بناتے ہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ...... عثمان ابن عفان ﷺ حق المہر ادا کرتا ہے...... شیعوں کے بقول عثمان ﷺ معاذ اللہ بے ایمان ہو جائے...... صدیق ﷺ و عمر ﷺ کا ایمان مشکوک ہو جائے...... علی ﷺ کا ایمان کیسے بچ سکتا ہے؟ صرف حیدر کرار ﷺ پر یہ الزام نہیں بلکہ قیامت تک کے سادات پر یہ الزام ہے۔

سیدنا علی ﷺ کا مقام ومرتبہ:

اس لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے میرا عقیدہ اور ایمان یہ ہے...... کہ حضرت علی ﷺ کا نکاح بھی درست ہے...... گواہ بھی درست ہیں...... حق المہر بھی درست ہے...... حق المہر کا ادا کرنے والا بھی درست ہے...... نکاح پڑھانے والا بھی درست ہے......

---

(۱) رحماء بینھم، بنات اربعہ، صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص۱۹۸، شرح زرقانی ص۳۲۳ ج۲، شرح زرقانی میں ہے قال ﷺ ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی، رواہ الطبرانی برجال ثقات، شرح زرقانی ص۳۲۳ ج۲ بیروت

- جس کا نکاح ہے وہ بھی عظیم ہے۔
- جس بچی سے ہو رہا ہے وہ بھی عظیم ہے۔
- جس کی بیٹی ہے وہ نبیوں میں عظیم ہے۔
- جو گواہ ہیں وہ امت میں عظیم ہیں۔

جو حق المہر ادا کر رہا ہے...... وہ سخیوں کے ضمرے میں عظیم ہے...... اللہ نے یہ ساری عظمتیں علی رضی اللہ عنہ کا حصہ بنادیا ہے...... علی رضی اللہ عنہ حیدر کرار ہے...... علی رضی اللہ عنہ صاحب ذوالفقار ہے۔

خیبر کے میدان میں فتح کا جھنڈا اور اس کے خواہش مند:

آپ جانتے ہیں...... کہ خیبر کے میدان میں حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! کل میں جھنڈا اسی کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح عطا کرے گا۔

توجہ کرنا بڑی عجیب بات ہے...... جس کے ہاتھ پر خدا فتح عطاء فرمائیں گے؟ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چنا گیا...... دوسرا دن آتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم انتظار میں ہیں...... ہر ایک صحابی رات کے وقت رو رو کر مانگتا ہے...... کہ اے اللہ! کل یہ میرا مقدر ہو کہ جھنڈا مجھے مل جائے...... لیکن علی رضی اللہ عنہ کچھ اور انداز میں رو رہے تھے...... حضرت علی کی آنکھ دکھ رہی تھی...... شدید درد تھا...... صبح سویرے حضور ﷺ بلاتے ہیں...... فرماتے ہیں...... علی کو بلاؤ...... حیدر کرار رضی اللہ عنہ سامنے آگئے...... حضور ﷺ نے فرمایا علی......! خیر ہے آپ کی آنکھ سے پانی آرہا ہے...... کہا آقا آنکھ تو کل سے دکھ رہی ہے...... رحمۃ اللعالمین نے جھنڈا عطا فرما کر کہا یہ آج کا پرچم تیرے ہاتھ میں دیتا ہوں......(۱) اللہ نے تیرے اوپر مدد عطا کر دی ہے۔

---

(۱) مشکوۃ ص۵٦۳ ج۲ صحیح البخاری ص۵۲۵ ج۱ جامع الترمذی ص۲۱۳ ج۲

پیغمبر ﷺ نے حضرت علی کے سینے پر ہاتھ مارا اور علی ؓ کی فتح اور کامیابی کے لئے دُعائیں مانگیں...... یہ سینوں کا علی ؓ ہے۔

سیدنا علی ؓ کے لئے رحمت کائنات کی دعا:

اور حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے...... کہ حضور ﷺ نے ایک دعا مانگی...... اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ......(۱) اللہ جو علی سے محبت کرے تو اس سے محبت کر...... جو علی سے دشمنی کرے تو اس کا دشمن بن جا...... ہمارا عقیدہ یہ ہے...... کہ جس شخص کو علی ؓ سے پیار ہے اللہ کو اس شخص سے پیار ہے۔

ہمارا مشن اور سیدنا علی ؓ کون؟

- ہم علی ؓ کو بہادر مانتے ہیں یا نہیں......؟ (مانتے ہیں)
- ہم علی ؓ کو صفدر مانتے ہیں یا نہیں......؟ (مانتے ہیں)
- ہم علی ؓ کو نڈر مانتے ہیں یا نہیں......؟ (مانتے ہیں)
- ہم علی ؓ کو شیر ببر مانتے ہیں یا نہیں......؟ (مانتے ہیں)
- ہم علی ؓ کو فاتح خیبر مانتے ہیں یا نہیں......؟ (مانتے ہیں)
- اہل سنت کا عقیدہ ہے...... علی ؓ حسنین ؓ کا پدر ہے......۔
- علی ؓ فاطمۃ الزہراؓ کا شوہر ہے...... علی ؓ مصطفیٰ ﷺ کا برادر ہے۔
- علی ؓ فاتح خیبر ہے...... علی ؓ صفدر ہے...... علی ؓ نڈر ہے۔
- علی ؓ شیر ببر ہے...... علی ؓ صاحب ذوالفقار ہے۔
- علی ؓ حیدر کرار ہے...... علی ؓ سینوں کا سردار ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ ص۵۶۵ ج۲، کنز العمال ص۵۸ ج۱۲

- علی رضی اللہ عنہ حیدر کرار ہے...... علی رضی اللہ عنہ سنیوں کا سردار ہے۔
- علی رضی اللہ عنہ اہل سنت کا امام ہے...... علی رضی اللہ عنہ ہمارا مقتدا ہے۔
- علی رضی اللہ عنہ ہمارا پیشوا ہے...... علی رضی اللہ عنہ ہمارا رہنما ہے۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ بہادر ہے...... جس کے ہاتھ میں آٹھ آٹھ، دس دس تلواریں ٹوٹ جاتی ہیں...... مگر اس کے بازوئے قوت میں فرق نہیں آتا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جو بچپن میں پیغمبر ﷺ کا بیٹا بن کر رہا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جسے پیغمبر ﷺ نے بستر دیا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... مقام قبا پر نبی ﷺ جس کا انتظار کرے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جو زندگی میں جنت کی بشارت سے نوازا گیا۔(مشکوۃ ص٥٦٦ ج٢)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جو بہادر اس قدر تھا کہ اسد اللہ الغالب کا لقب اس کے لئے تجویز کیا گیا......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جو قرآن کے علم میں پوری پوری مہارت رکھتے تھے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جو اپنے زمانہ میں حفظ قرآن میں بے مثال تھے......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جو خشیۃ الٰہی کی وجہ سے اکثر اشکبار رہتے تھے......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ ہے...... جو بائع مشتری کو اکثر اوقات دیانت داری کی ہدایت فرمایا

کرتے تھے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

- علیؓ وہ ہے...... جو آقا ﷺ کی زندگی میں کاتب الوحی بنے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علیؓ وہ ہے...... جو فطرتاً سلیم الطبع واقع ہوئے تھے......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علیؓ وہ تھے...... جو دین داروں کی تعظیم زیادہ فرمایا کرتے تھے۔(روضۃ النظرہ ج۲ ص۲۱۲)
- علیؓ وہ تھے...... جو دور خلافت میں بھی تنہا بازاروں میں گھومتے تھے۔
- علیؓ وہ تھے...... جو بھولوں بھٹکوں کو راستہ بتا دینا اپنے لئے قابل فخر سمجھتے تھے۔
- علیؓ وہ تھے...... جو نفیس قسم کے پکے ہوئے کھانوں سے احتراز فرمایا کرتے تھے
- علیؓ وہ تھے...... جو صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ کو روضۃ الرسول میں جگہ دینے میں مانع نہ ہوئے......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علیؓ وہ تھے...... جنہوں نے خدمت خلق کے سلسلے میں آقا سے پانچ سو چوہتر حدیثیں روایت فرمائیں۔(تاریخ الخلفاء ص۱۱۸)
- علیؓ وہ تھے...... جنہوں نے اہلیان کوفہ کی اصلاح کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو مقرر فرمایا۔(مقدمہ نصب الراعہ ص٤)
- علیؓ وہ تھے...... جنہوں نے اپنے بھائی عقیل کو تو واپس کر دیا لیکن بیت المال میں کمی نہ آنے دی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علیؓ وہ تھے...... جنہوں نے فن نحو کی بنیاد ڈال کر امت پر احسان عظیم فرمایا (۱)
- علیؓ وہ تھے...... جنہوں نے سیدنا امیر معاویہؓ سے قتال کے باوجود نہایت

---

(۱)تاریخ علم النحو للعلامہ عبدالبر قاسم

جرأت اور دیانت داری سے یہ بیان دے دیا کہ ہمارے اور حضرت معاویہ ؓ کے درمیان ایمانی و مذہبی کوئی اختلاف نہیں ہے (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)۔

- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے جنگلات پر محصول لگا کر بیت المال کے لئے چار ہزار سالانہ کی آمدنی اور بڑھادی۔ (کتاب الخراج)
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے گھوڑوں پر زکوٰۃ منسوخ کر دی۔ (کتاب الخراج ص ۴۳)
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے لوگوں کے اخلاق کی کڑی نگرانی فرمائی۔
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے تحریری باز پرس کے علاوہ تحقیقاتی کمیشن مقرر فرمایا۔
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے ذمی دہقانوں کے ساتھ نرمی کے برتاؤ کا حکم عمال کو دیا۔ (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے اپنے مقرر کردہ قاضی شریح کے سامنے مدعا علیہ بن کر جانے سے دریغ نہ کیا...... (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے سادگی کے پیش نظر کوئی ملازم مقرر نہ فرمایا۔
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے امیر المومنین ؓ ہونے کے باوجود اپنے لئے ساری عمر میں کوئی عمارت نہ بنوائی۔ (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے عمر فاروق ؓ اور صدیق اکبر ؓ کے نام اپنے بچوں کے رکھ کر الفت و محبت کا ثبوت دیا۔ (تاریخ الآئمہ)
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے صدیق اکبر ؓ کے پیچھے نمازیں ادا کر کے ایمانی حقوق کو پورا فرمایا۔ (احتجاج طبرسی)
- علی ؓ وہ تھے...... جنہوں نے صدیق اکبر ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمانوں

کوافتراق سے بچالیا...... (احتجاج طبرسی)

- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے حضرت اسماءؓ کے نکاح کے سلسلے میں صدیق اکبرؓ کوترجیح دی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے محمد ابن ابی بکر یتیم کی پرورش کے لئے اسماء بنت عمیس سے نکاح کرنا منظور کرلیا۔ (فلک النجاۃ)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے فاروق اعظم ؓ کے مذہب کواللہ کے دین سے تعبیر کرکے اتحاد ملی اوروحدت دینی کا ثبوت دیا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے ان کے لشکر کوجند اللہ فرما کر دینی قوت میں اضافہ فرمایا......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے سیدنا فاروق اعظم ؓ کومسلمانوں کا ملجاماوی قرار دے کر معاندین کے منہ پرمہر لگادی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے صحابہ کرام ؓ کی تعریف فرما کر مذہب اہل سنت پر قائم رہنے پرتاکید فرمائی......(نہج البلاغہ)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے مذہب اہل سنت کوخدااوران کے رسول ﷺ کا وضع کردہ قانون تسلیم فرمایا۔(احتجاج طبرسی)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے محاصرہ کے وقت حسنین کریمین ؓ کوبھیج کر سیدنا عثمان ذوالنورین کی فضیلت پرمہر تصدیق ثبت کردی۔(حاشیہ نہج البلاغہ ص ۷۰)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے اپنے دور میں فدک تقسیم نہ کرکے سیدنا صدیق اکبر کی ہمنوائی کا عملی طور پراعلان فرمایا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جنہوں نے وفات کے وقت رحمت کائنات کوقلم دوات نہ دے

کر سیدنا عمر فاروق کی تائید فرمائی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

- علی ؓ وہ تھے......جنہیں سرور کائنات ﷺ نے اپنا محبوب قرار دیا۔(الصواعق المحرقہ)
- علی ؓ وہ تھے......جس کا تلاوت قرآن شب و روز کا مشغلہ تھا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جس کا بازار میں جا کر ناپ و تول کی دیکھ بھال کرنا شعار تھا۔
- علی ؓ وہ تھے......جس کا ہر سمت سے علم پھوٹتا تھا اور حکمت ٹپکتی تھی۔
- علی ؓ وہ تھے......جس کا کمزوروں اور ناتوانوں کی امداد کرنا شعار تھا۔
- علی ؓ وہ تھے......جس کا نکاح سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ کے ساتھ ہوا۔
- علی ؓ وہ تھے......جس کا درجہ سابقون اولون میں قرار دیا۔
- علی ؓ وہ تھے......جس کے حسن تدبر کی وجہ سے کوفہ صحابہ کرام ؓ کی چھاؤنی بن گیا۔(مقدمہ نصب الرایہ ص٤)
- علی ؓ وہ تھے......جس کے مساعی جمیلہ کی برکت سے ہزاروں محدثین کوفہ کی سرزمین سے پیدا ہوئے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جس کے بغیر کسی کو سرور کائنات ﷺ کے ساتھ بحالت غصہ کلام کرنے کی جرأت نہ پڑتی تھی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جس کے بغض کو رحمت کائنات ﷺ نے اپنا بغض قرار دیا۔(مشکوٰۃ ص٥٦٤ الصواعق المحرقہ)
- علی ؓ وہ تھے......جس کے سپرد ہجرت کی رات رحمت کائنات نے لوگوں کی امانتیں کی......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ؓ وہ تھے......جس کے سر میں لعاب دہن کی وجہ سے کبھی بھی درد پیدا نہ ہوا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے دل کی پختگی اور زبان کی سلامتی کے لئے رحمت دو عالم نے اَللّٰهُمَّ اهْدِقَلْبَهٗ وَ ثَبِّتْ لِسَانَهٗ کے الفاظ کہہ کر دعا فرمائی۔
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے فیصلے کی تصدیق ابن عباس نے فرمائی۔
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے فیصلے دنیا کے لئے حیران کن ثابت ہوئے۔
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے ہاتھ پر رحمت کائنات نے جنگ خیبر میں فتح ہو جانے کی بشارت دی۔(تاریخ الخلفاء)
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے بغض کو رحمت کائنات نے حرمان کا سبب بتایا۔(تاریخ الخلفاء مشکوۃ ص٥٦٤ ج٢)
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے متعلق خوارج کے ساتھ قتال کی خبر رحمت کائنات نے فرمائی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے متعلق محبت میں زیادتی کو رحمت کائنات ﷺ نے سبب ہلاکت قرار دیا۔(تاریخ الخلفاء)
- علی ﷺ وہ تھے...... جن کے متعلق کَانَ مِنَ الْعُلُوْمِ بِاالْمَحَلِّ الْعَالِیْ کا مقولہ مشہور ہے۔(تہذیب الاسماء ص٢٤٥)
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے لئے مستحضرات کے علاوہ بھی فقہی مسائل حل کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے متعلق سیدہ عائشہؓ کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ سیدنا علی ﷺ قائم الیل اور صائم النہار تھے۔(جامع الترمذی)
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے طرز معاشرت میں جاہ وحشم اور تکلف کا کوئی معمولی شائبہ بھی نہ تھا۔(کنز العمال ص٥٣ ج١٢ سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷺ وہ تھے...... جس کی زندگی کا دور بت پرستی سے پاک رہا۔(الصواعق المحرقہ)

- علی ﷛ وہ تھے......جس کی محبت کو رحمت دو عالم نے اپنی محبت قرار دیا۔(ا)(الصواعق المحرقه)
- علی ﷛ وہ تھے......جس کی آنکھ کو رحمت کائنات نے خیبر میں بھیجتے وقت اپنے منہ کا لعاب لگایا۔(۱)
- علی ﷛ وہ تھے......جن کی آنکھیں رحمت کائنات کے لعاب دہن کے معجزے میں پوری عمر بیمار نہ ہوئیں۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷛ وہ تھے......جن کی صداقت کی وجہ سے نصرانی صاحب مقدمہ کو ایمان نصیب ہوا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷛ وہ تھے......جس کی زندگی میں راحت نبوت میں پرورش پانے کا اث نمایاں تھا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷛ وہ تھے......جس کی ذات گرامی سے تصوف کا سرچشمہ بھی وابستہ تھا۔
- علی ﷛ وہ تھے......جس کی غذا معمولی تھی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷛ وہ تھے......جس کو بچپن کی حالت میں ہی اسلام نصیب ہوا۔(تاریخ الخلفاء)
- علی ﷛ وہ تھے......جس کو رحمت کائنات نے بھائی قرار دیا۔(مشکوٰۃ شریف)
- علی ﷛ وہ تھے......جس کو رحمت کائنات نے فتح خیبر کے لئے علم عنایت فرمایا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی ﷛ وہ تھے......جس کو فاروق اعظم ﷛ نے بہترین فیصلے کرنے والا تسلیم کیا۔

(ا)صحیح البخاری باب غزوہ خیبر و مناقب علیؓ کتاب الجہاد، صحیح المسلم باب فضائل علیؓ، مسند احمد بن حنبلؒ ص۵۲ ج۲، سہیل بن سعد اور سلمہ بن اکوع کی روایت بخاری ومسلم دونوں میں ہے اور حضرت سعد کی روایت صرف مسلم میں ہے، مشکوٰۃ ص۵۶۳ ج۲

- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جس کو غزوہ تبوک کے موقع پر رحمت کائنات ﷺ نے گھر والوں کے لئے خلیفہ مقرر فرمایا۔(۱)
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جس کو رحمت کائنات نے خم غدیر کے موقع پر تمام مومنین کا دوست بنا کر ہمیشہ کے لئے صحابہ کرام اور عترت رسول کے درمیان دینی اختلافات کا خاتمہ کر دیا۔(۲)(مشکوہ شریف)
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جس کو عبداللہ بن مسعود نے مسائل وراثت میں ماہر تسلیم کیا۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جس کو فقہ اسلامی میں بھی پایہ بلند حاصل تھا۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جس کو رحمت کائنات کے ساتھ نسبی حیثیت سے زیادہ قرب حاصل تھا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......پیغمبر ﷺ جس کی آمد کے لئے بے تاب ہوں۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جسے پیغمبر ﷺ خود میدان جہاد میں بھیجیں۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......پیغمبر ﷺ جس کی محبت کی دعائیں مانگے۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جسے پیغمبر اپنی بیٹی دیں۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جو صلح حدیبیہ کا معاہدہ تحریر کریں۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں مصلی امامت سنبھالے۔
- علی رضی اللہ عنہ وہ تھے......جسے غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اپنے خاندان میں چھوڑ کر جائیں۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

---

(۱) مشکوۃ، البدایہ والنہایہ، محمد عربی انسائیکلوپیڈیا، صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا ص ۲۰۵

(۲) البدایہ والنہایہ، سنن نسائی، مسند احمد، ابن ماجہ، کنزالعمال ص ۴۶ ج ۱۲

- علی ﷺ وہ تھے...... جس کے سپرد پیغمبر کے تجہیز و تکفین کے انتظامات کئے گئے۔ (۱)
- علی ﷺ وہ تھے...... جو عمر ابن خطاب ﷺ بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے جائیں اپنا جانشین حیدر کو بنا کر جائیں...... صدیق ﷺ کا انتخاب علی ﷺ بنتا ہے...... عمر ﷺ کا انتخاب علی ﷺ بنتا ہے...... عثمان ﷺ کا انتخاب علی ﷺ بنتا ہے۔

سیدنا علی ﷺ کے بارے میں امام اعظم ﷺ کا قول:

اور سیدنا امام اعظم نعمان ابن ثابت ابو حنیفہ ﷺ کا قول ہے...... کہ ہم سنیوں کی نشانی یہ ہے کہ...... نَحۡنُ نُفَضِّلُ الشَّیۡخَیۡنِ و نُحِبُّ الۡخَتَنَیۡنِ ...... ہم ابو بکر ﷺ و عمر ﷺ کو پوری کائنات پر فضیلت دیتے ہیں......

پیغمبر ﷺ کے دو داماد عثمان ﷺ و علی ﷺ کی محبت اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں...... علی ﷺ کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے یا نہیں ہے؟ (ہے) علی ﷺ سے جو پیار کرتا ہے...... اللہ اس سے پیار کرتے ہیں...... جو علی ﷺ کا دشمن ہے...... خدا بھی اس کا دشمن ہے...... اللہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَآخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ

---

(۱) حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے (البدایہ والنھایہ ص ۲۶۰ ج ۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَمِ......o بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ الِلّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... مُحَمَّدٌ" رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُکَّعاً سُجَّداً یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَاناً سِیْمَا هُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ......قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ......اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍوَاَشَدُّهُمْ فِیْ اَمْرِاللّٰهِ عُمَرُ...... وَاَصْدَقُهُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ ......وَاَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ......(۱) و قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ...... اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ...... وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ......(۲) وقَالَ رسول الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ ......(۳)وقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ...... لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ...... (۴) وقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ...... اَنَا دَارُالْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا......(۵)

---

(۱) مشکوٰۃ ص۵۶۰ ج۲ (۲) مشکوٰۃ ص۵۶۵ ج۲، کنزالعمال ص۶۱ ج۱۳ (۳) مشکوٰۃ ص۵۶۴ ج۲، ترمذی ص۲۱۲ ج۲، کنزالاعمال ص۶۰ ج۱۳ (۴) مشکوٰۃ ص۵۶۴ ج۲، صحیح البخاری ص۵۲۵، ترمذی ص۲۱۲ ج۲
(۵) مشکوٰۃ ص۵۶۴ ج۲، ترمذی ص ۲۱۳ ج۲، کنزالعمال ص۶۴ ج۳

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ...... اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَكْرٍ اَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيْطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا......(۱) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَايُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَايُبْغِضُهٗ مُؤْمِنٌ...... (۲) اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ o وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ o وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تمہید:

واجب الاحترام ......بزرگو......دوستواور بھائیو......!اسلامی تاریخ میں سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا یوم ولادت رجب کی پندرہ تاریخ کو ہے......آج میں اس موقع پر حضرت علی کی زندگی کا ایک ایسا حصہ جس کا تعلق حضرت علیؓ کے علم کے ساتھ ہے......حیدر کرارؓ کے کمالات کے ساتھ ہے......سیدنا علی ابن ابی طالبؓ کے فضائل و مناقب کے ساتھ ہے......سیدنا علیؓ کی ان خصوصیات کے ساتھ ہے...... جو نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کے لیے دعائیں بھی فرمائیں ......اور حضور ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا......کہ اللہ نے یہ خصوصیت علی کو عطاء کی ہے......اس قسم کے حالات وواقعات آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں تمام اصحاب رسول معیار حق ہیں حجت ہیں۔

تمام صحابہ ستاروں کی مانند:

میرے بھائیو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مثال دے کر ارشاد فرمایا کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ......(۳) میرے تمام صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں

---

(۱) کتاب الفردوس الاخبار ص۷۶ ج۱، کنز العمال میں صرف اتنے الفاظ ملتے ہیں "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ص۶۴ ج۱۳ (۲) مشکوۃ شریف ص۵۶٤ ج۲، ترمذی ص۲۱۲ ج۲ (۳) مشکوۃ ص۵۵٤ ج۲ عن عمر بن الخطا

جس کی بھی تم اتباع کرو گے...... ہدایت حاصل کرلو گے......لیکن اس اتباع کا قطعا یہ معنی نہیں...... کہ ایک کی تو اتباع کی جائے......اور باقی پر طعن وتشنیع کی جائے ......ایک کی تابعداری کی جائے......اور بقیہ پر تنقید کی جائے...... یہ بات نہیں...... بلکہ جس کی بھی آپ اتباع کریں...... باقی سب کو قابل احترام سمجھیں......سب کی عظمت ......سب کا مقام......سب کا مرتبہ......سب کا تقدس بدرجہ کمال ذہن میں موجود ہو......اور یہی ایک مسلمان ہونے کی تعریف صحیح ہے...... کہ تمام اصحاب رسول کا مکمل احترام کرتا ہو۔

ابوبکر، عمر وعثمان کے بعد پوری امت میں افضل ترین انسان:

پوری جماعت میں سیدنا علی ابن ابی طالبؓ کو جو حیثیت حاصل ہے ......امت مسلمہ میں حضرت ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ ان تین بزرگوں کے بعد حضرت حیدر کرار پوری امت میں افضل ترین انسان ہیں......خلیفہ راشد ہیں...... چوتھے نمبر پر خلافت کے تاجدار ہیں......عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں ...... حضور ﷺ کی گود میں ہی پلنے والے صحابی ہیں...... حضور ﷺ کے محبوب ترین داماد ہیں...... حضور اکرم ﷺ کے محبوب ترین نواسے حضرات حسنین کے بزرگوار ہیں...... حضور ﷺ کی سب سے لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء کے شوہر نامدار ہیں...... حضرت علیؓ کو حضور ﷺ نے ایسے پالا ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو پیار سے پالتا ہے......تربیت کرتا ہے......پیغمبر ﷺ نے اس انداز میں حیدر کرار کی تربیت کی ہے......پھر حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے دور حکومت سے بھی ہٹ کر ذاتی طور پر اللہ رب العزت نے وہ علمی کمال اور جوہر رکھے تھے......جس کی وجہ سے پوری امت حضرت علیؓ کے علم سے فائدہ حاصل کر رہی ہے......اور میں اس سلسلہ میں کہا کرتا ہوں...... کہ ابوحنیفہ کے مقلدو! اللہ تمہیں سلامت رکھے......امام اعظم ابوحنیفہؒ کی قبر پر خدا کروڑوں رحمتیں نازل کرے...... کہ سیدنا امام اعظم کا پورا علم، پوری فقہ حنفی دو عظیم المرتبت اصحاب کے علم

نے مستنبط ہے...... ایک سیدنا علیؓ کا علم فقہ حنفی میں ہے...... اور دوسرا سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ یہ دو وہ عظیم المرتبت صحابی ہیں...... کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل ان دو بزرگوں سے لیے گئے ہیں۔

امت کو سب سے زیادہ علوم کا ملنا:

پیغمبر ﷺ کی پوری جماعت صحابہؓ میں اللہ نے ان افراد میں کام کو اس انداز میں تقسیم کیا تھا...... کہ کچھ لوگ تو میدان جہاد میں نکلے...... کچھ لوگ تبلیغ کے میدان میں آگے نکلے...... کچھ لوگ تعلیم کے میدان میں آگے نکلے...... کچھ لوگ قضا اور فیصلے کے میدان میں آگے نکلے...... کچھ لوگ فتوحات کے میدان میں آگے نکلے۔

مختلف قسم کے ادوار آئے...... سیدنا علیؓ کا دور حکومت اگر اس انداز سے تاریخی طور پر دیکھا جائے...... کہ اس میں کتنی فتوحات ہوئیں...... تو واقعہ یہ ہے...... کہ حضرت علیؓ کے دور میں کوئی دور نہیں ملتا...... جہاں تک حیدر کرار کی جرأت و بہادری کا تعلق ہے...... ان کی شجاعت واستقامت کا تعلق ہے...... پیغمبر ﷺ کی زندگی میں...... صدیقؓ کی زندگی میں...... فاروقؓ کی زندگی میں...... عثمان ابن عفانؓ کی زندگی میں ان تمام بزرگوں کی زندگی میں...... کام میں بھی اور ان کے وزیر اور مشیر ہونے کی حیثیت سے بھی ہر میدان میں سیدنا علیؓ آگے نظر آئے ...... پھر حضرت علیؓ کا ایک اور پہلو ہے...... جس کو حیدر کرارؓ کا آپ علمی پہلو کہہ سکتے ہیں کہ علم کے میدان میں سیدنا علیؓ سے امت کو سب سے زیادہ علوم ملے علماء نے لکھا ہے...... کہ عربی گرائمر کا علم جس کو ہم صرف ونحو کا علم کہتے ہیں......(۱) اس کے سب سے پہلے موجد سیدنا علیؓ ہیں...... علم فقہ، سیدنا علیؓ سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ ملتی ہے ...... علم میراث جو سب سے زیادہ مشکل ترین مسائل ہوتے ہیں۔

---

(۱) سیر الصحابہ ص ۳۲۷ ج ۱، فہرست ابن ندیم

قرآن مجید نے جس مسئلہ کو سب سے زیادہ کھول کر بیان کیا ہے......وہ علم میراث ہے......
سیدنا علیؓ کو اللہ نے اس میدان میں بڑی صلاحیت عطاء فرمائی تھی ......حضرت علی کو حاضر جوابی میں اللہ نے بہت بڑی صلاحیت عطاء فرمائی......کہ حضرت علی فی البدیہہ ہر سوال کا جواب دیا کرتے تھے......علمی لطائف کے لحاظ سے سیدنا علیؓ کو اللہ نے ایک بہت بڑا مقام عطاء فرمایا تھا......انتہائی کمالات سے نوازا۔

مختلف اعزازات:

نبی کریم ﷺ نے جب اپنی جماعت میں بالخصوص پندرہ صحابہؓ کا نام لے لے کر حضور ﷺ نے اعزازات عطاء فرمائے صدیق اکبرؓ کو کہا اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْر ابوبکرؓ میری پوری جماعت میں سب سے زیادہ رحیم وکریم، سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر صدیقؓ ہے
عمر بن خطابؓ کے متعلق ارشاد فرمایا......وَاَشَدُّهُمْ فِیْ اَمْرِاللّٰهِ عُمَرَ ......دینی مسئلہ میں غیرت اور جلالت کے لحاظ سے سب سے زیادہ عمر ابن خطابؓ آگے ہیں ......باقی تمام خوبیاں اپنے مقام پر اس خوبی میں ممتاز عثمان ابن عفانؓ کو فرمایا ......وَاَصْدَقُهُمْ حَیَاءً عُثْمَان ......کہ تمام کمالات عثمان کے اپنی جگہ پر لیکن حضور ﷺ نے فرمایا......میری پوری جماعت میں عثمانؓ تنہا وہ شخص ہے ......جو حیاء کا پتلہ اور مجسمہ ہے......(۱) ابن مسعودؓ کے متعلق ارشاد فرمایا......میری پوری امت میں سب سے زیادہ فقاہت اللہ نے اس عبد اللہ ابن مسعود کو عطاء فرمائی ہے......ابوعبیدہ بن الجراح کے متعلق ارشاد فرمایا......میری پوری امت میں اللہ نے سب سے بڑا امین اس شخص کو بنایا ہے......تو مختلف صحابہؓ کو نبی کریم ﷺ نے مختلف اعزازات عطاء فرمائے۔

---

(۱) مشکوۃ شریف ص ٥٦٦ ج ٢

رحمت دوعالم کی دعا کے مصداق:

ان تمام اعزازات میں سے ایک اعزاز جو پیغمبر ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے حیدر کرارؓ کے متعلق صادر ہوا...... وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ...... اَقْضَاهُمْ عَلِی ...... پوری جماعت صحابہؓ میں قضاء کی طاقت، فیصلے کی جرأت، ججمنٹ (Judgement) کی طاقت اللہ نے جو علیؓ کو عطاء فرمائی ہے ...... وہ کسی کو عطاء نہیں فرمائی...... فیصلے بڑے بڑے صحابہؓ کیا کرتے تھے ...... اور بھی بڑے صحابہؓ ذہانت کے اعتبار سے تدبر کے لحاظ سے اپنے مقام پر تھے...... اور پھر حضرت علیؓ کے دور میں بھی کچھ ایسے قاضی تھے...... جو فیصلے کرنے میں انتہاء درجے کی مہارت رکھتے تھے...... لیکن پیغمبر ﷺ کی دعا کا مصداق حیدر کرارؓ ہیں...... کہ حضور ﷺ نے فرمایا...... اَقْضَاهُمْ عَلِی ...... اللہ نے صلاحیت رکھی ہی علیؓ میں ہے...... کہ حضرت علیؓ بہت بڑے فیصلے کر دیا کرتے تھے...... اور سیدنا علیؓ کو اللہ نے فیصلے کی بڑی قوت عطاء فرمائی تھی۔

ابوبکر، عمر اور عثمان کے دور میں حضرت علیؓ بحیثیت جج:

چنانچہ علماء نے لکھا ہے...... کہ یہی حکمت تھی...... کہ زمانہ صدیقؓ کا تھا...... قاضی حضرت حیدر کرار تھے...... زمانہ فاروقؓ کا تھا...... قاضی حضرت حیدر کرارؓ تھے......، زمانہ عثمانؓ کا تھا ...... قضا اور چیف جسٹس کی حیثیت سے حیدر کرارؓ سامنے ہوتے تھے...... اللہ کے ہاں یہ تقسیم تھی...... خدا قیامت تک کی انسانیت کو یہ دکھانا چاہتے تھے...... کہ صدیقؓ خلیفہ بنتا ہے...... قاضی ہونے کی حیثیت سے عدالت کی کرسی پر حیدر کرارؓ بیٹھ کر اس کے خلیفہ برحق ہونے کی تصدیق کرتا ہے...... خلیفہ عمر بن خطابؓ بنتے ہیں...... قاضی کی حیثیت سے حضرت حیدر کرار عمر بن خطابؓ کے دور کی تائید کرتے ہیں ...... خلیفہ عثمان ابن عفانؓ بنتے ہیں...... حضرت علیؓ بحیثیت قاضی اور جج ہونے کے عثمانؓ ابن عفانؓ کے دور کی تائید

کرتے ہیں ...... زمانہ صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ کا ہو...... قاضی یہ ہیں ...... زمانہ ان کا ہو ......اس وقت وزیر یہ بنتے ہیں...... زمانہ صدیق، عمر، عثمانؓ کا ہو...... مشیر یہ بنتے ہیں...... یہ اس زمانہ میں اس مقام پر اس لیے رہے...... تاکہ جب ان کا اقتدار آئے...... تو کل کو آنے والا کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے...... کہ صدیقؓ کا زمانہ معاذ اللہ اچھا نہ تھا...... فاروقؓ کا دور اچھا نہ تھا...... عثمانؓ کے دور پہ کہیں تنقید کرے...... تنقید کرنے سے پہلے اسے یہ سوچنا ہوگا ...... کہ میں صدیقؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے متعلق زبان کیوں کھول رہا ہوں...... کہیں یہ تنقید حیدر کرارؓ پر تو نہیں ہوئی......؟ کہ جس وقت وہ صدارت کی کرسی پر بیٹھے تھے...... سربراہ ہونے کی حیثیت سے آگے ہوتے تھے...... امیر المؤمنین ہوتے تھے...... پیغمبر ﷺ کے پہلے، دوسرے، تیسرے جانشین بنتے ہیں...... وہاں پر حیدر کرارؓ قاضی ہیں...... جج ہیں...... چیف جسٹس ہیں...... فیصلے یہ کرتے ہیں...... اگر ان کی حکومت غلط تھی...... تو یہ فیصلے کیوں کیا کرتے تھے......؟ معلوم یہ ہوتا ہے...... کہ جب حیدرؓ کا فیصلہ صحیح ہے...... تو ابوبکر، عمر، عثمانؓ کی حکومت بھی صحیح ہے ...... اس لیے حیدر کرارؓ جج کی حیثیت سے ہر دور میں رہے ہیں اور حضور ﷺ نے ان کے لیے دعاء کی(۱) حضور ﷺ نے اعزاز عطاء فرمایا اَقْضَاهُمْ عَلِی (۲)

میری پوری امت میں سے اللہ نے یہ قوت علیؓ کو عطاء کی ہے ...... کہ وہ بہت بڑا جج ہے...... بہت بڑا فیصل ہے ...... چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے...... کہ ان خلافتوں کے فیصلے بھی علیؓ نے کیے۔

مصلیٰ خلافت کا اعلان :

امام احمد بن حنبلؒ ایک بہت بڑے امام ہیں...... آئمہ اربعہ میں سے ایک ہیں

---

(۱) فضائل الصحابہ ص۱۳۲ و ۱۳۳ ج۱، مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے (۲) طبقات ابن سعد ص۱۰۲ ج۲

ان کی عربی زبان میں دو جلدوں پر مشتمل ''فضائل الصحابہ'' ایک کتاب ہے.....فضائل صحابہ کے عنوان سے اس کتاب میں انہوں نے ایک روایت نقل کی ہے..... کہ جناب سیدنا ابوبکر صدیق کے متعلق جب فیصلہ ہوا.....کہ خلیفہ سیدنا صدیق اکبر کو منتخب کیا جائے.....تو جناب سیدنا ابو بکر صدیقؓ اُٹھ کر گھر چلے گئے..... کہ میں تمہارا امیر المؤمنین نہیں بنتا..... میں ضعیف العمر، کمزور اور بوڑھا آدمی ہوں..... چنانچہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا.....حضرت علی ہم نے ابوبکر کی منت کی ہے.....صدیقؓ ہماری بات نہیں مانتے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا..... کہ میرا فیصلہ یہی ہے..... کہ ابو بکرؓ کو خلیفہ ہونا چاہیے..... حیدر کرارؓ تشریف لے گئے.....صدیق اکبرؓ کا دروازہ کھٹکھٹایا.....صدیق اکبرؓ نے دروازہ کھولا.....حضرت ابو بکرؓ باہر تشریف لائے.....علی ابن ابی طالبؓ نے کہا..... آپ ہمارے امیر بنیں..... حضرت صدیقؓ نے انکار کر دیا..... دوبارہ حیدر کرارؓ نے کہا.....تیسری مرتبہ پھر دروازہ پر تشریف لے گئے.....صدیق اکبرؓ کو ہاتھ سے پکڑ کر باہر لے آئے.....اور ایک جملہ کہا..... کہ ابوبکرؓ ہم تجھے کیسے چھوڑ سکتے ہیں.....پیغمبر ﷺ نے تجھے مصلیٰ امامت دیا ہے.....میں علیؓ تمہارے متعلق مصلیٰ خلافت کا اعلان کرتا ہوں..... میں تمہیں اپنا امیر المؤمنین تسلیم کرتا ہوں.....پیغمبر ﷺ نے کہا تھا..... اَقْضَاهُمْ عَلِی .....لوگو علیؓ کا فیصلہ تسلیم کرنا.....آج میرا فیصلہ یہ ہے..... کہ جسے پیغمبر ﷺ مصلیٰ امامت پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں..... میں اسے اس جگہ پر کھڑا کرنا چاہتا ہوں..... چنانچہ فیصلہ علیؓ کا تسلیم کیا گیا۔

حیدر کرارؓ کے فیصلوں کی قبولیت:

آپ حیران ہونگے.....جس وقت سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کے

خلاف جہاد کا اعلان کیا...... تو صدیقؓ خود باہر نکل کر آئے...... زرہ پہنتے ہیں...... گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں...... ہاتھ میں تلوار لیتے ہیں...... سیدنا علی ابن ابی طالبؓ کو پتا چلتا ہے...... فیصلہ علیؓ نے کرنا ہے...... حضرت علیؓ بھی باہر تشریف لے آئے...... امیر المؤمنین کہاں کی تیاری ہے......؟ فرمایا دیکھو......! پیغمبر ﷺ کی ختم نبوت پر حملہ ہو...... میں خاموش رہوں ...... زکوٰۃ کا انکار ہو...... میں چپ ہو جاؤں...... یہ ناممکن ہے...... جہاد کا اعلان کرتا ہوں...... اور اتنا سخت اعلان کرتا ہوں...... کہ جو شخص زکوٰۃ دیتے ہوئے اونٹ کے ناک کے نکیل کی رسی دیتا تھا...... اب اگر اس کا انکار کریگا...... تو میں اس کے ساتھ بھی اعلان جہاد کروں گا...... حضرت علی بن ابی طالبؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو روک کر کہا امیر المؤمنین......! آپ ہمارے امیر ہیں...... آپ پیغمبر ﷺ کے خلیفہ ہیں...... آپ رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں...... آپ نے پہلے بھی میری بات مانی تھی...... آج بھی میں گزارش کرتا ہوں...... کہ آپ اس میدان میں جا کر نہ لڑیئے...... آپ یہاں بیٹھئے...... مدینۃ الرسول میں آپ ہماری کمان کیجئے...... آپ مجھے حکم دیجئے...... آپ کی جگہ میں جا کر لڑنا چاہتا ہوں...... عمر بن خطابؓ بیٹھے تھے...... بڑے بڑے صحابہؓ بیٹھے تھے...... لیکن جب حیدرؓ نے یہ فیصلہ کیا...... ابوبکرؓ نے یہ فیصلہ قبول کیا...... کہ جب صدیق کی خلافت کی بات آئی...... فیصلہ حیدرؓ نے کیا تھا...... کہ خلیفہ ابوبکرؓ کو ہونا چاہئے...... جب میدان جہاد میں جانے کی بات آئی...... کمان کا آرڈر حیدرؓ دیکر گئے...... کہ آپ یہاں بیٹھ کر کام کریں ...... ہم میدان میں کربلا مچانا چاہتے ہیں...... امیر المؤمنین اگر آپ کو کوئی تکلیف آ گئی...... تو پیغمبر ﷺ کا پہلا خلیفہ، نبی ﷺ کا جانشین، پیغمبر ﷺ کا وارث ہم سے جدا ہو جائے گا...... ہمارے لیئے بہت بڑے صدمے کی بات ہوگی...... ابھی پیغمبر ﷺ کی جدائی کا صدمہ ہمیں نہیں بھولا...... ہمارے لیے دوسرا مسئلہ پیش آ جائے گا...... آپ ٹھہریئے...... ہم جا کر

لڑتے ہیں اَقۡضَاهُمۡ عَلِیٌّ...... جو فیصلہ حیدرؓ نے کیا اس فیصلے کو صدیق اکبرؓ نے بھی تسلیم کیا

فیصلوں کو پوری امت کا تسلیم کرنا:

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے...... اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے...... جو فیصلہ علیؓ کرتے ہیں ...... اسے پوری امت مسلمہ تسلیم کرتی ہے ...... ہم اس فیصلے کو مانتے ہیں...... اس غزوہ اور جہاد کے موقع پر یہ فیصلہ حیدر کرارؓ نے کیا تھا...... ہم نے اس فیصلے کو تسلیم کیا...... سیدنا عمر بن خطابؓ کا زمانہ آتا ہے...... آپ دیکھیں...... کس کس مقام پر حیدرؓ کے فیصلے ہیں ...... بڑے بڑے واقعات پیش آئے...... حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک مسئلہ پیش آیا...... ایک عورت زنا کے الزام میں گرفتار ہوگئی...... تحقیقات کی گئیں...... تو پتہ چلا...... وہ عورت حاملہ ہے...... حضرت عمرؓ نے فیصلے کے مطابق ارشاد فرمایا...... اس پر حد نافذ ہونی چاہیے...... سیدنا علی بن ابی طالبؓ موجود تھے...... حضرت علیؓ نے فرمایا امیر المؤمنین آپ امیر المؤمنین ہیں...... اگر آپ مجھے اجازت دیں...... تو میں کچھ رائے پیش کروں...... حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہیے...... علیؓ نے فرمایا...... میری رائے یہ ہے...... کہ یہ عورت اس وقت حاملہ ہے...... آپ اس پر حد تو نافذ کر رہے ہیں...... یہ اپنے جرم کی سزا بھگتے گی ...... یہ مر جائے گی ...... سوال یہ ہے...... کہ جو بچہ اس کے پیٹ میں ہے...... کس جرم میں دنیا سے جائے گا......؟ اس لیے آپ اسے ابھی قتل نہ کریں...... ابھی آپ اسے سنگسار نہ کریں...... ابھی آپ اس کو سزا نہ دیں...... کچھ دیر موقوف کریں...... جب تک بچہ پیدا نہ ہو...... بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو پھر پیش کیا گیا۔

حضرت علیؓ کو حضرت عمر بن خطابؓ نے بلوایا ...... علی! اب فیصلہ کرو...... کیا کرنا چاہیے......؟ فرمایا حضرت کچھ اور موقوف کریں ...... جب تک کہ بچہ ماں کا دودھ پیتا رہے...... اس وقت تک اس پر حد نہ لگائی جائے...... پھر موقوف کر دیا گیا...... جب بچے

کے دودھ کی عمر پوری ہوگئی...... تو دو سال کے بعد پھر عورت لے آتی ہے...... اور کہتی ہے حضرت اب تو مجھے پاک کردیجیے...... مجھ پہ حد نافذ کیجیے...... حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا...... یہ بات بھی درست ہے...... لیکن جب تک یہ بچہ نانی اور دادی سے مانوس نہ ہو خود کھانا نہ کھا سکتا ہو...... اس وقت تک اس پر حد نہیں نافذ ہونی چاہیے...... اس کے بعد فیصلہ ہوا...... کہ اس عورت پر حد نافذ کی جائے...... اور پھر حد نافذ کی گئی...... (۱) بعض روایت میں آتا ہے...... کہ حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے...... اَقْضَاهُمْ عَلِی ...... جیسے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا...... کہ میری امت میں سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا علیؓ ہے...... میں عمرؓ بھی اعلان کرتا ہوں...... کہ ہم میں سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا علیؓ ہے...... دور عمرؓ کا ہے...... فیصلہ علیؓ کا تسلیم کیا جارہا ہے...... ہم یہی کہتے ہیں ...... کہ تم بھی علیؓ کا فیصلہ مانو...... پوری امت حیدر کرارؓ کے فیصلے کو تسلیم کرتی ہے...... پوری امت بحیثیت مسلمان ہونے کے حیدرؓ کے فیصلے کو تسلیم کرتی ہے...... اور اللہ نے سیدنا علیؓ کو اس میدان میں اتنی بڑی استقامت عطاء فرمائی تھی اتنی ذہانت دی تھی...... کہ میں اور آپ سوچ ہی نہیں سکتے

یتیموں کے بارے میں حضرت علی کا فیصلہ:

ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا...... اس نے آ کر کہا...... کہ عرض یہ ہے...... کہ میرا ایک دوست وفات کے وقت مرنے سے کچھ وقت پہلے اس نے ایک ہزار دراہم مجھے دیے...... اس نے کہا...... کہ یہ دراہم میں تمہیں دے رہا ہوں ...... میرے بچے چھوٹے ہیں ...... میں دنیا سے چلا جاؤں...... تو میرے مرجانے کے بعد ان دراہم میں سے جتنے تو چاہے...... وہ میرے بچوں کو دے دینا...... اور باقی تم خود رکھ لینا...... یہ کہنے کے بعد وہ شخص فوت ہوگیا...... اب اس کا وہ دوست ہزار درہم لے کر علیؓ کے پاس آیا۔

---

(۱) مسند ابن حنبل ص ۹۹،۱۴۳ ج ۱، سیر الصحابہ ص ۳۱۸ ج ۱، اسد الغابہ ص ۲۳۸ مطبوعہ لاہور

اس نے آ کر کہا...... کہ حضرت میرا دوست تو مجھے اجازت دے گیا تھا...... کہ تو ہزار دراہم میں سے نو سو درہم میں خود رکھنا چاہتا ہوں...... اور ایک سو درہم اس کے بچوں کو دینا چاہتا ہوں...... حضرت علیؓ نے فرمایا...... کہ یہ بات تو انصاف کے خلاف ہے...... فرمایا کہ اتنی زیادتی کرتے ہو......؟ اس نے کہا زیادتی نہیں...... میرا دوست تو خود مجھے اجازت دے کر گیا تھا...... اب ذرا حضرت علیؓ کے جملے سنیے...... ذہانت دیکھیے...... حضرت علیؓ نے فرمایا...... کہ مجھے یہ بتاؤ...... اس نے کہا کیا تھا......؟ اس نے کہا حضرت وہ کہتا تھا...... کہ ایک ہزار درہم میں سے جتنے تم چاہو میرے بچوں کو دے دینا...... اور باقی خود رکھ لینا...... تو فرمایا کہ اس وقت تم کتنے چاہ رہے ہو......؟ تم اپنے پاس کتنے رکھنا چاہتے ہو......؟ کہا نو سو کہا بچوں کو کتنے دینا چاہتے ہو......؟ اس نے کہا کہ ایک سو...... فرمایا کہ وہ تو یہ کہہ گیا تھا...... کہ جو دراہم تم چاہتے ہو...... وہ بچوں کو دیدینا...... اور باقی خود رکھنا...... تو نو سو بچوں کو دو...... اور ایک سو تم خود رکھ لو۔

اب آج کل عدالت میں ایسا فیصلہ آ جائے...... تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... کہ جج اس قسم کی ذہانت رکھتا ہو...... ذہانت کی انتہا تھی...... حضرت علیؓ کی حاضر جوابی کا یہ عالم تھا...... کہ ایک شخص آ کر یہ سوال کرتا ہے...... مجمع میں کہتا ہے...... اَلنِّکَاحُ مَاذَا...... نکاح کیا ہے......؟ فی البدیہہ سجع بندی کے انداز میں اس کو جوب دیا...... کہا اَلنِّکَاحُ لُزُوْمُ الْمَهر...... حق المہر کا لازم ہونا نکاح ہے...... اس نے کہا...... ثُمَّ مَاذَا...... پھر کیا ہے......؟ فرمایا...... سُرُوْرُ الشَّهر...... ایک مہینے کی خوشی ہوتی ہے...... اس نے کہا...... ثُمَّ مَاذَا...... پھر کیا ہے......؟ فرمایا...... غُمُوْمُ الدَهر...... زندگی بھر کا غم مل جاتا ہے...... کہا ثُمَّ مَاذَا...... پھر کیا ہے......؟ فرمایا...... کَسُوْرُ الظَّهر...... پھر کمر ٹوٹ جاتی ہے...... سائل نے کہا...... ثُمَّ مَاذَا پھر کیا ہے......؟ فرمایا...... نُزُوْلُ الْقَبر...... آدمی قبر میں اترتا ہے...... سائل کا سوال بڑھتا گیا...... حیدر کا جواب بھی چلتا گیا...... حتیٰ کہ وہ شخص خاموش

ہو گیا............فی البدیہہ جواب دیتے گئے۔

لُزُوْمُ الْمَهرَ ......سُرُوْرُ الشَّهر...... غُمُوْمُ الدَّهَرَ ...... كَسُوْرُ الظَّهر...... نُزُوْلُ الْقَبر ......زندگی کا خلاصہ بتا دیا......کہ شادی کرتے ہو......خوشی ہوتی ہے......کچھ دن کے بعد غم آنا شروع ہوتے ہیں......کمر ٹوٹ جاتی ہے......نتیجہ یہ نکلتا ہے......کہ قبر کا سامان بن جاتا ہے۔

حضرت علیؓ اور صحابہؓ کے درمیان افتراق:

صحابہؓ کہتے ہیں ......کہ حضرت علیؓ انتہائی ذہین تھے......اور پھر آپ حیران ہونگے ......خود حضور ﷺ کے زمانے کے واقعات ہیں ......کہ حضور ﷺ کی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ان لوگوں کو آپ یہ واقعات بتائیں ......جو صحابہؓ اور اہل بیت کے درمیان خلیج پیدا کرتے ہیں...... بڑے بڑے فاصلے ظاہر کرتے ہیں......کہ جی ان میں بہت بڑا فرق تھا......کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے......کبھی ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے......معاذ اللہ میں تو کہتا ہوں......کہ صدیقؓ علیؓ کے فیصلے کو تسلیم کرتا ہے......فاروقؓ علیؓ کے فیصلے کو تسلیم کرتا ہے......عثمانؓ حیدرؓ کے فیصلے کو تسلیم کرتا ہے......صحابہؓ حضرت علیؓ کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔

خلفاء ثلاثہ کا اکٹھے چلنا:

جو حیدرؓ نے فیصلہ کیا......سب لوگوں نے اسے تسلیم کیا......تینوں بزرگ اکٹھے چلتے ہیں......، درمیان میں حضرت علیؓ ہیں......، دائیں جانب حضرت ابوبکرؓ ہیں...... بائیں جانب حضرت عمرؓ ہیں......اور علماء نے لکھا ہے......کہ حضرت علیؓ قد کے لحاظ سے ان دونوں بزرگوں سے چھوٹے تھے......، جسم بھی دبلا پتلا تھا......اور قد بھی چھوٹا سا تھا......اور صدیقؓ و عمرؓ بہت بڑے قد آور آدمی تھے......سیرت و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے......کہ

حضور ﷺ اور ابوبکر اور عمر تینوں بزرگوں کا قد تقریباً برابر تھا...... اکٹھے چلتے تو نبوت ﷺ کی شایان شان کہ حضور ﷺ ان سب میں نمایاں ہوتے۔

سیدنا علیؓ کی ذہانت کا عجیب واقعہ:

صدیق و عمرؓ کا قد بڑا اور حیدرؓ کا قد چھوٹا تھا ......تینوں اکٹھے چل رہے ہیں...... چلتے ہوئے راستے میں (حضرت عمرؓ بڑے ذہین تھے) حضرت عمرؓ نے کہا...... کہ اے علی اَنْتَ فِیْنَا کَنُوْنُ بِمَنْزِلَۃِ فِیْ لنا تو ہمارے درمیان ایسے ہے...... جیسے نون لَنَا کے درمیان ہوتا ہے...... لَنَا آدمی لکھے...... تو لام بھی بڑی، درمیان میں چھوٹا سا نون...... اور آگے الف بھی بڑا تو لَنَا کا عربی زبان میں معنیٰ ہوتا ہے''ہم'' تو کہا جب ہم تینوں اکٹھے چلیں...... صدیقؓ بھی ہو......، عمرؓ بھی ہو...... حیدرؓ بھی ہو...... تو یہ مجموعہ بن جاتے ہیں...... اور'' لنا'' بن جاتے ہیں......، ہم اکٹھے چل رہے ہیں...... ایک طرف ابوبکرؓ لام ہے...... دوسری طرف عمرؓ الف ہے...... اور درمیان میں علی تو نون کی حیثیت رکھتا ہے...... جیسے لا میں نون ہو...... ہم میں تو ایسے نظر آتا ہے...... تو حضرت حیدر کرارؓ نے فی البدیہہ فوراً کہا...... فرمایا عمر! اگر میں نہ ہوں...... تو تم 'لَا' ہو، لَنَا میں سے نون نکال دو تو باقی لَا بچے گا...... اور لَا کا معنیٰ عربی میں کچھ بھی نہیں...... یہ محبت کا ایک لہجہ تھا...... فرمایا کہ میں ہوں...... تو، لَنَا اور اگر میں نکل جاؤں تو تم لَا ہو یعنی کچھ بھی نہیں ہو۔

سیدنا علیؓ کی ذہانت کا عجیب واقعہ:

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ بھی موجود ہیں...... اور صحابہؓ بھی موجود ہیں...... کھجوریں سامنے رکھی ہیں...... اور کھائی جا رہی ہیں...... حضرت علیؓ کی آنکھ ایک دکھ رہی تھی...... اور حضور ﷺ نے لعاب لگا کر آنکھ پر شفاء کی دعا مانگی...... کہ اللہ میرے علیؓ کو شفاء عطاء فرما دینا......، عمر بن خطاب، ابوبکر حضرت حیدر یہ تمام صحابہ وہاں پر موجود

تھے...... کھجوریں کھارہے تھے...... تو سب نے کھجوروں کی گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھنا شروع کر دیں...... کھا کر فارغ ہوئے...... تو حضور ﷺ نے بڑے پیار بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا...... علی اتنی کھجوریں کھائی......؟ ساری گٹھلیاں تیرے سامنے رکھی ہیں...... ، لگتا ہے...... کہ ساری کھجوریں تو نے کھائی ہیں...... ، حضرت علیؓ بھی بڑے حاضر جواب تھے...... کہا کہ محبوب ﷺ آپ کھجوریں کھانے کا انکار تو نہیں کر سکتے...... کہ آپ نے نہیں کھائیں...... کھائی آپ نے بھی تو ہیں...... ، کھائی میں نے بھی ہیں...... ، آپ کے سامنے گٹھلیاں نہیں...... جبکہ میرے سامنے ہیں...... اس کا معنیٰ ہے...... کہ میں نے گٹھلیاں بچائیں...... اور آپ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت کھا گئے۔

حضور ﷺ مسکرائے...... اور کہا اللہ نے علی کو بڑی ذہانت عطاء فرمائی ہے...... پھر حضور ﷺ نے فوراً کہا...... علی آنکھ دکھتی ہے...... پھر بھی کھاتے ہو......؟ کہا محبوب اُس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں...... جو نہیں دکھتی۔

افضلیت علم:

حضور ﷺ نے فرمایا...... اَقْضَاهُمْ عَلِی...... اللہ نے یہ قوت علی کو عطاء فرمائی ہے...... اس قدر حاضر جواب تھے...... علمی میدان میں دس آدمیوں کا ایک وفد آیا...... اور آکر سامنے بیٹھ گئے...... کہنے لگے علی سوال ایک کرتے ہیں...... مگر جواب جدا جدا چاہیں گے...... آپ دس آدمیوں کو مطمئن کیجئے۔

سوال یہ ہے...... علم افضل ہے یا دولت افضل ہے......؟ فرمایا علم افضل ہے...... کیونکہ علم اللہ کی ذات کی پہچان کرواتا ہے...... دولت آدمی کے دماغ میں غرور پیدا کرتی ہے...... علم افضل ہے...... علم میں انکساری ہے...... دولت میں تکبر ہے...... ایک ایک کو سوال کا جواب دیکر سب کو مطمئن کیا...... دس کے دس اُٹھ کر چلے گئے...... اور حیدر کرار کے علم میں فرق

نہیں آیا...... پیغمبر ﷺ کی دعا تھی...... بعض مقامات میں جب حضور ﷺ، حضرت علی کو بھیجتے تھے...... تو سینے پر ہاتھ مار کہتے تھے...... اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهٗ ...... (۱) اے اللہ اس کو ثابت قدم رکھنا...... کبھی حضور ﷺ دعاء کرتے تھے...... کہ اے اللہ علی کے سینے کو علم سے بھر دینا اور کبھی حضور ﷺ نے فرمایا تھا...... کہ اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ اے اللہ علی کو فیصلے کی قوت عطاء فرما

علی کا دشمن خدا کی نظر میں:

کبھی حضور ﷺ دعا کرتے تھے...... کہ اے اللہ جو اس سے دوستی رکھتا ہے...... تو اس کو اپنا دوست بنا...... (۲) جو علی کے فیصلے کو نہیں مانتا...... جو علی کے فیصلے کا دشمن ہے...... جو علی کا دشمن ہے...... وہ خدا کا بھی دشمن ہے...... پیغمبر ﷺ کی دعا ہے...... کہ اے اللہ تو اس کا دشمن ہو جا...... جس کا رب دشمن ہو جائے اس کا دنیا میں کچھ نہیں بچتا...... سوائے اس کے کہ وہ منہ ماتھا پیٹے اور وہ کچھ نہیں کر سکتا...... اس لیے کہ رب جو اس کا دشمن ہے۔

چھ آدمیوں کا قتل:

اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ ...... فیصلہ علی نے کرنا ہے...... حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ایک کیس آ گیا...... وہ کیس یہ تھا...... کہ ایک عورت نے آ کر کہا...... کہ سات آدمی سفر پر گئے تھے...... جب واپس آئے ہیں...... تو وہ چھ باقی ہیں...... میرا شوہر ان میں غائب ہے ...... اس عورت نے کہا...... کہ میرا تجزیہ اور اندازہ یہ ہے...... کہ میرا شوہر انتہائی ذہین تھا...... اور تجارت میں بہت تیز تھا ...... اس نے مال زیادہ جمع کیا ہوگا...... اندازہ یہ ہے...... کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا ہوگا۔

حضرت عمر نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا جی ہمیں کیا پتا وہ تو ہم سے پہلے چلا گیا تھا

(۱) کنزالعمال ص۵۵ ج۱۳ (۲) کنزالعمال ص۱۸ ج۱۳

حضرت عمر بھی بڑے پریشان ہوئے...... کہ فیصلہ کیسے ہوگا...... اچانک حیدر کرار تشریف لے آئے...... حضرت عمر نے فرمایا...... کہ علی! آؤ بیٹھو ذرا اس مسئلہ کو حل کرنا ہے...... سیدنا علی نے فرمایا...... کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں...... تو میں اس کو حل کر دیتا ہوں...... فرمایا ٹھیک ہے...... مسجد نبوی میں بیٹھے تھے...... سیدنا علی ابن ابی طالب نے ان چھ آدمیوں کو جو قافلے کے ساتھ گئے ہوئے تھے...... مسجد میں تنہا تنہا ستونوں کے ساتھ باندھ دیا...... علیحدہ علیحدہ کھڑا کرنے کے بعد حضرت علی پہلے کے پاس تشریف لے گئے...... علیحدہ اس سے پوچھا...... کہ ایمانداری سے بتاؤ...... وہ آدمی کہاں ہے...... ان میں یہ بات تھی...... کہ ہم کہیں گے...... کہ ہمیں پتا نہیں جھوٹ بولیں گے...... کہ وہ تو ہم سے پہلے چلا آیا تھا...... حضرت علی نے فرمایا...... کہ سچ بتا دے دیکھ لے بچ جائے گا...... جب وہ نہ مانا...... تو سیدنا علی نے وہیں پر کھڑے ہو کر فرمایا ''اللہ اکبر'' تو باقی پانچ جو تھے...... وہ ڈر گئے...... اور سوچنے لگے...... کہ دیکھا مارے گئے ...... اس نے تو بتا دیا ہے...... علی نے بڑے جذبات وجلال میں کہا ''اللہ اکبر'' تو اندازہ یہ ہوتا ہے...... کہ شاید راز فاش ہو گیا ہے...... بقیہ پانچ نے یہ سوچا کہ اس نے بتا دیا ہے...... علی نے اس سے پوچھ لیا ہے...... ہم نے کہا بھی تھا...... کہ نہ بتانا...... حضرت علی دوسرے کے پاس تشریف لائے...... فرمایا کہ بتاؤ بھائی اس کو کہاں کیا ہے......؟ اب وہ کیا کہتا ہے......؟ کہتا ہے...... کہ حضرت آپ کو پتا تو ہے...... مجھ سے کیا پوچھتے ہو...... علی کو پتا نہیں تھا...... اور حضرت علی نے یہ نہیں کہا...... کہ مجھے پتا ہے...... حضرت علی نے فرمایا...... کہ نہیں تو اپنی زبان سے بتا...... کہ وہ کہاں ہے......؟ اس نے کہا...... کہ واقعی ہم نے اس کو قتل کر دیا تھا...... اس کے پاس مال زیادہ تھا...... اس مال پر ہم قبضہ کرنا چاہتے تھے...... لہٰذا ہم نے قتل کر دیا...... حضرت علی تیسرے کے پاس تشریف لے گئے...... اور فرمایا کہ دیکھ کیس کی نوعیت کا تو مجھے پتہ چل گیا ہے...... مجھے معلوم ہے...... کہ تم سے اس کو کہاں کیا ہے...... تو بھی اپنی زبان سے اقرار جرم کر! اس

نے کہا ہم نے قتل کیا ہے...... چوتھے نے کہا...... پانچویں نے کہا...... چھٹے نے کہا...... کہ ہم نے قتل کیا ہے...... حضرت علی نے فرمایا...... کہ چھ کے چھ آدمیوں کو اس کے قصاص میں جو کہ ملزم ہیں...... ان کو قتل کر دیا جائے...... جو پہلا آدمی تھا...... اس نے کہا...... کہ حضرت ان پانچ نے مانا ہے...... میں نے تو نہیں مانا...... آپ انہیں قتل کر دیں...... مجھے کیوں قتل کرتے ہیں...... تو حضرت علی نے فرمایا...... کہ دیکھو دنیا میں مسئلہ کے طور پر ایک بات کہتا ہوں...... کہ دو آدمی اگر قتل کے کیس میں صحیح ثابت ہو جائیں...... تو دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے ...... دنیا میں سخت ترین جرم زنا کا ہے...... جس میں چار گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے...... تو حضرت علی نے فرمایا...... کہ یہاں تو پانچ آدمی گواہی دینے والے ہیں...... کہ تو ان میں ملوث ہے...... تو کیسے انکار کرتا ہے...... تو کیسے کہتا ہے...... کہ میں نے نہیں مانا...... تجھ پہ تو پانچ آدمی گواہ موجود ہیں...... تو پھر وہ کہتا ہے...... کہ جی ہاں میں بھی ساتھ تھا...... حضرت علی نے فرمایا...... کہ اب تو اقرار جرم کر چکا ہے...... چلو اب اس کو بھی پھانسی دے دو۔

سیدنا علی کی ذہانت:

اقضاھم علی ...... حضرت علی نے اس انداز میں فیصلے کیے ہیں حضرت عثمان ابن عفان کے دور میں ایک فیصلہ آیا...... ایک گھر میں ایک ہی خاوند کی دو بیویاں تھیں...... اتفاق کی بات یہ ہے...... کہ دونوں کو ایک مکان میں ایک ہی رات اللہ نے بچے دیئے...... ایک کے گھر میں لڑکا ہو گیا...... اور ایک کے گھر میں لڑکی ہو گئی...... اب عورتوں میں ایک بات بڑی عجیب ہوتی ہے...... جس کے گھر میں لڑکا ہو...... وہ تو بہت خوش ہوتی ہے...... اور جس کے گھر میں لڑکی ہو...... وہ بڑی پریشان ہوتی ہے...... شوہر کی نگاہ میں میری کوئی قدر نہیں ہوگی...... اب صبح کو ہر عورت کہتی ہے...... لڑکا میرا ہے...... اور لڑکی اس کی ہے...... دوسری کہتی ہے...... کہ نہیں لڑکا میرا ہے...... اور لڑکی اس کی ہے...... اب یہ

پریشان کن مسئلہ تھا...... کہ اس کو کیسے حل کیا جائے...... سیدنا علی کے پاس اس فیصلے کو لے جایا گیا...... کہا گیا...... کہ علی اس مسئلہ کو حل کیجیے۔

سیدنا علی نے فرمایا...... اچھا اس وقت کوئی موجود تھا......؟ کوئی دایہ کوئی گواہ ہو......؟ اب وہ کہیں کہ رات تھی...... اندھیری رات تھی......، دایہ موجود تھی...... اس کی گواہی ویسے بھی معتبر نہیں...... کیسے اس بات کو تسلیم کیا جائے...... گھر ایک ہی ہے...... سیدنا علی نے فرمایا شاید کوئی ذہین ڈاکٹر اور سائنس دان بھی اس ذہانت کو نہ پہنچ سکے...... جو علی کی تھی فرمایا...... کہ دونوں عورتوں کے پستانوں سے دودھ نکال کر لاؤ...... دودھ برابر، برابر ہم وزن لایا گیا...... علیحدہ، علیحدہ دو برتن برابر کے تھے...... ترازو میں رکھ کر تولا گیا...... ایک دودھ ہلکا ہوا...... جبکہ دوسرا دودھ وزنی ہوا...... فرمایا جس عورت کا دودھ وزنی ہے...... لڑکا اس کا ہے...... جس کا دودھ ہلکا ہے...... بچی اس کی ہے...... اَقۡضَاهُمۡ عَلِی...... یہ تمام علوم امت میں علی کی وجہ سے ہیں۔

آج امت کے مشکل ترین مسائل میراث کے ہیں...... جنہیں مولوی مشکل سے حل کرتے ہیں...... مفتی کے پاس جاؤ...... فلاں مفتی کو خط لکھو...... اور لوگ اس مسئلہ کو حل کرتے ہوئے جھجکتے ہیں...... سیدنا علی ابن ابی طالب سفر پر روانہ ہوتے ہیں...... گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں...... ابھی بیٹھے ہی ہیں...... چلنے لگے ہیں...... ایک عورت دوڑتی ہوئی آتی ہے...... آ کر حضرت علی کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے...... کہتی ہے...... حضرت میرا ایک مسئلہ حل کریں......! انتہائی معذور ہوں...... انتہائی مجبور ہوں...... مجھ پہ بڑا ستم ہوا ہے...... حضرت علی نے فرمایا کیا ظلم ہوا......؟ کہا عرض یہ ہے...... کہ میرا ایک بھائی فوت ہو گیا ہے...... وہ جائیداد میں چھ سو روپے چھوڑ گیا ہے...... چھ سو روپے میں سے میرے بھائیوں نے مجھے ایک روپیہ دیا ہے...... باقی ساری جائیداد کھا گئے ہیں...... یہ ظلم

ہوا ہے......آپ فیصلہ کریں......حضرت علیؓ کی ذہانت دیکھیں......کیا انداز تھا......! فوراً ارشاد فرمایا......کہ یہ بتاؤ جو آدمی مرا ہے......اس کی دو بیٹیاں ہیں......؟ اس نے کہا جی ہاں فرمایا......کہ اچھا تمہارا جو بھائی مرا ہے......اس کی بیوی ہے......؟ اس نے کہا جی ہاں......حضرت علیؓ نے فرمایا......کہ جو آدمی مرگیا ہے......اس کی ماں زندہ ہے......تمہاری امی ہے......؟ اس نے کہا جی میری ماں بھی ہے......حضرت علیؓ نے فرمایا......کہ یہ بتاؤ جو آدمی فوت ہوا ہے......اس کے بارہ بھائی باقی ہیں......اور تو ایک بہن ہے......اس نے کہا جی بارہ بھائی ہیں......اور میں ایک بہن ہوں......فرمایا کہ پھر فیصلہ صحیح ہوا ہے......تجھے ایک ہی روپیہ آتا ہے......اب آپ بھی حیران ہونگے......اور وہ عورت بھی حیران ہوئی......اس نے کہا......کہ یہ کیسے فیصلہ صحیح ہے......؟ تو سیدنا علیؓ نے اس کو تفصیلاً فرمایا......کہ اصول یہ ہے......کہ جب لڑکا نہ ہو......صرف لڑکیاں ہوں......تو جائیداد میں سے تہائی ایک بچی کو آتی ہے......لڑکیاں اس کی دو تھیں......چھ سو کا تیسرا حصہ دو سو بنتے ہیں......دو سو ایک بچی کو دیئے گئے......دو سو دوسری بچی کو دیئے گئے......قرآن کا فیصلہ ہے......فلامه السدس......ماں کو چھٹا حصہ میراث کا ملتا ہے......جائیداد کل چھ سو تھی......اس کا چھٹا حصہ ایک سو ماں کو دے دیا گیا......اب پانچ سو چلے گئے......اور ایک سو باقی بچا......بیوی کی اگر اولاد نہ ہو......تو یہ چوتھے حصہ کی وارث ہوتی ہے......اور اگر اس کی اولاد موجود ہو......تو پھر یہ آٹھویں حصہ کی وارث بنتی ہے......کیونکہ اس کی اولاد (لڑکیاں موجود) تھی......آٹھویں حصہ کی وارث تھیں......تو آٹھواں حصہ اس کو ملے گا......چھ سو کا آٹھواں حصہ پچھتر روپے بنتا ہے......پچھتر روپے عورت لے گئی......تو پچیس روپے بچے......بارہ بھائی تھے......ایک بہن تھی......قرآن کا فیصلہ ہے......کہ عورت کو ایک حصہ دیا جائے......اور مرد کو دو حصے دیئے جائیں......بارہ بھائیوں کو دھرا دیا جائے......تو بارہ

دوناچوبیس روپے وہ لے گئے......اور ایک روپیہ تجھے مل گیا ہے۔ (۱)

حضرت علی کا حیران کن فیصلہ:

اقضاھم علی......یہ فیصلہ درست ہو چکا ہے......حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں ایک مسئلہ آ گیا......خود حضرت علیؓ کا دورِ خلافت ہے......تین آدمیوں نے کہا......کہ ہم نے تجارت کی ہے......تجارت کر کے واپس آ رہے ہیں......تو نفع میں ہمیں سترہ اونٹ ملے ہیں......اور ان سترہ اونٹوں میں سے ایک بھائی یہ کہتا ہے......میرا حصہ آدھا ہے......دوسرے نے کہا......ان سترہ میں سے میرا ایک تہائی ہے......تیسرے نے کہا......ان سترہ اونٹوں میں سے میرا نواں حصہ ہے......تین حصہ دار ہیں......اونٹ سترہ ہیں......ایک کی تہائی ہے......ایک کا آدھا ہے......ایک کا نواں حصہ ہے......اس کو تقسیم کریں......کہ اونٹ اس انداز میں تقسیم کیے جائیں......کہ کسی اونٹ کو کاٹنا بھی نہ پڑے......کسی اونٹ کو بیچنا بھی نہ پڑے......کسی اونٹ کو باہر بھی نہ نکالنا پڑے......اونٹ سب میں برابر تقسیم ہو جائے......نہ کٹے......نہ بچے......نہ بکے برابر تقسیم ہو جائے......آپ ان اونٹوں کو تقسیم کریں......اب جس کو سترہ کا آدھا ملنا چاہیے......تو اس کو سترہ کے کتنے ملیں گے......؟ ساڑھے آٹھ......! تو ساڑھے آٹھ میں اونٹ کٹتا ہے......نہیں تو پھر اس کو بیچنا پڑے گا......یا پھر اس کو نکال کر اس کو آدھے اونٹ آٹھ دے دو......تہائی کریں......تو یہ پونے چھ کے قریب بنتی ہے......تب بھی اونٹ کٹتا ہے......یا بکتا ہے......یا پھر اس کو علیحدہ کرنا پڑے گا......نواں حصہ نکالو......پونے دو کے قریب بنتا ہے......پھر بھی یہی صورت ہو گی......اس کو ریاضی میں کہتے ہیں اضافی عدد......تو سیدنا علی ابن ابی طالبؓ نے اس اضافی اصول کے تحت سترہ اونٹ لائن میں کھڑے کیے۔

---

(۱) حضرت علی ابن ابی طالب ص۲۸۷ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کراچی

حکماً ارشاد فرمایا...... کہ بیت المال سے ایک اور اونٹ لے آؤ...... اوران سترہ کے ساتھ کھڑا کردو...... اب اونٹ اٹھارہ ہوگئے...... حضرت علیؓ نے فرمایا...... ان اٹھارہ میں تمہارا کتنا حصہ ہے...... پہلے سے پوچھا...... تو اس نے کہا جی میرا آدھا حصہ ہے...... فرمایا آدھے اونٹ تم لے جاؤ...... تو اٹھارہ کے آدھے نو اونٹ چلے گئے...... اور باقی نو بچے...... دوسرے سے پوچھا...... آپ کا کتنا حصہ ہے...... اس نے کہا...... کہ میرا تہائی حصہ ہے...... اٹھارہ کی تہائی چھ بنتے ہیں...... فرمایا چھ تم لے جاؤ...... تو اب کل پندرہ اونٹ چلے گئے...... اب تین اونٹ بچ گئے...... تیسرے سے پوچھا...... تمہارا کتنا حصہ ہے...... ؟ تو اس نے کہا...... کہ میرا نواں حصہ ہے...... تو اٹھارہ کا نواں حصہ دو بنتا ہے...... فرمایا کہ دو اونٹ تو لے جا پندرہ پہلے تقسیم ہو چکے تھے...... نو ایک کو آئے...... جس کا آدھا حصہ تھا...... چھ دوسرے کو آئے...... جس کا تہائی حصہ تھا...... اور دو اِس کو آگئے...... تو سترہ اونٹ تقسیم ہوگئے...... حضرت علیؓ نے فرمایا...... کہ یہ اٹھارواں اونٹ پکڑ کر پھر بیت المال میں باندھ دو۔ (۱)

اَقْضَاهُمْ عَلِی...... یہ فیصلہ بھی علی نے کیا...... اس انداز میں فیصلہ کیا...... کہ دنیا حیران ہوگئی...... اب تقسیم کیا...... کہ سب کے حصے برابر آئے...... سب کو برابر کی چیز مل گئی...... کسی کی حق تلفی نہ ہوئی...... کسی سے زیادتی نہ ہوئی کسی پہ ستم نہ ہوا۔

سیدنا علی کا حیران کن دوسرا فیصلہ:

عام کتابوں میں بھی سیدنا علیؓ کا روٹیوں کی تقسیم کا ایک فیصلہ موجود ہے...... انگلش کی کتابوں میں بھی حضرت علیؓ کا ایک فیصلہ موجود ہے...... حضرت علیؓ کے زمانے میں دو آدمی سفر کر رہے تھے...... کھانا کھا رہے تھے۔

---

(۱) اسد الله ص ۲۳۸ مطبوعه لاهور

ایک تیسرا مسافر بھی ان کے ساتھ آ کر ملکر بیٹھ گیا...... جب روٹی کھا کر فارغ ہوئے......تو اس تیسرے مسافر نے جواُن کے ساتھ آ کر بیٹھا تھا......اس نے ان کو آٹھ درھم دیے...... کہا تم دو آپس میں تقسیم کرلو......تمہاری مہربانی ، میں بھوکا تھا......تم نے مجھے کھانا کھلایا ہے......اب جب انہوں نے آٹھ درھم لے لیے......تو ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا...... ایک آدمی کی ان میں پانچ روٹیاں تھیں......دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں......اب جس کی تین روٹیاں تھیں...... وہ کہتا ہے......کہ درھم برابر تقسیم کریں...... چار تو لے لے آٹھ اور چار میں لے لوں......کھانا جو اکٹھا کھایا ہے...... دوسرا کہتا ہے...... کہ بات غلط ہے......تیری روٹیاں تین تھیں...... جبکہ میری روٹیاں پانچ تھیں...... پانچ درھم میں لیتا ہوں......اور تین درھم تو لے لے آٹھ درھم پورے ہو جائیں گے...... جب ان میں بات بنہ بنی......تو کہنے لگے......کہ چلو امیر المؤمنینؓ کے پاس چلتے ہیں......حیدر کرارؓ کے پاس فیصلہ لے کر چلتے ہیں......پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا......اَقْضَاهُمْ عَلِی......میری امت میں سب سے زیادہ فیصلہ کی صلاحیت اللہ نے حیدر کرارؓ کو دی ہے ......علیؓ سے فیصلہ کرواتے ہیں...... جب علیؓ کے پاس گئے...... حضرت علیؓ نے فرمایا......کہ تو اس کا فیصلہ مان لے اور پانچ درھم اس کو دے دے......اور تین درھم تو لے لے......اگر اس کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا......تو علی کا فیصلہ مہنگا پڑے گا......پھر اس نے کہا......کہ فیصلہ آپ کا میں تسلیم کروں گا ...... بیشک مہنگا پڑتا ہے......تو پڑنے دو...... حضرت علیؓ نے جب فیصلہ کیا......تو انوکھا تھا......فرمایا کہ تم آدمی تین تھے......جن کی روٹیاں تھیں...... وہ دو آدمی تھے......ایک کی پانچ اور دوسرے کی تین......کل روٹیاں آٹھ تھیں......کھانے والے آدمی تین تھے......اب ہر روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا ہر روٹی کے تین حصے بنے ......تو آٹھ تیاں چوبیس (8×3=24) اب چوبیس حصے ہو گئے......تو حضرت علیؓ نے فرمایا......آٹھ حصے تو نے

کھائے..... آٹھ حصے مہمان نے کھائے..... روٹی سب نے برابر کھائی ہے..... اب دیکھ کہ تیری روٹیاں تین تھیں..... تو تین روٹیاں تم تین آدمیوں نے کھائیں..... تو تین روٹیوں کے حصے بنیں گے..... تین تیاں نو (3×3=9) اس میں سے آٹھ حصے تو تو نے کھائے..... باقی ایک حصہ بچا..... جو اس مہمان نے کھایا..... اس کی پانچ روٹیاں تھیں..... تو پانچ تیاں پندرہ (5×3=15) پندرہ میں آٹھ حصے اس نے خود کھائے..... سات حصے مہمان کھا گیا..... علیؓ کا فیصلہ یہ ہے..... کہ ایک آنہ تو لے لے..... اور سات آنے اس کو دے دے..... یہ میرا فیصلہ ہے..... اس فیصلے کو تسلیم کریں۔(۱)

حضرت علیؓ اور ریاضی کا علم:

اَقْضَاهُمْ عَلِی..... اس کی بات مان لینا..... اب علیؓ کی بات مان لے..... حیدر کرارؓ نے فیصلے کیے..... اور شاید بعض لوگوں کو یہ زعم ہوتا ہے..... کہ ہم بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں..... بڑا علم رکھتے ہیں..... یہ دنیا کے تمام علوم اصحاب رسول کی جوتیوں کے صدقے اس امت میں پھیلے ہیں..... ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آتا ہے..... آ کر کہتا ہے علیؓ ایسا عدد بتائیے..... ایسا ہندسہ بتائیے..... کہ جسکو دو سے لے کر سب پر تقسیم کیا جائے..... تو وہ سارا اور برابر تقسیم ہو..... باقی کچھ بھی نہ بچے..... آپ کسی ریاضی والے سے سوال کریں..... وہ اسی وقت عاد اعظم نکالنا شروع کرے گا..... حیدر کرارؓ نے فی البدیہہ فرمایا..... ذو اضعاف اقل نکالے گا..... کیا کیا لمبی چوڑی تقسیمیں کرے گا جمع کرے گا حیدر کرار نے فی البدیہہ فرمایا..... بھائی یہ تو مسئلہ اور زیادہ آسان ہے..... حضرت علیؓ نے اسے فرمایا..... کہ سال کے تیس دن ہوتے ہیں..... فرمایا کہ ہفتے کے سات دن ہوتے ہیں..... سات کو تیس سے ضرب دو 7×30=210 تو یہ دو سو دس دن ہو گئے

---

(۱) تاریخ الخلفاء سیوطی بروایت زربن حبیش ص ۲۰۸، سیر الصحابہ ص ۳۲۱ ج ۱

اور سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں ......دو سو دس کو بارہ سے ضرب دیں 2520=12×210 تو پچیس سو بیس وہ عدد ہے...... جو دو سے لیکر نو تک کسی بھی عدد پر تقسیم کرو برابر تقسیم ہوتا چلا جائے گا...... باقی کچھ نہیں بچے گا...... اللہ نے سیدنا علی ابن ابی طالبؓ کو یہ صلاحیت دی تھی ......اس لیے ہم حیدرؓ کے فیصلوں پر اعتماد کرتے ہیں...... جو فیصلہ علیؓ نے کیا ہم نے اس کو تسلیم کیا۔

سیدنا عثمان کے گھر کے پہریدار:

حضرت عثمان ابن عفانؓ کی جب شہادت کا واقعہ پیش آیا ......آپ لوگ سمجھتے ہیں...... حسنین کو حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے دروازے پر نگران بٹھایا......تو میں بٹھاتا ہوں...... یہ میرا فیصلہ ہے...... میں فیصلہ کرنا چاہتا ہوں...... عثمانؓ حق پر ہے...... بلوائی باطل پر ہیں...... عثمانؓ سچا ہے...... بلوائی جھوٹے ہیں...... تم یہاں پر شیر کے بیٹے ہو...... اگر تم حیدرؓ کے بچے ہو...... تم پیغمبر ﷺ کے نواسے ہو...... میں تمہیں حکما کہتا ہوں...... چچا عثمانؓ کی حفاظت کرنا ......دشمنوں کو اندر مت جانے دینا...... چنانچہ ان شہزادوں نے اتنی حفاظت کی...... کہ دشمن کو دروازے سے جانے کی جرأت نہ ہوسکی...... دوسری طرف سے دیوار پھلانگ کر اندر جا کر اس نے سیدنا عثمانؓ پر قاتلانہ حملہ کیا...... عثمان ابن عفانؓ شہید ہوئے...... فوراً حضرت علیؓ نے بعد میں جو خطبہ ارشاد فرمایا...... اس میں پہلی بات یہی فرمائی...... کہ لوگو......! عثمان کو تم نے شہید کیا ہے...... عثمان کو تم نے قتل کیا ہے...... اللہ کے نزدیک تم مجرم ہو...... اللہ تو گواہ ہو جا...... علی تو قتل عثمان میں بری الذمہ ہے...... عثمان عظیم تھا...... عثمان کاتب وحی تھا...... عثمان جامع القرآن تھا...... عثمان پیغمبر ﷺ کا دوہرا داماد تھا...... عثمان سے بہتر میری موجودگی میں جماعت صحابہ میں سے اس وقت کوئی آدمی نہیں تھا...... یہ حضرت حیدر کرارؓ نے فیصلہ کیا...... امت مسلمہ اس فیصلے کو تسلیم کرتی ہے۔

افضلیت سیدنا ابو بکرؓ:

علیؓ نے ابو بکرؓ کو افضل کہا ......ہم تسلیم کرتے ہیں......علیؓ نے عثمانؓ کی فضیلت کو بیان کیا......ہم نے تسلیم کیا......پوچھا گیا......ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......سب سے زیادہ افضل کون ہے......؟ فرمایا کہ لوگو......! پیغمبر ﷺ کی پوری امت میں ابو بکرؓ افضل ہے ......محمد علی ابن حنیفہؒ کے بیٹے نے کہا ابو......! پھر کون افضل ہے......؟ فرمایا......کہ عمرؓ افضل ہے......کہا......ثم انت یا ابت......؟ پھر آپ ہیں......؟ فرمایا...... مَاأَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ......میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں......(۱) پھر اگر کسی کا مقام ہے......تو وہ عثمان ابن عفانؓ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں ایک پوری تقریر حضرت علیؓ کی نقل کی ہے......ایک سائل نے سوال کیا......کہ علی! یہ کیا ہوا......کہ کچھ لوگ کہتے ہیں......کہ ابو بکرؓ، عمرؓ عثمانؓ کی حکومتیں حق پر نہ تھیں ......اور آپ کی حکومت حق پر ہے......یہ کیا بات ہے......؟ فرمایا......کہ وہ لوگ غلط کہتے ہیں......میں نے اپنی زندگی میں حضور ﷺ کو دیکھا تھا......کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی زندگی میں صدیقؓ کو مصلی پر کھڑا کیا......میں نے اسی لیے ابو بکرؓ کی حمایت کی تھی ......صدیقؓ کے بعد عمرؓ سے بہتر اس امت میں کوئی نہیں تھا......میں نے فاروقؓ کی حمایت کی تھی ......فاروقؓ کے جانے کے بعد عثمانؓ سے بہتر کوئی نہیں تھا......تو میں نے عثمان ابن عفانؓ کی حمایت کی تھی ......عثمان کے جانے کے بعد اب میں سمجھتا ہوں ......اس پوری امت میں جو اعزاز اللہ نے مجھے عطاء کیا ہے......وہ کسی کو نہیں عطا کیا...... اسی لیے میں نے خود خلافت کا اعلان کیا ہے......اب لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے......اور میں نے اس بیعت کو قبول کیا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری ص۵۱۸ ج۱، شیعیت مؤلف ڈاکٹر محمد البنداری ص۴۵۹ تا ۴۶۰، کنز العمال ص۵ ج۱۳

صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے ہوتے ہوئے میں نے اس کو قبول نہیں کیا تھا...... یہ میرا فیصلہ تھا ...... کہ صدیقؓ خلیفہ ہو...... یہ بھی میرا فیصلہ تھا...... کہ عمرؓ خلیفہ ہو...... یہ علیؓ کا فیصلہ تھا...... کہ عثمان ابن عفانؓ خلیفہ ہو...... میں نے اپنی زندگی میں یہ خلافت کے فیصلے کیے...... پیغمبر ﷺ نے وہ تقسیم بتائی تھی...... کہ جس کے متعلق علی ابن ابی طالبؓ نے کہا تھا۔

صحابہؓ کے دشمنوں کا قتل عام:

حضرت علیؓ کا ایک عجیب اور آخری فیصلہ بتاتا ہوں ...... کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک پیشین گوئی ارشاد فرمائی ...... دار قطنی حدیث کی ایک کتاب ہے...... اس میں بھی یہ حدیث موجود ہے...... اور امام بیہقی نے بھی اس کو نقل کیا ہے...... حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا ...... کہ اے علی...... یَاْتِیْ مِنْ م بَعْدِیْ قَوْمٌ...... میرے چلے جانے کے بعد ایک قوم پیدا ہوگی...... اور اس میں یہ الفاظ ہیں...... علی وہ ایسے لوگ ہونگے...... ھُمْ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ...... وہ لوگ میرے صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہونگے...... فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو طعن کا نشانہ بنائیں گے...... علیؓ! اگر وہ تیرے زمانے میں پیدا ہو جائیں...... تو انہیں قتل کرنا...... اس لیے کہ وہ کافر اور مشرک ہونگے...... جو صحابہؓ کو گالیاں دیں...... حضور ﷺ نے کیا فرمایا...... کہ وہ کون ہونگے......؟ کافر اور مشرک ہونگے...... میں سوال کرتا ہوں...... آپ سے کہ مشرک مسلمان ہوتا ہے...... یا کافر......؟ (کافر) تو صحابہؓ کے دشمن کو سب سے پہلے کافر کس نے کہا......؟ (حضور ﷺ نے کہا) اور حضور ﷺ نے کس کو کہا......؟ (حضرت علیؓ کو) یہ فیصلہ علیؓ کا بھی ہے...... کہ صحابہؓ کا دشمن کافر ہے...... اور یہ فیصلہ نبی ﷺ کا بھی ہے...... کہ صحابہؓ کا دشمن کافر ہے...... حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کی نشانیں بتائیں ...... کہ لَایَشْھَدُوْنَ الْجَمَاعَۃَ وَلَاالْجُمُعَۃِ...... کہ نہ تو وہ جماعت میں شریک ہونگے...... اور نہ وہ جمعہ میں شریک ہوں گے...... وہ جماعت

کے ساتھ نماز نہیں پڑھیں گے ...... ان کی جماعت ہوگی نہیں ...... وہ جماعت سے جدا ہونگے ...... دنیا میں کوئی عبادت ایسی نہیں ...... کہ جس میں کسی کو مارا جائے ...... اور وہ عبادت تصور کی جائے ...... کائنات میں صرف ایک ہی فرقہ ہے ...... کہ جس کے نزدیک سینہ پیٹنا بھی عبادت ہے ...... یہ بھی ایک عجیب عبادت ہے ...... ہر آدمی اپنی عبادت اپنی عبادت گاہ میں جا کر کرتا ہے ...... آپ عبادت مسجد میں کرنے کے لیے آتے ہیں ...... وہ ایک ایسی عبادت ہے ...... کہ جو چلتے پھرتے بازاروں میں ہوتی ہے یہ سمجھ میں نہیں آتی ہندو اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرے ...... یہودی اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرے ...... سکھ اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرے ...... ہندو اپنے مندروں میں عبادت کے لیے جائے سکھ اپنے گرجے میں عبادت کے لیے جائے ...... یہودی اور عیسائی اپنے کلیسا میں عبادت کے لیے جائیں ...... مسلمان مسجد میں عبادت کے لیے آئیں۔

اگر یہ کوئی عبادت ہے ...... تو امام باڑے میں ہونی چاہیے ...... بازاروں میں نہیں ہونی چاہیے ...... عبادت عبادت کی جگہ پر ہو ...... حضور ﷺ نے فرمایا ...... کہ اے علی! وہ جمعہ میں شریک نہیں ہونگے ...... اگر تو ان کو پالے تو ان کو قتل کر دینا ...... چنانچہ علی ابن ابی طالبؓ کے زمانے میں چالیس ایسے کافر پیدا ہوئے ...... جو حضرت علیؓ کو کہتے تھے ...... کہ اے علی ...... اَنْتَ اِلٰهُنَا ...... تو ہمارا اللہ ہے ...... ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ حق پر نہیں تھے ...... تو حق پر ہے ...... علی ...... ! وہ جھوٹے تھے تو سچا ہے ...... (معاذ اللہ) حضرت علیؓ نے ان چالیس آدمیوں کو لائن میں کھڑا کر دیا ...... یہ علیؓ کا فیصلہ ہے ...... چالیس آدمیوں کو لائن میں کھڑا کر کے حضرت علیؓ نے ایک ایک سے پوچھا ...... کہ میرے متعلق تم کیا کہتے ہو ......؟ انہوں نے کہا ...... کہ ہم تجھے اپنا خدا مانتے ہیں ...... سیدنا علیؓ نے چالیس آدمیوں کی گردنیں قلم کیں ...... علیؓ کا غصہ صرف یہاں تک ختم نہیں ہوا ...... کہ ان کو قتل کیا ...... اور پھر ان کو آگ میں بھی جلا دیا۔

علماء نے لکھا ہے...... کہ آگ میں جلانے کا عذاب اللہ کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا...... لیکن یہ مجھے کہنے دو...... کہ حیدرؓ نے یہ عذاب ان کو دیا ہے...... جو صحابہؓ کے دشمن ہیں...... قیامت تک عذاب اس قوم کو ملتا ہے...... علیؓ نے ان کو مارا...... وہ اپنے آپ کو خود مارتے ہیں...... علیؓ نے ان کو جلایا...... آج تک آگ پر ماتم کرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو خود جلاتے ہیں...... یہ علیؓ کا فیصلہ ہے...... تو ہم نے حیدر کرارؓ کے فیصلے کو تسلیم کیا ہے...... علیؓ امت کا سردار...... علیؓ اہلسنت کا امام...... علیؓ ہمارا مقتدیٰ...... علیؓ ہمارا پیشوا...... علیؓ ہمارا رہنما...... علیؓ ہماری عظمتیں...... علیؓ ہمارے سر کا تاج ہے...... علیؓ حیدر کرار...... علیؓ صاحب ذوالفقار...... علیؓ حسنین کریمینؓ کے والد ماجد...... علیؓ فاطمۃ الزہراءؓ کے شوہر نامدار...... علیؓ مصطفیٰ ﷺ کے برادر ہیں...... علیؓ بہادر ہیں...... علیؓ حیدر ہیں...... علیؓ صفدر ہیں...... علیؓ نڈر ہیں...... علی شیر ببر ہیں...... علیؓ فاتح خیبر ہیں...... وہ علیؓ ہے جو عظمتوں کا مالک ہے...... وہ علیؓ جو خلافتِ راشدہ کا چوتھا تاجدار ہے...... وہ علیؓ ہے...... کہ جس کا بچپن نبی ﷺ کی گود میں...... وہ علی کہ جس کی جوانی نبوت کے ساتھ...... وہ علیؓ جس کے فیصلوں کو صدیقؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے تسلیم کیا ہے...... وہ علیؓ جس کے فیصلے کو پوری امت مسلمہ نے تسلیم کیا ہے...... اس علیؓ کی عظمتوں کو سلام کرنا اہلسنت کے ایمان کا جز ہے۔ (مزید خصوصیات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے مطالعہ کے لئے خطبات ندیم جلد دوم ملاحظہ فرمائیں)

جنت کی ضمانت:

ابوبکر صدیقؓ حیدرؓ کو ایک مرتبہ دیکھ کر مسکرائے ...... تو حضرت علیؓ نے فرمایا کیا ہوا...... کہ مجھے دیکھ کر ہنستے ہو......؟ صدیق اکبرؓ نے کہا...... کہ میں نے پیغمبر ﷺ سے سنا تھا...... جو میرے علیؓ کو دیکھ کر خوش ہو...... میں محمد ﷺ اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں......

صدیق آج تجھے دیکھ کر خوش ہو رہا ہے...... کہ تو پیغمبر ﷺ کا بھائی ہے...... میرے سامنے آیا ہے...... میں تجھے دیکھ کر مسکرا کر اپنے آپ پر جنت کو واجب کرانا چاہتا ہوں...... ہم صدیقؓ کی سنت کے مطابق علیؓ پر خوش ہیں...... علیؓ اس امت پر خوش ہیں...... اللہ ہم سب کو سیدنا حیدر کرارؓ کے سچے عاشقوں میں پیدا کرے...... اور ان کی اتباع کی توفیق عطاء فرمائے۔

(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

معراج النبی ﷺ

خطبہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَمِ......بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّه مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ......قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَبِیَدِیْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَافَخْرَ اَنَا آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ وَمَسْجِدِیْ آخِرُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَآءِ...... وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اُعْطِیْتُ لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ الْاَشْیَآءَ وَالصَّلٰوَاتِ الْخَمْسَ وَخَوَاتِیْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَالشَّفَاعَةَ اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

تمہید:

......قابل صد اعزاز و تکریم......!

......بزرگو، دوستو اور بھائیو......!

اور جہاں تک میری آواز جارہی ہے......اور اگر سن رہی ہیں......تو میری پردہ نشین غیرت

مند مائیں وبہنیں اور بیٹیاں..... سب سے یہ گذارش ہے.....کہ ہر محفل میں بیٹھنے کے سننے کے کچھ آداب ہوتے ہیں.....اور قرآن مجید کی محفل اس معاملہ میں سب سے زیادہ حساس ہوتی ہے.....کہ اگر اس کو توجہ اور انہماک سے نہ سنا جائے.....تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت جو اُن پر بھیجنا چاہتے ہیں.....اسے اٹھا لیتے ہیں.....اس لیے اس محفل کے آداب میں سب سے بڑی جو بات ہے.....کہ جب تک دُعا نہ ہو.....کوئی دوست اٹھ کر اِدھر اُدھر جانے کی کوشش نہ کرے۔

دوسری گذارش یہ ہوگی.....کہ دُعا چونکہ عبادت کا نچوڑ ہے.....جلسہ کے دوران یہ بہت ہی قبیح اور مکروہ عمل ہے.....کہ کوئی آکر بات کرتا ہے.....کوئی اُٹھتا ہے.....کوئی بیٹھتا ہے.....اس لیے میرے ہر کلمہ پڑھنے والے مسلمان سے درخواست ہے.....کہ اللہ کے قرآن کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے باادب گفتگو سنیں۔

ماہ رجب المرجب کے اہم واقعات:

قابل قدر دوستو اور بھائیو.....! یہ رجب المرجب کا مہینہ ہے.....اس مہینے میں اسلامی تاریخ کے حوالے سے بہت سارے واقعات ہیں.....ان میں سے ایک واقعہ امیر المؤمنین خال المسلمین سیدنا امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کا ہے.....اسی طریقے سے قائد اور فقیہ اُمت جناب سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا انتقال اسی مہینہ میں ہے.....ایسے ہی قاضی امت جناب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ جن کو سرور کائنات ﷺ نے اَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ (۱) پوری امت کا جج اور چیف جسٹس کہا.....ان کی ولادت باسعادت اسی مہینہ میں ہے.....ان اہم واقعات میں سب سے زیادہ اہم واقعہ یہ ہے.....کہ یہ مہینہ

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۵۵۶ ج ۲، مسند ابی یعلی الموصلی ص ۱۶۲ ج ۵

اللہ کے محبوب ﷺ کی معراج کا ہے......اللہ نے اس مہینہ میں اپنے محبوب ﷺ کو اپنی ملاقات کا شرف بخشا ہے......میں مناسب سمجھتا ہوں......کہ محبوب خدا ﷺ کی سیرت کا تذکرہ معراج کی مناسبت سے تھوڑا سا ہو جائے۔

ظاہری و باطنی معراج میں فرق:

معراج النبی ﷺ کے حوالے سے علماء نے لکھا ہے......کہ معراج کی دو قسمیں ہیں......ایک ظاہری معراج اور ایک باطنی معراج......معراج کا معنیٰ ہے......عروج اور بلندی پر جانا......ایک ظاہری بلندی ہوتی ہے......اور ایک باطنی بلندی ہوتی ہے......ظاہری معراج یہ ہے......کہ آپ حضرات بیٹھے ہیں......اور اسٹیج پر علماء اور بزرگ بھی تشریف فرما ہیں......اور آپ نیچے بیٹھے ہیں......یہ ظاہری معراج ہے۔

باطنی معراج یہ ہوتی ہے......کہ مرشد بھی چٹائی پر بیٹھا ہے......مرید بھی اس کے ساتھ اسی جگہ پہ بیٹھا ہے......امام بھی اسی مصلے کے قریب زمین پر بیٹھا ہے......مقتدی بھی مسجد میں اس زمین پہ بیٹھا ہے......بیٹھے دونوں زمین پر ہیں......استاد بھی وہیں......شاگرد بھی وہیں......باپ بھی وہیں......بیٹا بھی وہیں......بیٹھے تو ایک ساتھ ہیں......آمنے سامنے ہیں......لیکن یہ ساری دنیا جانتی ہے......کہ جو حیثیت امام کی ہے......وہ حیثیت مقتدیوں کی نہیں ہے......یہ پوری دنیا جانتی ہے......کہ جو عظمت باپ کو اللہ نے عطاء کی ہے......بیٹا اس کی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اللہ کے محبوب کو عطا کردہ معراج:

اللہ نے محبوب کو ظاہری معراج بھی عطاء کیا باطنی معراج بھی عطاء کیا ہے......باطنی معراج یہ عطاء کیا......کہ صحابہ رضی اللہ عنہم زمین پر بیٹھتے تھے......محبوب بھی اسی چٹائی پر بیٹھتے تھے......صحابہ بھی روکھی سوکھی پر گزارا کرتے تھے......محبوب بھی فقر و فاقہ پر گزارہ کرتے

تھے...... صحابہؓ کے بھی پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہوتے تھے...... آقا کے پیٹ پر بھی دودو پتھر کی چٹانیں بندھی ہوئی ہوتی تھیں...... فاتے محبوب ﷺ نے بھی برداشت کیے......اور حضور ﷺ کے یاروں نے بھی برداشت کیے......رہتے دونوں اکٹھے ہیں...... بیٹھے دونوں ایک ساتھ ہیں...... آقا ﷺ اور مرید سارے زمین پر ہیں......لیکن یہ پوری کائنات جانتی ہے...... جو مقام مصطفیٰ ﷺ کا ہے...... وہ مقام کائنات میں کسی کا نہیں ...... یہ تو باطنی معراج تھا......اور ظاہری معراج یہ ہے...... کہ آدمؑ سے عیسیٰؑ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار فرش پر بیٹھے ہیں......اللہ کے محبوب ﷺ عرش پر پہنچے ہیں۔

عرش بریں پر معراج کرانے میں حکمت:

اب ایک اور بات سمجھیں ...... ہر نبی کو معراج زمین پر ہوا......لیکن آمنہ کے دریتیم کو معراج عرش بریں پر کرایا گیا......اس کی حکمت کیا ہے؟ علماء نے لکھا ہے...... کہ جس کی جہاں حکومت ہوتی ہے......وہ وہیں سیر کرتا ہے دیکھتا ہے۔

- اے سی صاحب...... اپنی تحصیل کا معائنہ کریں گے
- ڈی سی صاحب...... اپنے ضلع کا معائنہ کریں گے
- کمشنر صاحب...... اپنے ڈویژن کی سیر کریں گے
- گورنر صاحب...... اپنے صوبے کو دیکھے گا
- صدر مملکت...... اپنی مملکت کو دیکھے گا

جس کی جہاں حکومت ہوتی ہے......اس کی اس جگہ سیر گاہ ہوتی ہے......وہ اس علاقے کو دیکھتا ہے......اس کا معائنہ کرتا ہے......اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

آدمؑ کی نبوت بھی زمین پر...... معراج بھی زمین پر

نوحؑ کی نبوت بھی زمین پر...... معراج بھی زمین پر

ابراہیمؑ کی نبوت بھی زمین پر......معراج بھی زمین پر

جناب یوسف ......جناب یونس ......جناب زکریا......جناب دانیال ......جناب الیاسؑ ......جناب شیثؑ ......جناب ادریسؑ ......جناب یعقوبؑ ......جناب سلمانؑ ......جناب داؤدؑ ......(وغیرہم) ان تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت بھی زمین پر تھی......اور معراج بھی زمین پر کرایا گیا۔

مگر جب باری آئی آمنہ کے لال کی......صاحب جمال وکمال کی......محبوب ذوالجلال کی......فخر الرسل کی......ھادی سبل کی......مولائے کل کی......شاہ جمل کی......ختم الرسل کی......امام الاولین والآخرین کی......راحت العاشقین کی......مراد المشتاقین کی......محبوب رب العٰلمین کی......میرے آقا ﷺ کی نبوت صرف زمین پر نہیں......بلکہ عرش بریں پر بھی ہے......اس لیے محبوب ﷺ کا معراج زمین پر بھی ہے اور عرش بریں پر بھی ہے۔

ایک بات اور سمجھیں......ہر نبی کا معراج زمین پر بصورت امتحان ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود کی عظمت:

یہ آپ کی ایک بہت بڑی دینی درسگاہ ہے......جامعہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور اس صحابیؓ کی مناسبت سے ہے......جس کو حضور ﷺ نے پوری اُمت کا فقیہ کہا ہے......بلکہ ایک روایت بڑی عجیب ہے......کہ جو کچھ تمہیں ابن مسعودؓ دے اس سے لیا کرو......(۱) اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں دیتا......ہر وہ چیز دے گا جو میں محمد ﷺ اسے دے رہا ہوں۔

---

(۱) مستدرک حاکم ص۳۱۹ ج۳

توجہ سے بات کو سمجھنا ...... فرمایا اس کا کہا ہوا میرا کہا ہوا ہوگا ...... اس لیے اس پر اعتماد کرنا ...... مجھ سے سے پہلے حضرت نے وہ حدیث بیان فرمائی ...... کہ ابن مسعود ؓ "صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَ الْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ" ہیں ......(۱) حضور ﷺ کا مسواک حضور ﷺ کا تکیہ ...... رحمت کائنات ﷺ کی جوتی مبارک ...... آپ ﷺ کے وضو کے پانی کا سامان ...... حضرت ابن مسعود اٹھایا کرتے تھے ...... میں نے اگر زندگی میں ایک مرتبہ حضرت درخواستی کی جوتی سیدھی کی ہو ...... تو میں پوری دنیا کو کہتا ہوں ...... کہ میں وہ خوش نصیب ہوں ...... کہ میں نے حضرت درخواستی کی جوتی سیدھی کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا امت محمدیہ پر احسان:

میں طالب علمی کے زمانے میں پڑھتا تھا ...... تو ہمارے مدرسہ میں ایک مرتبہ حضرت یوسف بنوری ؒ تشریف لائے ...... جس کے مہتمم مولانا محمد عثمان صاحب جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل عالم تھے ...... انہوں نے حضرت بنوری ؒ کی جوتی سیدھی کی تو میں سوچتا تھا ...... یہ کتنا بڑا عالم ہوگا ...... کہ میرا مہتمم جن کی جوتی سیدھی کر رہا ہے۔

بھائی ......! تم اگر کسی عالم کی ایک دن جوتی اٹھاؤ ...... تو زندگی بھر ناز کرتے رہو ...... اے ابن مسعود ؓ ......! تیرے تقدس کو سلام ...... کہ تو نے تئیس سال تک حضور ﷺ کے جوتوں کو سیدھا کیا ہے ...... وہ پہلی صف کے نمازی تھے ...... ابن مسعود ؓ نے اللہ کے نبی ﷺ کو نماز میں جتنے قریب سے دیکھا ہے ...... دنیا میں اتنا کسی نے نہیں دیکھا ...... اور جب بھی کوئی بات فرماتے تو فرمایا کرتے تھے "أَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" کیا میں تجھے حضور ﷺ کی نماز پڑھ کے نہ دکھاؤں ......(۲)

---

(۱) صحیح البخاری ص۵۳۱ ج۱ (۲) یہ مکمل حدیث اکثر کتب حدیث میں صحیح اسناد کے ساتھ موجود ہے مختصر بحث اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

میں تم کو نبی کا عمل اس حوالے سے نہ سمجھاؤں...... میں تمہیں پیغمبر ﷺ کا طریقہ اس حوالے سے نہ دکھاؤں......ابن مسعودؓ نے ہر وہ بات کہی...... جو اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو سکھائی ہے۔

(بقیہ حاشیہ)حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمان بن الاسود عن علقمه قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ فصلى فلم يرفع يديه الا فی اول مرة قال وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسىٰ حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعين وهو قول سفيان واهل كوفة

علقمہ بن قیس نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں اسی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں جس طرح رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے؟(یہ کہہ کر انہوں نے) نماز پڑھی تو رفع یدین ایک (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نہیں کیا، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول یہ حدیث حسن ہے اور بہت سارے اہل علم صحابہ وتابعین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں اور یہی بات مشہور امام حدیث وفقہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کہتے ہیں(جامع ترمذی ص۵۹ ج۱ رجالہ رجال مسلم)یہی حدیث (سنن ابی داؤد ص۱۰۹ ج۱ ورجالہ رجال الصحیحین، مسند امام احمد ص۲۵۱ ج۵ و ص۱۱۵ ج۶)پر بھی موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت بلاغبار صحیح ہے اور اس کی صحت پر جو اشکالات کیے گئے ہیں وہ اصول محدثین کی رو سے بے بنیاد ہیں،جماعت غیر مقلدین کے نامور محدث شیخ البانی پوری قوت کے ساتھ لکھتے ہیں والحق انه حديث صحيح واسناده صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة يصلح التعلق بها ورد الحديث من اجلها۔حق بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اوراس کی سند علی شرط مسلم صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث میں علت نکالی ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جسے دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکے اور اس کی بناء پر حدیث کو رد کردیا جائے(مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق الشیخ البانی ص۲۵۴ ج۱) یہی حدیث شرح معانی الآثار میں بھی موجود ہے (ص۱۳۳ ج۱ واسنادہٗ قوی)عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی روایت مسند امام ابی حنیفہ میں بھی ہے (ص۱۰۱ ج۱ رجالہٗ کلھم ثقات)السنن الکبریٰ للبیہقی میں بھی ہے (ص۷۹۔۸۰ ج۲ وقال الحافظ ابن الماردینی اسنادہ جید) یہ معمولی سی بحث صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت پر ہے ورنہ ترک رفع یدین پر احناف کے پاس درجنوں احادیث ہیں جبکہ غیر مقلدین کے پاس اپنے دعوے کے مطابق ایک بھی صحیح صریح مرفوع غیر معارض حدیث نہیں ہے تاقیامت چیلنج ہے

میں تم کو نبی کا عمل اس حوالے سے نہ سمجھاؤں...... میں تمہیں پیغمبر ﷺ کا طریقہ اس حوالے سے نہ دکھاؤں...... ابن مسعودؓ نے ہر وہ بات کہی...... جو اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو سکھائی ہے۔

ایک عجیب بات بتاتا ہوں...... جب کوفہ پہلی دفعہ آباد ہونے لگا...... (۱) یہ بھی ایک دشمنوں کی وبا ہے...... کہ ہر بات پر کہتے ہیں کوفہ تو بغاوت کا شہر ہے...... کوفی یوفی، کوفی لا یوفی...... (۲) یہ کسی بدمعاش کی کہاوت ہوگی...... کسی بے دین کی کہاوت ہوگی...... ابو جہل کس شہر میں رہتا تھا......؟ (مکہ میں) مکہ فضیلت کا شہر ہے یا بدبختی کی جگہ ہے......؟ (فضیلت کا شہر) کیوں......؟ ابو جہل بھی افضل ہے؟ (نہیں) بھائی پھر بھی مکہ افضل ہے اگرچہ لاکھوں ابو جہل اکٹھے ہو جائیں۔ (۲)

یاد رکھنا مکہ اللہ کے انوارات وتجلیات کا مرکز ہے...... رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا مسکن ہے...... محبوب کی آمد کا شہر ہے...... اس لیے نبی کی نسبت سے ہم دیکھیں گے...... ہمیں ابو جہل کی نسبت کی ضرورت نہیں...... ہاں ابو جہل کے گھرانے والے اس کی نسبت سے دیکھیں۔

---

(۱) حضرت عمرؓ نے جب عراق میں کوفہ کی چھاؤنی قائم کی اور وہاں نہایت اونچے درجہ کے لوگوں کو جو عرب کا دماغ سمجھے جاتے تھے آباد کیا تو آپ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط میں لکھا کہ عرب کا دماغ اور ان کے سر کی چوٹی ہو میں تمہارے پاس عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم بنا کر بھیج رہا ہوں بخدا میں نے عبداللہ کو تمہارے پاس بھیج کر اپنے اوپر ترجیح دی ہے (ورنہ میں انہیں اپنے پاس رکھتا) رواہ الحاکم فی المستدرک آثارالتشریع ص ۱۷۵ ج ۲، تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶ ج ۱)

(۲) کفر و غرور کا سب سے بڑا ڈھیر ابو جہل آپ کے ہاتھوں سے مارا گیا، دیکھئے باب قتل ابی جہل صحیح البخاری ص ۵۶۵ ج ۲)

مدینہ کو رسول اللہ ﷺ کی نسبت:

عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین مدینہ میں رہتا تھا...... لیکن اس کو کوئی منافقوں کا شہر نہیں کہتا...... ہر آدمی مدینے کو پیغمبر کی نسبت سے دیکھتا ہے...... کہ جس کی جس سے نسبت ہو...... وہ اس کی اسی نسبت سے لاج رکھتے ہیں...... ہمیں اس سے محبت ہے...... کہ پیغمبر ﷺ اس شہر میں تشریف لائے...... پیغمبر ﷺ کی ہجرت کا مرکز بنا...... نبوت ﷺ کے وصال کا مرکز بنا...... آج تک پیغمبر ﷺ کی آرام کی جگہ "مدینۃ الرسول" ہے اسی لیے مدینہ طیبہ ہے...... مدینہ کعبہ ہے...... مدینہ مصافہ ہے...... مدینہ منورہ ہے...... مدینہ دارالسلام ہے...... مدینہ دالرالرحمت ہے...... مدینہ دارالبرکت ہے مدینے کی مٹی ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے...... "فِیْ غُبَارِ الْمَدِیْنَةِ الشِّفَآءُ مِنْ كُلِّ دَآءٍ"(۱)

حضور ﷺ نے فرمایا...... مدینہ کا غبار ہر بیماری کی شفا ہے۔

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّمُوْتَ فِی الْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ فِيْهَا وَمَنْ مَاتَ فِی الْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا وَّشَهِيْدًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ(۲)

تم میں سے جس کو طاقت ہو...... وہ دولت چھوڑ کر مدینے کی زندگی قبول کر لے...... مدینے کی موت قبول کر لے...... جس کو مدینے میں موت آئی...... قیامت کے دن میں محمد اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں ساتھ لے جاؤں گا۔

---

(۱) اسی قسم کی احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ آپ کو ان کتب میں مل سکتی ہیں (بخاری ص ۸۵۵ ج ۲، مسلم ص ۲۲۳ ج ۲) امام بن موفل ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ یا سکینہ کا غبار جذام جیسے لاعلاج مرض کے لیے باعث امن وسکون ہے (تذکرۃ الخلیل ص ۳۹۶)

(۲) صحیح المسلم ص ۴۴۴ ج ۱ فضائل مدینہ پر آپ دیگر احادیث دیکھ سکتے ہیں، مؤطا امام مالک ص ۵۵۰ ج ۲، المحلی ص ۲۸۶ ج ۷، ترمذی ص ۲۲۹ ج ۲، کنز العمال ص ۲۴۶ ج ۱۲ وغیرھا

مسئلہ سمجھیں...... مدینہ کی عظمت محبوب کی نسبت سے ہے...... کیا عبداللہ بن ابی ابن سلول کی بدبختی کی وجہ سے مدینے کو بُرا کہو گے......؟ بھائی جو ابن ابی کے یار ہیں...... وہ اس نسبت سے اس کو یاد کریں...... ہم تو محبوب ﷺ کے غلام ہیں...... مدینہ کو نبی ﷺ کی نسبت سے یاد کریں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کی وجہ سے کوفہ کی عظمت:

ایک دعا محبوب ﷺ نے کعبے کی چوکھٹ کو پکڑ کر مانگی ہے...... اے اللہ عمر دے ...... نبی ﷺ نے عمر مانگا...... تو فاروق اعظمؓ آیا۔

تاریخ گواہ ہے...... ایک دعا علی ابن طالبؓ نے مانگی تھی...... نبی ﷺ کی دعا میں فاروق اعظم آیا...... اور علیؓ کی دعا میں امام اعظم ابوحنیفہ آیا۔(۱)

---

(۱) اللہ نے آپ کو علمی کمالات سے نوازاتھا، تمام علوم کو امام ابوحنیفہؒ نے سمیٹ لیا تھا، حضرت عبدالرحمان المقری ۲۱۳ھ جب آپ سے روایت کرتے توفرماتے کہ یہ حدیث مجھے اس شخص نے بیان کی جو فن حدیث میں بادشاہوں کا بادشاہ تھا،

خطیب بغدادیؒ ۴۶۳ھ لکھتے ہیں کان اذا حدث عن ابی حنیفة قال حدثنا شاھنشاہ(بغدادی ص۳۴۵ج۱۳)

امام شافعی کو دیگر مسائل میں حضرت امام صاحب سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن وہ بھی برملا کہتے ہیں کہ سب علماء فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں "من ارادالفقہ فھو عیال ابی حنیفة"(الانتقادابن عبدالبرص۱۳۶)

کوفہ جس کو حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کے ذریعے علم کی روشنی سے منور کیا تھا اسی کوفہ میں اہلٹ تاراحضرت امام ابوحنیفہ کی شکل میں بھی چمکا، مشہوراورقدیم مؤرخ ابن ندیم فرماتے ہیں "والعلم براً وبحراً شرقاً وغرباً بعداً وقرباً تدوینہ رضی اللہ عنہ" خشکی اور سمندر مشرق اور مغرب بعد اور قرب میں علم حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ہی مدون اور مرتب کردہ ہے (الفہرست ص۲۹۹ بحوالہ الکلام المفید ص۲۵۳)

اب فاروق اعظمؓ نے سب سے پہلے اس کوفے شہر کی بنیاد رکھی......اور وہاں کے لوگوں نے کہا......کہ ہمیں کوئی معلم دیں......جو ہمیں دین سکھائے......عمر بن خطابؓ فرمانے لگے......لوگو! عبداللہ ابن مسعودؓ کی ضرورت تو مدینے کو ہے......کیونکہ اس سے بڑا فقیہ اُمت میں کوئی نہیں...... چونکہ وہ نیا شہر آباد ہو رہا ہے......وہاں منافقوں کی نظریں بہت زیادہ ہیں...... وہ گڑبڑ کرنا چاہتے ہیں......اس لیے ابن مسعود کی بھیج رہا ہوں......تاکہ وہاں شہر میں کسی منافق کو گڑبڑ کرنے کی جرات نہ ہو......ابن مسعودؓ سے دین سیکھنا...... یہ وہی دین سکھائیگا......جو مدینہ میں محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا تھا"۔

یاد رکھیں......حضرت عمرؓ نے وہاں علم کی شمع جلائی......ابن مسعودؓ سے اور جب علی ابن ابی طالبؓ کا دور آیا ......تو حضرت علیؓ نے اُمت کی ضرورت سمجھی......کہ اس مدینے کے مرکز کو کوفہ میں منتقل کردوں......تاکہ وہاں کے لوگوں کو علم دین پورے طریقے سے پہنچایا جاسکے......تو پھر علی ابن ابی طالبؓ نے اس کو پروان چڑھایا......اب کوفہ عمرؓ کی دعاؤں کا مرکز......ابن مسعود کی فقاہت کا مرکز......علیؓ کی شجاعت وخلافت کا مرکز جب یہ تینوں چیزیں اکٹھی ہوئیں......تو اللہ نے چوتھا آدمی پیدا کیا......جس کا نام نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ تھا......جس کے سینے میں عمر بن خطاب کی عدالت تھی......ابن مسعودؓ کی فقاہت رب نے اس کے سینے میں رکھی......علیؓ کی شجاعت وقضاء رب نے اس کے سینے میں رکھی......ان تمام چیزں کا مرکز امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سینے میں آیا......ابوحنیفہؒ نے کوفہ کو عظمت دی ہے......(۱)

---

(۱) کوفہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فاتح عراق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک چھاونی کے طور پر بسایا تھا اور اس میں عرب کے مختلف قبیلوں نے اپنے محلے بنالیے تھے اس سے قبل یہ علاقہ سورستان کہلاتا تھا کوفہ قرون اولیٰ کی تاریخ اسلام کا بڑا اہم مرکز رہا ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اب گویا جو عمرؓ کو ماننے والا ہے......ابن مسعودؓ کو ماننے والا ہے، علیؓ کا ماننے والا ہے......ابو حنیفہؒ کا ماننے والا ہے......ہم اس نسبت سے کوفے کو یاد کرتے ہیں...... اگر کوئی حسینؓ کا دشمن ہے......تو وہ اپنی نسبت سے یاد کرے۔

آپ کو پتا ہونا چاہیے......کہ خارجی اکثر کوفی لایوفی کہتے ہیں......(بے شک) کوفے پر تنقید وہ کرتے ہیں...... جو حسینؓ پر تنقید کرتے ہیں......کبھی آپ اس کی تہہ میں جائیں......ان لوگوں سے تحقیق کریں......تو پتا چلے گا......کہ امام حسینؓ کو بلا کر غداری سے شہید کرنے والا کچھ سبائی منافقوں کا ٹولہ تھا......سارا شہر کوفہ نہ تھا۔

انبیاء کا معراج بصورت امتحان:

بات کر رہا تھا......کہ سب کا معراج زمین پر مگر حضور ﷺ کا معراج آسمان پر، سب کا معراج یہاں کیوں......؟ اور آقا ﷺ کا معراج وہاں کیوں......؟ ایک بات تو میں نے ابھی بتائی......اس لیے کہ جس کی جہاں نبوت ہو وہاں اسکا معراج ......ان تمام کی نبوت زمین پر ہے......اس لئے ان کا معراج بھی زمین پر......آقا ﷺ کی نبوت زمین پر بھی اور عرش بریں پر بھی ہے......تو حضور ﷺ کا معراج زمین پر بھی اور عرش بریں پر بھی ہے۔

امتحان میں کامیابی:

اب اگلی بات سمجھیں......ہر نبی کا معراج زمین پر بصورت امتحان......

(سابقہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) پہلی اور دوسری صدی میں یہ شہر مرکز کے خلاف سیاسی تحریکوں کا منبع رہا اور اس نے تاریخ کے نہ جانے کتنے انقلابات دیکھے، اس کے ساتھ ھی حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کی بناء پر علم وفضل کا بھی عظیم الشان مرکز بنا رہا، جہاں سے حضرت امام ابوحنیفہ، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح اور نہ جانے علم وفضل کے کتنے پہاڑ نمودار ہوئے(جہاں دیدہ ص٦٦)

یہ مدرسہ ہے...... اس میں امتحان ہوا ہے...... یہ انعام رکھے ہیں...... جوان بچوں کو ملیں گے...... جو امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں ...... پاس تو سارے ہو جاتے ہیں...... کامیاب تو سارے ہوتے ہیں...... لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں...... جو ٹاپ کرتے ہیں ......اور پوزیشن لیتے ہیں...... بلکہ جو ڈویژن ٹاپ کرتے ہیں...... اگر ہمارا وفاق ہو تو پورے ملک میں بچے پوزیشن لیتے ہیں...... اب اگر اتنا عظمت والا بچہ ہو...... تو اس مدرسہ کی ناموری کا سبب بنتا ہے...... پھر مدرسے والے بھی کہتے ہیں...... علماء کہتے ہیں...... کہ ہمیں ایک تقریب رکھنی چاہیے...... کہ اللہ نے ہمیں کتنی سعادت بخشی ہے...... ہمارا بچہ کتنا باعظمت ہے...... علاقے کے لوگوں کو اکٹھا کرتے ہو...... افسران کو جمع کرتے ہو...... زمینداروں کو اکٹھا کرتے ہو...... عوام الناس کو اکٹھا کرتے ہو...... علماء کو اکٹھا کرتے ہو حضرت مولانا الطاف جیسے بزرگ اور نیک صالح اور عمر رسیدہ بزرگوں کو اکٹھا کرتے ہو...... یہ بھائی صاحب لاہور سے تشریف لائے...... یہ مولانا تشریف لائے ...... یہ سارے کے سارے کس لیے تشریف لائے...... ہم اور وہ دیکھنا چاہتے ہیں ...... یہ کون ہے......؟ جس نے ٹاپ کیا ہے...... یہ آج کی محفل ان بچوں کے لیے سجائی ہے جنہوں نے اول پوزیشن حاصل کی ہے...... پہلا انعام حاصل کیا ہے...... اس کے لیے یہ ساری محفل منعقد کی گئی ہے...... امتحان میں کامیاب تو سارے نبی ہوئے...... جس نے جب امتحان دیا...... وہ کامیاب ہوا...... تو اللہ نے وہی کہا...... کہ تو اپنے امتحان میں کامیاب ہے...... اللہ کا یہ کہنا انعام ہے...... جیسے کوئی بچہ اچھا سنا کر جائے...... استاد کہتا ہے...... بیٹے بہت اچھا سنایا، بہت خوب سنایا...... بڑا کامیاب ہے...... ابھی اس کو نمبر بتائے نہیں...... اس کا اعزاز لوگوں کے سامنے نہیں کیا...... بچہ مطمئن ہو گیا...... کہ میں کامیاب ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کا معراج بطور انعام:

بھائی ......! جناب آدم سے لے کر عیسیٰ علیہم السلام تک امتحان میں کامیاب تو سارے تھے...... ہر ایک نے امتحان دیا...... لیکن جس کا جہاں امتحان تھا...... وہیں انعام تھا حضرت آدمؑ میدان عرفات میں ہیں...... آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات ہے...... زبان سے ''رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا '' کے ترانے ہیں...... معراج ہے مگر امتحان کی شکل میں۔

- یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں ہے معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل
- زکریاؑ آرے میں چیرے جا رہے ہیں معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل
- یحییٰؑ شہادت نوش کرتے ہیں معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل
- یعقوبؑ گریا وزاری میں ہے معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل
- ابراہیمؑ آگ کے پنجے میں ہے معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل
- اسماعیلؑ چھری کے نیچے ہے معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل
- کلیم اللہؑ طور پر کھڑے ہیں معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل
- عیسیٰ کو تختہ دار پر لے جا رہے ہیں معراج ہے...... مگر امتحان کی شکل

سب کا معراج زمین پر بصورت امتحان...... جب باری آئی آمنہ کے لال ﷺ کی...... محبوب ﷺ کی تو وہ ہے جو سب میں ٹاپ کر گیا...... پہلی پوزیشن لے گیا...... سب کا معراج زمین پہ بصورت امتحان...... آقا ﷺ کا معراج عرش بریں پر امتحان نہیں...... بلکہ رب کی طرف سے انعام ہے۔

ذلت اور آزمائش میں فرق:

اب ایک اور بات سمجھیں...... ایک فرق بہت عجیب ہے ...... اگر آزمائش

ہو پہلے اور نعمت ملے بعد میں تو یہ عزت ہے...... اور اگر انعام ہو پہلے...... اور پھر صدمات آئیں...... بعد میں تو ظاہری طور پر آدمی پریشان ہوتا ہے...... یہ ذلت ہے...... حکومت ہے...... کرسی ہے...... اقتدار ہے...... جس کو چاہتا ہے...... پولیس مقابلوں میں مروا دیتا ہے...... جس کو چاہتا ہے...... رگڑ دیتا ہے...... اب اسی آدمی کو پکڑا جائے...... اور ایئر پورٹ پر اترتے ہی گرفتار کر لیا جائے...... ہاتھوں میں ہتھکڑی ہو...... پاؤں میں جولان ہو...... جیل کی کوٹھری ہو...... مچھر ڈس رہے ہوں...... پھر ملک بدر ہو رہا ہو...... اور صبح کو جیل کی کوٹھری میں کھڑا ہو...... تختہ دار پر لٹک رہا ہو...... یہ عزت نہیں ذلت ہے۔

عزت اور امتحان میں فرق:

اور اگر یوں ہو...... کہ بھائی پکڑ رہے ہیں...... جنگل میں لے جا رہے ہیں...... تھپڑ مار رہے ہیں...... کپڑے اتار رہے ہیں...... کنویں میں ڈال رہے ہیں...... قافلہ گزرتا ہے...... کنویں سے نکلتا ہے...... مصر کے بازاروں میں فروخت ہوتا ہے...... سات سال تک جیل کی کوٹھری میں رہتا ہے...... اب نکل کر جب تخت خلافت پر بیٹھا...... تو عزت ہے...... آزمائش پہلے انعام بعد میں...... قانون بھی یہی ہے...... کہ امتحان پہلے انعام بعد میں۔

حضور ﷺ کی مکی زندگی:

حضور ﷺ کی مکی زندگی ساری امتحانات کا خلاصہ ہے...... جتنی آزمائشیں آئیں...... اگر میں اس وقت ان کو کھولوں...... تو رات صرف انہی مصائب پر گزر جائے گی...... آپ ﷺ کو ساحر کہا گیا...... مجنوں کہا گیا...... دیوانہ کہا گیا...... مذمم کہا گیا...... راستے میں کانٹے بچھائے گئے...... جسم اطہر پر اوجھڑی ڈالی گئی...... صدمات سے آپ ﷺ دو چار ہوئے تکلیفوں کی اخیر اور انتہا ہو گئی۔

عجیب وغریب قسم کے واقعات پیش آئے......(۱) حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے لوگو......! مجھے اللہ کے راستے میں جتنا ستایا گیا...... اتنا اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ستایا گیا...... بڑی عجیب بات ہے...... کہ حضور ﷺ سے پہلے جو نبی گزرے ہیں......علماء نے لکھا ہے...... ایسے پیغمبر گزرے ہیں......جن کو قرآن کہا......یَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ......ان کو ناحق قتل کر دیا گیا...... یہ قرآن کہتا ہے...... حدیث میں آتا ہے......کہ حضور ﷺ نے فرمایا ......قیامت کے دن ایسے پیغمبر بھی آئیں گے...... ایک پیغمبر ہوگا...... ایک امتی ہوگا ......ایک نبی ہوگا......اور اُمتی دو ہوں گے......ایک نبی ہوگا......چار اُمتی ہوں گے...... ایک نبی ہوگا......آٹھ اُمتی ہوں گے......ایسے بھی نبی کھڑے ہوں گے......کہ اکیلا نبی ہوگا......اُمتی کوئی بھی نہیں ہوگا۔

ایک روایت اور عجیب ہے......کہ حضور ﷺ نے فرمایا ......انبیاء پر اتنی مشکلات آئیں......کہ جسموں سے کپڑے اتار کر لوہے کی کنگھی کو گرم کر کے ان کے جسموں کو چھیلا گیا......اتنے صدمات آئے......لیکن پیغمبر استقامت اور استقلال کا پہاڑ بن کر رہے...... آقا ﷺ فرماتے ہیں......کہ مجھ پر سب سے زیادہ صدمے آئے ہیں......اب اگر میں حضور ﷺ کے صدمات کو بیان کروں......تو خدا گواہ ہے......آپ تڑپ جائیں گے۔

---

(۱) رحمة للعٰلمين ص۸۷ ج۱، معجم طبرانی، كنز العمال ص۳۰۶ ج۶، مسند احمد ص۶۳ ج۴، فتح الباری باب مالقی النبی ﷺ، سيرة ابن هشام ص۹۸، ج۱ الخصائص الكبرىٰ ص۱۴۴ ج۱ ص۱۲۹ ج۲

قید شعب ابی طالب ایک نظر میں:

شعب ابی طالب کی گھاٹی میں حضور ﷺ تین سال قید رہے..... چاروں طرف پہاڑ تھے..... (۱) درمیان میں مسلمانوں کو بند کر دیا گیا..... یہ اس دور کے اتحادیوں کا فیصلہ تھا..... کہ مسلمانوں کو پہاڑوں میں بند کرو..... باہر نہ نکلنے دو..... اور جس وقت آقا ﷺ ہجرت کر کے گئے..... کچھ مسلمان حبشے کی طرف کچھ مدینے کی طرف تو ابو جہل کہتا تھا کہاں ہیں.....؟ اسی ابن مسعودؓ کو ابو جہل نے تھپڑ مارا تھا..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اسلام قبول کیا..... (۲) تو اس وقت بچے تھے..... آٹھ نو سال کی عمر تھی..... جب تھپڑ مارا تو روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے..... اور آ کر کارگزاری سنائی..... اور اس وقت کا ابو جہل کہتا ہے..... ہم نہیں کہتے تھے..... کہ ہماری طاقت مانو..... جیسے ہم چاہتے ہیں..... ویسے کرو..... کہاں ہیں.....؟ کرو تلاش اگر ملتے ہیں..... تو انعام کا لالچ دیا کہ دو جو غاروں میں گئے تلاش کرو..... اس دور کے انعام والے بھی بڑے تھے..... انعام لینے کے لیے بڑے تلاش کے لیے نکلے تھے..... لیکن دو جو اکٹھے گئے..... ان کو نہ ملے واہ، سبحان اللہ اور گئے غار میں..... کہاں گئے.....؟ (غار میں)

قرآن کا فیصلہ یہ ہے..... کہ مسلمانوں پہ جب مشکلات آئیں..... تو پہاڑ میں جاؤ..... غاروں میں..... اب جب بدر کا میدان لگا..... تو ابو جہل کی لاش کھینچتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ نے وہاں اس کے کان میں چیڑ کیا..... اپنی تلوار سے یوں مارا سوراخ ہو گیا..... اس کے اندر رسی ڈال کر کتے کو کھینچا..... اب اللہ کے نبی ﷺ نے وہاں جملے فرمائے تھے..... یہی کہتا تھا کہاں ہیں.....؟ آج اُس بش کا حشر دیکھ لو کیا ہو رہا ہے.....

---

(۱) رحمۃ للعلمین ص۹۸ ج۱ (۲) سیرت حلبیہ ص۲۳۰

یہ تو رب کا نظام ہے...... تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے...... وہ وقت آنے والا ہے...... اس دور کے سارے ابوجہل ایسے گھسیٹے جائیں گے...... باتیں اور طرف نہ چلی جائیں...... اپنے موضوع پر آئیں...... چاروں طرف پہاڑ تھے...... حضور ﷺ کو قید کیا گیا...... صحابہؓ بھی قید تھے...... اہل بیت بھی قید...... یہ قید نبوت کا ورثہ ہے۔

دکھوں کے بعد سکھوں کا زمانہ:

یہ اہل حق کو ملتی ہے...... اور یہ بھی یاد رکھو...... کہ قید میں پنجروں میں شیر ہوتے ہیں...... گیدڑ نہیں ہوتے...... خواہ وہ کیوبہ کی جیل کے پنجروں میں ہوں، یا میانوالی کی جیل کے پنجروں میں ہوں...... یہ ان کا حصہ ہے...... ہر ایک کا مقدر نہیں۔

اب کافروں نے حضور ﷺ کے خلاف ایک معاہدہ لکھا...... کہ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات منقطع کر دو...... جو اُن کو کھانا پانی پہنچائے گا...... اس کے خلاف بھی ہم ایکشن لیں گے...... اس کو کہیں گے...... کہ تو بھی ان میں سے ہے...... صحابہؓ کہتے ہیں...... کہ کھانے پینے کی چیزیں ختم ہوگئیں...... ایسی ہم پر بھوک اور افلاس کی کیفیت طاری ہوئی...... کہ ہم جوتوں کے چمڑوں کو منہ میں لے کر چباتے تھے...... اس سے جو لعاب بنتا تھا...... اسے چوس کر ہم گزارہ کرتے تھے۔

مسلمانو......! حدیث میں آتا ہے...... کہ کھانے پینے کی چیزیں ختم ہوگئیں...... حضور ﷺ کی چاروں بیٹیاں اس جیل میں تھیں...... ہوا چلتی تو خشک پتے اٹھا کر اندر ڈالتی...... اللہ کے نبی ﷺ ان پتوں کو چن کر اپنی گود میں لے کر بیٹھ جاتے اور فرماتے اؤ میری بیٹی زینب......! آؤ ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ......! محمد ﷺ کے ہاتھوں سے سوکھے پتے کھا کر گزارہ کرو...... اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا...... دکھوں کے بعد سکھوں کا زمانہ آنے والا ہے...... محبوب ﷺ طائف میں گئے...... کافروں نے اتنا مارا...... کہ حضور ﷺ بے

ہوش ہو گئے...... کتابوں میں لکھا ہے...... کہ تین بدمعاش آئے...... ایک نے دائیں بازو سے پکڑا...... دوسرے نے بائیں بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا...... تیسرا کمینہ کمر کی طرف سے آیا...... اس نے دونوں ہاتھ حضور ﷺ کے کندھے پر رکھ کر اپنا گھٹنا حضور ﷺ کی کمر پر مارا...... ہاتھ چھوڑے تو حضور ﷺ منہ کے بل زمین پر گرے...... نیچے پتھر پڑا تھا...... رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر لگا خون کا فوارہ نکل آیا...... اللہ کے نبی ﷺ نے مارنے والے کو نہیں دیکھا...... آسمان کی طرف نگاہ اٹھی اے اللہ......! اے اللہ میری اُمت کی خطاؤں کو نہ دیکھ......! محمد کی روتی ہوئی دعاؤں کو دیکھ...... یہ مسلمان نہیں ان کی نسلوں میں سے جن سے توقع ہے...... ان کو ہدایت عطا فرمادے۔

پھر سگے چچا ابو طالب کی جدائی کا صدمہ...... (۱) سب سے زیادہ وفا شعار، اطاعت گزار، خدمت گار رسول اللہ ﷺ کی پہلی بیوی سیدنا حضرت خدیجہؓ کی جدائی کا صدمہ...... (۲) بات کو قریب لا رہا ہوں...... جب آزمائشوں اور صدمات کا ڈھیر ہو گیا...... اَخیر ہو گئی...... انتہا ہو گئی۔

---

(۱) مشہور قول کے مطابق ابو طالب کی وفات ۷ رمضان کو ۱۰ نبوی میں ہوئی اور صاعد کے قول میں نصف کو اور بقول بعض اول ذیقعدہ میں آنحضرت ﷺ کے عم محترم ابوطالب کا انتقال ہوا، علامہ شامی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال قبل اور شعب ابی طالب سے آنے کے ۲۸ دن بعد ہوئی اس وقت ابوطالب کی عمر اسی (۸۰) سال سے متجاوز تھی، اہل سنت والجماعت کے نزدیک ابوطالب کا اسلام لانا ثابت نہیں یہ بد کار روافض کا خواہ مخواہ کا مکابرہ ہے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۳۲)

(۲) آپ کی حرم محترم حضرت خدیجہؓ کا ۶۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آپؓ ۲۵ برس رہیں، حجون میں معلاۃ کے آخر میں دفن ہوئیں ان کے مزار پر معروف قبہ ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبر میں اتارا، نماز جنازہ نہیں پڑھی اس لیے کہ اس وقت نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، ان کی تاریخ وفات ۱۰ رمضان ۱۰ نبوی ہے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۳۳ تا ۳۴، سیرت مصطفیٰ ص ۲۷۱ ج ۱، زرقانی ص ۲۹۱ ج ۱، رحمۃ للعالمین ص ۱۰۰ ج ۱، سیرت حلبیہ ص ۴۱۹ ج ۱)

دوست کا غم دھونے کا طریقہ:

دنیا میں بھی ہے...... جس کو دکھ اور صدمے زیادہ آئیں...... تو اس کا دوست ایسے کرتا ہے...... کہتا ہے...... کہ دیکھ میرا دوست پریشان بیٹھا ہے...... جا گاڑی لے آ کیا کرنا ہے......؟ یار کو ذرا گاڑی پر بٹھاتا ہوں...... گوجرانوالہ کی سیر کراؤں...... لاہور دکھاؤں...... قلعہ ڈلاور دکھاؤں...... جناب بادشاہی مسجد کی سیر کراؤں...... شالا مار دکھاؤں...... اس کا غم دھونا چاہتا ہوں...... ذرا اس کو چلانا پھرانا چاہتا ہوں...... اس کے دُکھ درد کو ختم کرنا چاہتا ہوں...... یار یار کے غم دھونے کے لیے اتنا انتظام کرتا ہے۔

شب معراج کی حکمت:

رب نے دیکھا...... کہ میرے محبوب پہ صدمات کی اخیر، آزمائشوں کی انتہاء امتحانات کا ڈھیر ہو گیا ہے...... آج رب انعام دینا چاہتا ہے...... صدموں کو دھونا چاہتا ہے غم کو ختم کرنا چاہتا ہے جبریل......! جی رب جلیل...... جلدی کر یار کو دنیا میں کاروں میں بٹھا کر زمین کی سیر کراتے ہیں...... جا! جنت سے براق لے آ...... میرے محبوب کو براق پر بٹھا کر عرش بریں کی سیر کرا دے...... یہ وہ حکمتیں تھیں...... جن کی خاطر اللہ نے آقا ﷺ کو معراج کی سعادت بخشی۔(۱)

معراج کے متعلق تین عقیدے:

ایک اور بات سمجھیں...... علماء نے لکھا ہے...... کہ حضور ﷺ کے معراج کے تین حصے ہیں...... یہ جو سفر معراج ہے...... اس کے تین حصے ہیں...... پہلا حصہ زمین کا

---

(۱) ۲۷ رجب ۱۰ نبوی کو معراج ہوئی (رحمۃ للعالمین ص۱۰۶ ج۱، شرح المواہب ص۳۰۷ ج۱) علماء سِیَر کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سال آپ کو معراج ہوئی؟ علماء کے اس بارے میں دس قول ہیں مکمل تفصیل دیکھیں فتح الباری باب المعراج میں

مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک...... دوسرا حصہ آسمانوں کا جو مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک...... تیسرا حصہ عرش معلیٰ کا جو سدرۃ المنتہیٰ سے عرش بریں تک۔

معراج نہ ماننے والوں کا حکم:

معراج کے متعلق دنیا میں تین عقیدے ہیں...... ایک عقیدہ ہے ملحدوں کا...... بے دین لوگوں کا...... دوسرا عقیدہ ہے مشرکوں کا...... اور تیسرا عقیدہ ہے...... اہل سنت والجماعت کا...... یہ کیا ہے...... ؟ اہل سنت والجماعت سے مراد تمام مسلمانوں کے وہ طبقات، خواہ وہ حنفی ہوں...... شافعی ہوں...... مالکی ہوں...... حنبلی ہوں...... نقشبندی ہوں ...... سہروردی ہوں...... قادری ہوں...... چشتی ہوں...... جو ان سلسلوں کو مانتے ہوں ...... ان آئمہ کو مانتے ہوں...... وہ سب کے سب مسلمان ہیں...... ایک ان کا مسلک ہے...... اور ایک ان سے ہٹ کر اور فرقوں کا مسلک ہے

ملحدوں عقیدہ:

ملحدوں کا عقیدہ یہ ہے...... (۱) کہ حضور ﷺ معراج پر نہیں گئے...... آقا ﷺ نے رات کو خواب میں دیکھا تھا...... حضور ﷺ نے صبح اٹھ کر یاروں کو جو سنایا...... مولویوں نے بیٹھ کر قصہ گھڑ دیا...... کہ حضور ﷺ نے رات کو سیر کی...... حالانکہ عقل بھی نہیں مانتی...... کہ آدمی رات کو اتنی بلندی پر جائے...... یہ عقیدہ کن کا ہے...... ؟ ملحدین کا، بے دین لوگوں کا، معتزلہ کا، خارجیوں کا، ان کی نسلوں کا...... آج کل بھی وہ بد بخت ہیں...... توجہ سے یہ بات سمجھنا...... خس کم جہاں پاک، ایک کتاب لکھی گئی ہے...... اس میں بھی ملحدین کا ذکر ہے۔

---

(۱) یہ مکمل بحث آپ سیرت مصطفیٰ ص ۳۲۴ ج ۱ پر دیکھ سکتے ہیں

مشرکوں کا عقیدہ:

دوسرا عقیدہ مشرکوں کا ہے وہ کیا ہے...... کہ معراج پر تو گئے ہیں...... مگر انسان اوپر نہیں جا سکتا...... اس لیے جب زمین پر تھے...... تو انسان تھے...... جب آسمانوں پر گئے...... تو پھر کیفیت بدل گئی...... پھر مَلَکُ کی شکل آئی...... یعنی فرشتہ بن کر اوپر گئے...... اور جب سدرہ سے اوپر جانے کا وقت آیا...... تو وہاں پر جبرئیلؑ بھی رُک گئے...... اب اوپر حق کی کیفیت غالب ہوگئی...... الٰہی شکل اختیار ہوگئی...... اس میں اور اُس میں فرق نہیں رہا...... سارے کہو استغفر اللہ۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ:

علماء دیوبند کا عقیدہ...... احناف کا عقیدہ...... مالکیوں کا عقیدہ...... شافعیوں کا عقیدہ...... حنبلیوں کا عقیدہ...... میرے پیر قادریوں کا عقیدہ...... نقشبندیوں کا عقیدہ...... سہروردیوں کا عقیدہ...... چشتیوں کا عقیدہ...... علماء دیوبند کا عقیدہ...... میرے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے...... کہ میرا آقا ﷺ اس جسم اطہر انسانی کے ساتھ جیسے مکے کی دھرتی پر تھے...... اسی طریقے سے آقا ﷺ آسمانوں پہ گئے...... جیسے آسمانوں پہ تھے...... ویسے رب کی قربتوں میں عرش بریں پر پہنچے...... اگر معاذ اللہ العیاذ باللہ، نبی کا جسم بدل گیا تھا...... کہ یہاں پر اور ہے...... آسمانوں پر اور ہے...... وہاں پہ فرشتوں کی شکل ہے...... تو پھر وہ معراج نہیں...... اس لیے کہ جبرئیلؑ روزانہ آتا جاتا ہے...... اس کے آنے جانے کو کسی نے معراج نہیں کہا......؟ پھر نبوت کا کمال تو نہ ہوا...... وہ تو اس جسم کا کمال ہے...... جس کو لے کر جا رہا ہے...... اس لیے عقیدہ یہ ہے...... کہ میرے نبی کا کمال ہے...... پیغمبر ﷺ اس بلندی پر پہنچے ہیں...... حتیٰ کہ بعض جاہل کہہ دیتے ہیں...... کہ نوری لباس پہنا دیا گیا...... نوری پگڑی باندھی گئی...... نوری جوتا پہنایا گیا...... یہ بات نہیں...... اس کا

معنی یہ ہوگا...... کہ نور کی وجہ سے اوپر گئے...... نہیں نہیں...... یہ میرے نبی ﷺ کی عظمت ہے...... کہ بکے کے موچی نے جوتی بنائی ہے...... جو نبوت کے تلووں میں آئی ہے...... وہاں کے درزی نے جو کپڑا سیا ہے...... وہ نبوت کے جسم پر آیا ہے...... یہ کپڑا اور جوتی اتنی باعظمت بنی...... کہ نبی ﷺ سے تعلق کی وجہ ہے...... عرش پر پہنچی ہے۔

اب یہ بات سمجھو...... آج کل اتحاد کا دور ہے...... کسی کے خلاف کوئی بات نہیں کہنی...... نہ ہم نے ملحدوں کے خلاف کوئی بات کرنی ہے...... نہ مشرکوں کو کچھ کہنا ہے...... لیکن اپنے عقیدہ کے دلائل بیان کرنا یہ تو میرا حق ہے۔

معراج جسمانی پر دلیل:

بھائی میرے پاس دلیل کیا ہے...... کہ حضور ﷺ وہاں گئے......؟ قرآن نے جب معراج شروع کیا...... تو سب سے پہلے کہا...... سبحان پاک ہے اللہ، سارے کہو......! پاک ہے وہ اللہ۔(۱)

---

(۱) قرآن مجید کے ارشادات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء و معراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں تھا بلکہ جسمانی تھا جیسے عام انسان سفر کرتے ہیں، قرآن کریم کے پہلے ہی لفظ سبحان میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ یہ لفظ تعجب اور کسی عظیم الشان امر کے لیے استعمال ہوتا ہے اگر معراج صرف روحانی بطورخواب کے ہوتی تو اس میں کون سی عجیب بات ہے خواب تو ہر مسلمان بلکہ ہرانسان دیکھ سکتا ہے کہ آسمان پر گیافلاں فلاں کام کیے، دوسرا اشارہ لفظ عبد سے اسی طرف ہے کیونکہ عبد صرف روح نہیں بلکہ جسم وروح کے مجموعے کا نام ہے اگرمعاملہ خواب کا ہوتاتو آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اس کا ذکر نہ کرتے اورپھر لوگوں کواس کی تکذیب کی ضرورت نہ تھی، تفسیر قرطبی میں ہے کہ احادیث اسراء کی متواترہیں اور نقاش نے بیس صحابہ کرامؓ کی روایات اس باب میں نقل کی ہیں، قاضی عیاض نے اپنی الشفاء میں مزید تفصیل لکھی ہے، امام ابن کثیرنے اپنی تفسیر میں ان تمام روایات کو پوری جرح وتفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے پھر پچیس صحابہؓ کے اسماء ذکر کیے ہیں ان کے اسماء کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "فحدیث الاسراء اجمع علیه المسلمون واعرض عنه الفرفارقة والملحدون" اسراء کے واقعہ کی حدیث پر مسلمانوں کا اجماع ہے ملحد وزندیق لوگوں نے اس کو نہیں مانا(ابن کثیر معارف القرآن ص۴۳۸ ج۵)

علماء سے نہیں آپ سے سوال ہے......؟ کس سے پاک ہے......؟ (ہر کمزوری سے پاک ہے) اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے...... بڑا زبردست معنیٰ بتایا ہے...... ایک اور مولوی صاحب نے ترجمہ لکھا ہے...... کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے...... لیکن عیب اور چیز ہے...... کمزوری اور چیز ہے...... جو انہوں نے ترجمہ کیا ہے وہ شیخ الہند کا ترجمہ ہے سبحان کہ اللہ ہر کمزوری سے پاک ہے...... سارے کہو! اللہ ہر کمزوری سے پاک ہے۔

میں آج یہاں پر آیا تھا...... تو بہت تھکا ہوا تھا...... تو میں نے مہتمم صاحب سے کہا...... کہ مجھے علیحدہ سونے کے لیے جگہ دے دیں...... اب اگر میں سو جاؤں اور نیند کروں...... تو یہ سونا عیب ہے یا کمزوری ہے......؟ (کمزوری ہے) ہم نے کہا...... کہ کھانا فوراً کھلا دیں...... رات کو تقریر کے بعد دو بج جائیں گے...... اس وقت کون کھانا کھائے گا......؟ بھائی کھانا کھانا عیب ہے یا کمزوری......؟ (کمزوری) پانی پینا عیب ہے یا کمزوری ہے......؟ (کمزوری) بھائی یہ ساری چیزیں انسانی کمزوریاں ہیں...... عیب نہیں...... کوئی پانی پیے تو کیا کہتے ہیں...... بڑا عیب کا کام کر رہا ہے......؟ بھائی یہ کمزوری ہے...... سبحان اللہ ہر کمزوری سے پاک ہے۔

وہ جو جاہل اور بیوقوف کہہ رہا تھا...... کہ عقل نہیں مانتی زمین پر بیٹھنے والا بلندی پر کیسے گیا......؟ یہ کیسے گزرے ہوں گے......؟ کُروں سے کیسے گزرے......؟ خندق کا کرہ...... آگ کا کرہ...... زمہریر کا کرہ...... فضا کا کرہ...... فضا سے کیسے گزرے...... ہوا سے کیسے گزرے......؟ خلاء سے کیسے گزرے......؟ وہاں یہ پہنچے جہاں کوئی ہوا نہیں ہے...... کوئی فضاء نہیں ہے...... وہاں پر آقا ﷺ نے سانس کیسے لیا ہوگا......؟ پہنچے کیسے ہوں گے......؟ آئے کیسے ہوں گے......؟ یہ عقل کا اندھا اپنی عقل سے سوچتا ہے...... عقل کی کسوٹی پر پرکھتا ہے...... بیٹھ کر پریشان ہوتا ہے...... ان سارے سوالوں کا جواب رب نے دیا ہے...... فرمایا سبحان وہ پاک ہے...... اللہ کس سے پاک ہے؟ فرمایا ہر کمزوری سے۔

توجہ طلب نکتہ:

یہ جو تم کہتے ہو...... کہ کیسے گئے......؟ یہ تو تب کہو...... کہ جب رسول اللہ ﷺ کہیں...... کہ میں گیا ہوں...... بھائی گئے نہیں...... بحث تو تب ہوتی...... کہ جب نبی ﷺ کہتے...... کہ میں (یعنی خود اپنی طاقت سے) گیا ہوں...... اللہ فرماتے ہیں...... سبحان...... پاک ہے وہ اللہ جو لے کر گیا ہے...... اب بحث نبی ﷺ کے جانے پر نہ کر...... اگر تجھ میں طاقت ہے...... تو بحث اس کو لے جانے والے پر کر...... اللہ تو کیسے لے کر گیا......؟ اس نے کہا جس نے تجھے گندے پانی کے قطرے سے اتنا بڑا انسان بنایا...... اس نے محمد ﷺ کو عرش بھی دکھایا ہے...... کیسے لے کر گیا......؟ کہا جو آدم کو جنت سے زمین پر لا سکتا ہے...... وہ محمد ﷺ کو زمین سے عرش بریں پر بھی لے جا سکتا ہے...... کیسے لے کر گیا......؟ فرمایا جو عیسیٰ کو آسمانوں پر اٹھا سکتا ہے...... وہ محبوب ﷺ کو عرش بھی دکھا سکتا ہے...... کیا کہا......؟ سبحان...... وہ دوسرے جاہل نے کہا...... او جی رب نوں عشق لڑیا اے سدیا اے ناں...... محمد ﷺ کے بغیر رب کی گزرتی نہیں تھی۔ (نعوذ باللہ)

عشق کی نسبت اللہ اور رسول ﷺ کی طرف کرنا:

پہلی چیز تو یہ ہے...... کہ پڑھے لکھے دوست بیٹھے ہو...... عشق کی نسبت اللہ اور رسول ﷺ کی طرف کرنا حرام ہے...... یہ عربی زبان کا لفظ ہے...... لیکن پورے قرآن میں اللہ نے کسی جگہ پر یہ لفظ استعمال نہیں کیا...... یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ...... اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ...... وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ"

قرآن نے محبت کا لفظ استعمال کیا ہے...... عشق کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا...... ؟ پیغمبر کی زبان فیض ترجمان سے بھی محبت کا لفظ صادر ہوا ہے...... حضور ﷺ کی زبان پر عشق کا لفظ کبھی نہیں آیا...... لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ

وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ......(۱)اور فرمایا......اَلْحُبُّ لِلّٰہِ......مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ......تو لفظ محبت اللہ کو بھی پسند ہے......اللہ کے نبی کو بھی پسند ہے......عشق اتنا قبیح اور بُرا لفظ ہے......یہ نہ اللہ کو پسند ہے......اور نہ ہی اللہ کے رسول کو پسند ہے......معاشرے میں بھی یہ اتنا گندہ لفظ ہے......کہ عام آدمی بھی استعمال نہیں کرتا۔

میں ایک لفظ کہتا ہوں ......کہ مجھے قاری صاحب سے محبت ہے......یہ لفظ صحیح ہے یا غلط......؟ (صحیح ہے) استاد اپنے شاگرد سے کہتا ہے......کہ مجھے اس سے محبت ہے......اور شاگرد کہتا ہے......کہ مجھے اپنے استاد سے محبت ہے......یہ صحیح ہے یا غلط......؟ (صحیح ہے) یہ سارے لفظ اس لیے صحیح ہیں......کہ یہ لفظ پاکیزہ استعمال ہو رہے ہیں......اگر تمہیں سنجیدگی ہے تو غور سے سوچیں...... اس کی جگہ عشق کا لفظ استعمال کر کے دیکھو......کوئی شریف آدمی کہے گا......کہ مجھے اپنی ماں سے عشق ہے......؟ (نہیں) کوئی شریف آدمی کہے گا......کہ مجھے اپنی بہن سے عشق ہے......؟ (نہیں) حتیٰ کہ میاں بیوی کا کتنا لطیف اور نفیس رشتہ ہے......وہاں محبت کا ایک عروج ہوتا ہے......لیکن وہاں بھی کوئی نہیں کہے گا......کہ مجھے اپنی بیوی سے عشق ہے......وہ بھی وہاں یہ نہیں کہتا......کہ مجھے اپنی بیوی سے عشق ہے...... وہ بھی وہاں یہ کہتا ہے......کہ مجھے اپنی بیوی سے بڑی محبت ہے ......اس سے بڑا بھی دنیا میں کوئی جاہل ہوگا......؟ جو کبھی نبی ﷺ کو خدا کا عاشق بناتا ہے......اور کبھی اللہ کو نبی ﷺ کا عاشق بناتا ہے......اور خود یہ کہتا ہے......کہ میں عاشق رسول ہوں......اسے کہو کہ تو اپنی اماں کے لیے تو عشق کا لفظ استعمال نہیں کرتا......بہن بیٹی کے لیے تو استعمال نہیں کرتا...... بھائی باپ اور دوست کے لیے نہیں کرتا...... نبی ﷺ کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی......؟

(۱) صحیح البخاری ص ۷ ج ۱

ہمارے اکابر حضور ﷺ کے محب ہیں......اب اس جاہل نے کہا......کہ رب نوں عشق لڑیائے تاں سدیا......اللہ نے اس سوال کے جواب میں کہا......سبحان پاگلوں کا کسی کے عشق میں جھرنا......مرنا کھلنا، تڑپنا، بے تاب ہونا......یہ مخلوق کی کمزوری ہے...... میں تو سبحان ہوں، میں تو ساری کمزوریوں سے پاک ہوں ......اے اللہ پھر لے کیوں گئے...... ؟ ضرورت کیا پڑی تھی...... ؟ محبوب کو اتنا بڑا سفر اور سیر کیوں کرائی......؟ فرمایا......الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ......میں اپنی قدرت کے نظارے دکھانا چاہتا تھا...... محبوب کو وہاں لے جاؤ جہاں پیغمبر پہنچے نہیں ...... وہ دکھاؤں جو دیکھا نہیں......میری قدرت کے نظارے دیکھے......انعام دیکھے......میرا احسان دیکھے......محبوب کو کائنات دکھانا چاہتا تھا......اپنی قدرت کے نظارے دکھانا چاہتا تھا......اپنی ربوبیت کی عظمتیں جتلانا چاہتا تھا...... میں نے اس لیے سیر کرائی......تاکہ دُنیا کو پتہ چلے......کہ مصطفیٰ اللہ کے محبوب کتنے ہیں۔

سبحان، وہ پاک ہے......الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ...... جبرئیل جب معراج کی رات حضور ﷺ کو اٹھانے آئے تھے......تو یہ سارا معراج اس میں مسائل اور عقائد ہیں......کہ جبرئیلؑ نے یوں آ کر نہیں کہا......کہ اٹھو جی......اللہ میاں بلا رہے ہیں......نہیں اس نے آ کر آقا ﷺ کے پاؤں کے تلوؤں پر اپنے نورانی پر مسلے...... سنیو! یہ ہم کو ادب سکھایا گیا......استاد ہو...... باپ ہو......پیر ہو......مرشد سو رہا ہو......تو قدموں کے تلوؤں کو دبایا کرو...... پاؤں کو دبایا کرو......پکڑ کر یوں نہ اٹھایا کرو...... یہ اٹھانے کا سلیقہ ہے...... اگر پاؤں دبائے جائیں...... پھر آنکھ کھلے تو پریشانی نہیں ہوتی......عجیب حکمت ہے۔

آقا ﷺ اٹھے...... روایت اپنی جگہ پر کہ حضور ﷺ اس وقت سو کہاں رہے

تھے......؟لیکن معراج کی ابتداء مسجد سے ہے......مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی حضور ﷺ اللہ کے گھر میں آئے......ایک اور مسئلہ یہاں سمجھایا گیا

معراج سے پہلے شق صدر:

حدیث شریف میں ہے......کہ حضور ﷺ نے فرمایا......کہ اسراء والی رات میرا شق صدر ہوا......شق صدر کیا ہے......؟ کہ آپ کا سینہ مبارک چاک کیا......یعنی سینہ کی اس نرم ہڈی سے لے کر ناف تک یہ پورا جسم (جیسے آپریشن کیا جاتا ہے) اس کو کھولا گیا......اندر سے آپ کا دل مبارک نکالا گیا......پھر اس قلب اطہر کو زَم زَم کے کنویں کے پاس فرشتے لے گئے......پھر اس کو زَم زَم کے پانی کے ساتھ دھویا......اس میں انوارات اور تجلیات بھرے اور پھر اس دل کو لاکر اسی جگہ رکھ کر اس جگہ کو بند کر کے سی دیا۔(۱)

نبی اور غیر نبی کے سماع کا فرق:

اس سارے واقعہ کا گواہ عینی شاہد رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں...... بھائی! یہ واقعہ کن کے سامنے ہوا......؟ کسی صحابیؓ کے سامنے ہوا ہے......؟ حضور ﷺ فرمارہے ہیں......کہ میرے ساتھ ایسا ہوا ہے......جو چیز سمجھانا چاہتا ہوں......اس کو سمجھو......
آقا ﷺ فرماتے ہیں......کہ میں سو رہا تھا......میں اٹھا......فرشتوں نے میرا سینہ کھولا......
سلایا......لٹایا......اندر سے دل نکال کر وہاں لے گئے...... میں یہاں اور دل وہاں......
میں اِدھر تھا اور دل اُدھر تھا نہیں سمجھے......؟ بھائی آدمی کا دل صحیح کام کرے تو سارا جسم صحیح کام کرتا ہے اور اگر دل ساتھ نہ رہے تو پورا نظام ختم ہو جاتا ہے دو ہی چیزیں ہیں جسم کی شکل میں دل ہے اور دوسری روح ہے جو آدمی کے اندر ہوتی ہے، جو اس کے نظام کو چلاتی ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۶ ج ۲

نبی اور غیر نبی کا فرق یہ ہے...... کہ جسم اِدھر ہے اور دل اُدھر ہے (زم زم کنویں کے پاس) فرشتے اس دل کو دھو رہے ہیں...... نبی ﷺ کی آنکھوں کے دیکھنے میں فرق نہیں آیا...... اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں...... کہ دل دُھل رہا ہے...... دنیا کا ایک واقعہ پیش کرو...... کہ دل ساتھ نہ ہو...... جسم سے جدا ہو جائے ......اور آنکھوں کی بنائی بحال رہے...... ایک واقعہ پیش کرو...... کہ دل جسم سے جدا ہو جائے ......اور کانوں کی شنوائی بحال رہے......؟ کہ اس کی باتیں سن رہے ہوں...... حضور ﷺ فرشتوں کی آپس کی گفتگو سن رہے ہیں...... اعضاء کی توانائی بحال رہے...... دنیا میں کوئی واقعہ نہیں...... فرق سمجھو...... یہ نبی اور غیر نبی کا فرق ہے۔

حضور کی حیات مبارکہ پر مختصر جھلک:

تو نہیں سن سکتا...... دل وہاں جسم یہاں جس کا کنکشن اتنا مضبوط ہے...... نہ اس کو فنا آسکتی ہے...... نہ اِس پر فنا آتی ہے...... فرشتے وہاں دل لے کر کھڑے ہیں...... اس کا کنکشن اتنا جڑا ہوا ہے...... کہ نبی ﷺ آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں...... کانوں سے باتیں بھی سنتے ہیں...... میں اگر ایک سیکنڈ کے لیے بھی تیری بات مانوں...... کہ روح وہاں ہے...... جسم یہاں ہے...... اور اگر جسم وہاں ہے...... اور دل یہاں ہے...... کنکشن اتنا مضبوط ہے...... نہ سماع پر کوئی فرق آتا ہے...... نہ نگاہ پر کوئی فرق آتا ہے...... تو اس روح اور جسم کا کنکشن اتنا مضبوط ہے...... کہ تو روضے پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے...... نہ سماع پر کوئی فرق آتا ہے...... نہ نگاہ پر کوئی فرق آتا ہے۔

حضور ﷺ کا بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ جنت میں سننا:

بلکہ میں اسے اور آگے لے چلتا ہوں...... بھائی! معراج کی رات آقا ﷺ جب جنت میں سیر کر رہے ہیں...... تو چلتے چلتے ٹک ٹک کی آہٹ محسوس ہوتی ہے...... فرمایا

جبرئیل یہ کیا ہے......؟ کہنے لگے کہ محبوب ﷺ آپ کا بلال مکے کی دھرتی پر تہجد کے لیے اٹھا ہے......اس کے قدموں کی آہٹ آپ جنت میں سن رہے ہیں۔(۱)

حضور ﷺ اس وقت یہاں تھے یا وہاں تھے......؟ (وہاں تھے) سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ہے......عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ...... جنت الفردوس اور عرش کے درمیان صرف اتنا فرق ہے...... کہ سب سے آخری جنت جنت الفردوس ہے...... اس کے اوپر چھت ہے......وہ اللہ کا عرش ہے......اب حضور ﷺ وہاں اور بلالؓ یہاں مکے میں ہے...... چلتا یہاں ہے......اس کے قدموں کی آہٹ نبی سنتا وہاں جنت میں ہے...... جنت میں جانے کے بعد قویٰ اتنے مضبوط ہو جاتے ہیں ...... اللہ طاقت اتنی بڑھا دیتے ہیں ......قوت اتنی پیدا کر دیتے ہیں ...... ایمانی حلاوت اتنی مضبوط ہو جاتی ہے......جس کی جنت کے ساتھ جتنی زیادہ نسبت ہو......اس میں اتنی طاقت زیادہ آ جاتی ہے...... کہ وہ جنت میں پہنچنے کے بعد زمین پر چلنے والوں کی آہٹ سن رہا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ سے مثال:

اس سے بھی ایک عجیب حدیث ہے......سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو میں نے قلم کے لکھنے کی آواز سنی ......(۲) (مولانا نے کسی آدمی سے قلم لیا) اب میں اس قلم کے ساتھ کاغذ پہ لکھوں......تو قلم اور کاغذ جب آپس میں جڑتے ہیں......تو آواز ہوتی ہے یا نہیں؟ (ہوتی ہے) آپ سنتے ہیں......؟ (نہیں) لکھنے والا نہیں سنتا...... یہ قلم اور کاغذ جڑیں...... تو اس کی آواز ہے......مَیں اور آپ نہیں سنتے ...... جنت میں جانے کے بعد قویٰ اتنے مضبوط ہیں...... کہ مکے کے اندر چلنے والے کی آواز حضور ﷺ اس جنت میں سنتے ہیں

(۱) کنز العمال (۲) مشکوۃ شریف ص۵۲۸ ج۲، سیرت حلبیہ ص۵۶۸ ج۱

اس لیے فرمایا......مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ ......(۱)

یہ جنت کا ٹکڑا ہے تو جب اس میں چلا جائے تو مکے میں چلنے والے کے قدموں کی آواز جنت میں سنی جا رہی ہو تو باہر والے کا بھی درود اندر سنا جا رہا ہے۔

حضرت جبرئیل ؑ نے حضور ﷺ کو جگایا...... (موضوع تو بڑا لمبا ہے لیکن میں ایک نکتہ بتانا چاہتا ہوں) اللہ کہتے ہیں......؟ پاک ہے وہ اللہ......اَلَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ......جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔

حضور ﷺ اللہ کی قربت میں:

سوال یہ ہے......کہ آپ نے بندہ کہا آپ نے رسول تو نہیں کہا......آپ نے نبی تو نہیں کہا......آپ نے حبیب تو نہیں کہا...... حالانکہ حضور ﷺ رسول بھی ہیں......نبی بھی ہیں......حبیب بھی ہیں......اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ......کیوں کہا ہے......؟ اس کا جواب "معالم التنزیل" تفسیر کی کتاب ہے اس میں دیا ہے......اور اس کو "معارج النبوت" والے نے بھی نقل کیا ہے......ایک عجیب حوالہ آپ کو دیتا ہوں......آپ حیران ہوں گے......کہ مولوی احمد رضا بریلوی کے ترجمہ کے حاشیہ پر بھی لکھا ہوا ہے......کیا ہے......؟ اس سوال کو سمجھیں......محبوب ﷺ جس وقت معراج کی رات کو اللہ کی قربت میں پہنچے......تو وہاں پہنچے جہاں کوئی نہیں پہنچا......اس کا کیا معنی......؟ کوئی انسان بھی نہیں پہنچا......کوئی فرشتہ بھی نہیں پہنچا۔

---

(۱) صحیح البخاری میں یہ حدیث تقریباً بندہ کو چار مقامات پر ملی ہے، حضرت ندیم صاحب نے جو الفاظ بیان فرمائے ہیں یہ الفاظ بخاری ص۱۵۹ ج۱ پر ہیں یہ روایت عبداللہ بن زید المازنی سے ہے، آگے اضافہ کے ساتھ یہی روایت تقریباً تین مقامات پر ہے وہ الفاظ یہ ہیں "ومنبری علی حوضی" دیکھیے صحیح البخاری ص۲۵۳ ج۱ وص۹۷۵ ج۲ وص۱۰۹۰ ج۲ عن ابی ہریرۃؓ

حضور ﷺ فرماتے ہیں

"لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ" (۱)

میں اللہ کی اس قربت پر پہنچا جہاں کوئی نبی بھی پہنچا کوئی فرشتہ بھی نہیں پہنچا۔

معراج کی رات اس جگہ جہاں اور کوئی نہیں صرف محبوب تھے...... یا اللہ جل جلالہ تھے...... دو ہی تھے...... تیسرا کوئی نہیں تھا...... سمجھو! دو ہوں...... اکیلے ہوں...... تنہا ہوں...... محب اور محبوب ہوں...... پھر "لیلا" رات کو ہوں...... اب دو تنہا رات کو اکٹھے...... اب آپس میں بیٹھے ہوں...... تو رات بڑی پیار کی باتیں ہوتی ہوں...... یہ معراج پیار کی باتیں ہیں...... اس لیے تو میں سنا رہا ہوں...... اکیلے بیٹھ کر آپس میں آدمی بہت ساری باتیں کرتا ہے...... اب وہ آدمی جب خلوت سے اُٹھ کر جلوت میں جائے...... تو لوگ پوچھتے ہیں...... کہ آپ نے کیا باتیں ان سے کیں...... کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں...... جو لوگوں کو بتانے کی ہوتی ہیں...... اور کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں...... جو آدمی یہ کہہ دیتا ہے...... کہ باقی ہماری آپس کی باتیں تھیں۔

شب معراج کی ساری باتیں:

تمہیں بتانے کی نہیں ہیں بھائی! اس رات وہاں پر کیا کیا باتیں ہوئیں......؟ وہ ساری باتیں بتانے کی نہیں تھیں...... جو بتانے کی تھیں وہ تو حضور ﷺ نے بتائیں...... کہ مجھے پانچ نمازیں ملیں...... اور حضور ﷺ نے بتایا...... کہ معراج کی رات اللہ کی قربت میں تھا...... مجھے سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں ملیں۔ (۲)

مجھے سورۃ فاتحہ پھر انعام کے طور پر وہاں ملی...... جو زمین پر پہلے اتر چکی تھی......

---

(۱) معارج النبوۃ ص ۳۶۵ ج ۲، مکتوبات امام ربانی ص ۴۴

(۲) صحیح المسلم، الخصائص الکبریٰ ص ۱۷۵ ج ۱

یہ بھی ارشاد فرمایا...... کہ اللہ نے مجھے شفاعت کبریٰ کا تاج دیا۔

فرمایا میں نے وہاں انوارات وتجلیات دیکھیں...... اللہ کی طرف سے "منی یا حبیبی" کی آواز آئی میں نے صدیق اکبر کی آواز سنی۔(۱)

میں نے عمر بن خطابؓ کا بنگلہ دیکھا...... میں نے بلالؓ کے قدموں کی آہٹ سنی...... میں نے جنت کے مناظر دیکھے......(۲) جو بتانے کی تھیں وہ ساری بتائیں اس کے علاوہ اور کیا تھا؟

سمجھیں...... اور کیا ہوتا ہے......؟ قرآن نے اس پر کہا...... فَاَوْحىٰ اِلىٰ عَبْدِهٖ مَآ اَوْحىٰ

جو اس نے چاہا اپنے بندے کو دیا...... اور اس نے لیا...... دینے والے کو پتا یا لینے والے کو پتا...... قرآن خاموش ہے...... نہیں بتاتا...... رب نے کیا دیا......؟ اور محبوب نے کیا لیا......؟ میں کیسے بتاؤں میں کہتا ہوں...... کہ تمہیں بتانا ہوتا تو بلایا کیوں تھا؟

بھائی......! وہاں کچھ خاص دینا تھا...... اس لیے تو وہاں بلایا...... اگر یہیں وہ سارا کچھ بتا دینا ہے...... تو وہاں کیوں بلایا تھا......؟ تو وہاں بلایا اور بہت ساری پیار کی باتیں کیں اس میں سے ایک بات نقل کرتا ہوں۔

محبوب اور محبّ کی مثال:

جیسے محبوب اور محب اکٹھے بیٹھے ہوں...... تو محب کہتا ہے...... اپنے محبوب کو دنیا میں یار دیکھ آج تو اور میں اکٹھے بیٹھے ہیں...... تیسرا کوئی نہیں...... بڑا پیارا لگتا ہے...... تو بہت اچھا آدمی ہے...... تیری بڑی وفائیں ہیں...... اب اسے محبت میں کہتا ہوں...... کہ میرا جی ایسے چاہتا ہے...... تجھے ساجن کہوں...... تجھے پیارا کہوں...... تجھے لاڈلا کہوں

---

(۱) سیرت حلبیہ ص۵۷۰ ج۱

(۲) مشکوٰۃ شریف ص۵۲۸، سیرت مصطفیٰ ص۳۰۳ ج۱، الخصائص الکبریٰ ص۱۶۹ ج۱

تجھے محبوب کہوں...... تجھے جانی کہوں...... یہ کئی جملے ہوتے ہیں...... سب کچھ کہہ کر آخر میں کہتا ہے...... یار اچھا یہ تو میرا جی چاہتا ہے...... کہ میں یہ کہوں...... چل چھوڑ تو اور میں اکٹھے ہیں...... اور تو کوئی نہیں میں نہیں کہتا...... چل تو دس تینوں کی آکھاں...... تو بتا جو تو کہے میں وہ کہوں...... اب بات سمجھنا...... اگر استاد اپنے شاگرد کو...... بھائی تم تو بڑے اچھے قابل بچے ہو...... اچھا پڑھا ہے...... بڑی محنت کی ہے...... بڑے کامیاب ہو...... میرا دل کہتا ہے...... کہ تجھے قاری القراء کہوں یا حافظ کہوں...... اب شگرد حیاء والا ہے...... تو اپنی حقیقت بھی جانتا ہے...... اور استاد کی عظمت بھی جانتا ہے...... تو شاگرد کبھی بھی قاری صاحب سے یہ نہیں کہتا...... کہ مجھے آج کے بعد فخر القراء کہا کریں...... بلکہ شاگرد کہتا ہے...... استاو جی! آپ جو چاہے کہیں اور اگر مجھ سے پوچھنا ہے تو میرے لیے بڑا اعزاز ہے کہ مجھے آپ اپنا نوکر ہی بنالیں مجھے آپ اپنا غلام ہی کہیں۔

شب معراج کا تصوری نقشہ:

علماء نے لکھا ہے...... کہ معراج کی رات جب حضور ﷺ اللہ کی قربت میں پہنچے تو اللہ نے کہا...... محبوب آج تو اور میں دو ہیں...... تیسرا کوئی نہیں...... میں نے اب تک آپ کو اپنے انعامات سے نوازا...... میں نے تجھے مزمل کہا...... مدثر کہا...... طٰہٰ کہا...... یٰسین کہا...... حٰم کہا...... میں نے تجھے والیل کہا...... والضحیٰ کہا...... تیری زلفوں کا تذکرہ کیا...... تیرے چہرے کا تذکرہ کیا...... تیرے لباس کا تذکرہ کیا...... اب تو اور میں دو ہی ہیں...... تیسرا کوئی نہیں...... آج تجھے اعزاز دینا چاہتا ہوں...... انعام عطاء کرنا چاہتا ہوں...... یہ تو میری مرضی تھی میں کہتا رہا اب تو بتا......؟

اللہ کی شان کریمی:

علماء نے لکھا ہے...... کہ جو حضور ﷺ نے جواب دیا...... اللہ تیری شان کریمی جو

تو چاہے کہے..... تو مزمل کہے..... مدثر کہے..... طٰہٰ کہے..... یٰسین کہے..... حٰم کہے والیل کہے..... والضحیٰ کہے..... یہ تو تیری مرضی ہے..... پر اگر مجھ سے پوچھتا ہے..... اللہ! میں اپنی حقیقت کو نہیں بھولا..... آنے سے پہلے ابا نہیں تھا..... چھ سال کا تھا امی نہیں تھی..... آٹھ سال کا تھا دادا چھوڑ گیا تھا..... برادری اور قبیلے کے لوگوں نے رشتے منقطع کر دیے تھے..... عمر رسیدہ خدیجہ ؓ کے ساتھ نکاح کر کے میں نے زندگی بسر کی..... اللہ! میں ان حالات کو ابھی تک نہیں بھولا..... سگے چچا نے بیٹی کا رشتہ نہیں دیا تھا..... میرے خاندان کے لوگوں نے مجھے پتھر مارے..... ساحر کہا..... مجنون کہا..... دیوانہ کہا..... راستے میں کانٹے بچھائے..... اللہ یہ تو تیری شان کریمی ہے..... کہ مجھے مکے کی دھرتی سے اٹھایا ہے..... بیت المقدس میں پہنچایا..... امام الانبیاء کا تاج پہنایا..... عرشوں کی سیر کرائی ..... اس قربت میں لے آیا ہے..... تو جو چاہے کہے۔

محبوب کی پسند:

اگر مجھ سے پوچھتا ہے..... تو میرے مالک مجھے سب سے زیادہ پسند ہے..... کہ اس تنہائی میں جہاں اور کوئی نہیں..... ایک دفعہ تو کہہ دے کہ محمد ﷺ تو میرا عبد ہے..... تو میرا عبد ہے..... عبد (بمعنی غلام) عبد کہتے اس کو ہیں..... جو مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرتا..... یہ تو جاہل کہتا ہے..... کہ مختار کل ہیں کہ نہیں.....؟ تو مختار کل کی باتیں کرتا ہے..... نبی ﷺ فرماتے ہیں..... اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ وَنَاصِيَتِىْ بِيَدِكَ

اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے عبداللہ کا بیٹا ہوں، تیری بندی آمنہ کا لال ہوں، یہ مختار کل پہ جھگڑے کریں گے..... میں تو اپنے آپ کو با اختیار نہیں سمجھتا..... میری پیشانی تیرے قبضہ قدرت میں ہے..... جدھر چاہے اُدھر پھیر دے..... اللہ مجھے

سب سے زیادہ پسند ہے

کہ تو معبود رہے...... میں عبد رہوں...... تو مسجود رہے...... میں ساجد رہوں

تو مطلوب رہے...... میں طالب رہوں...... تو داتا رہے...... میں منگتا رہوں

تو دیتا رہے...... میں لیتا رہوں...... تو بااختیار رہے...... میں تیرے دروازے پہ جھکتا رہوں

تو پوری کائنات کا خالق رہے...... میں تیری پاکیزہ مخلوق رہوں...... اے اللہ مجھے پسند ہے...... کہ تو مجھے عبد کہے...... کیا کہے......؟ (عبد) اس لیے جب قرآن نے معراج شروع کیا تو فرمایا...... سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ...... اور جب وہاں پہنچے (جہاں لوگوں کو گمان ہو سکتا تھا...... کہ ایک ہی ہیں صرف میم کی مروڑی کا فرق ہے)

"فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی"

حضور ﷺ نے اللہ کے حضور تین تحفے پیش کیے:

ایک بات اور سمجھیں...... محب اور محبوب جب ملتے ہیں...... تو دنیا میں بھی ہوتا ہے...... اور وہاں بھی ہوا ہے...... جب ملاقات ہوئی...... حدیث بڑی عجیب ہے......

حضور ﷺ نے فرمایا...... ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو...... اور لیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے...... اللہ نے فرمایا محبوب......! آئے ہو کیا لائے ہو......؟ تو حضور ﷺ نے اللہ کے حضور تین تحفے پیش کیے...... کہا

"اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ...... جو کچھ زبان سے تعریف ہو سکتی ہے...... وہ بھی تیرا حق ہے

"وَالصَّلٰوٰتُ...... سر سے پاؤں تک جسم جو عبادت کر سکتا ہے...... وہ بھی تیرا حق ہے

"وَالطَّیِّبَاتُ...... جتنا مال تیرے راستے میں خرچ کیا جائے...... جو خرچ کرتا ہے وہ عبادت بھی تیرا حق ہے۔

زبانی عبادت بھی تیرے لیے...... مالی عبادت بھی تیرے لیے...... جانی عبادت بھی

تیرے لیے.....اس کے جواب میں اللہ نے تین تحفے دیئے۔

اللہ نے بھی تین تحفے دیئے:

فرمایا.....اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ ..... پیارے سلام لے.....یہ سلام زبانی عبادت کے مقابلے میں ہے.....اس لئے تحیہ عربی میں سلام کو بھی کہتے ہیں.....اللہ نے" اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ "اس لئے فرمایا....."وَرَحْمَةُ اللهِ "جسمانی عبادت کے مقابلے میں پھر رحمت کالفظ ہے۔"وَبَرَكَاتُهٗ"مالی عبادت کے مقابلے میں پھر برکات ہیں۔

مخیّر حضرات کیلئے اللہ کا انعام:

یہ تمہارے لیے ایک نکتہ ہے..... جو مدرسے میں چندہ دیتے ہیں..... کہ وہاں مالی عبادت کروگے"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ "اَلسَّلَامُ مفرد ہے"وَرَحْمَةُ اللّٰهِ "اور رحمت مفرد ہے"وَبَرَكَاتُهٗ"علماء سے پوچھو یہ جمع ہے.....اللہ فرماتے ہیں.....کہ جب تم مدرسوں میں دینا شروع کرتے ہو..... میں برکتیں اتارتا ہوں..... برکات جمع کر دیتا ہوں..... بہت دیتا ہوں..... بھائی! تین تحفے دیئے تین تحفے لیئے۔

یہ مسئلہ سمجھو..... جو تحفہ دے محبّ کو تو محبّ کا مزاج یہ ہوتا ہے..... کہ میرے محبوب کی چیز ہے اسے چھپاتا ہے.....کسی کو دکھاتا بھی نہیں.....محبوب کا تحفہ ہے..... میں نہیں دکھاتا.....اور جو چیز محبّ دے محبوب کو اور محبوب کو یہ پتا ہو کہ دینے والا محبّ بڑا غنی ہے.....اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں.....تو وہ پھر بخل نہیں کرتا.....صرف میں ہی اپنا دامن بھروں..... بلکہ وہ کہتا ہے..... کہ دے تو ویسے ہی رہا ہے..... چلو یار میرا ہمسایہ ہے..... اس کے لیے بھی لے جاؤں .....ایک اور غریب ہے.....اس کا حصہ بھی لے لوں.....ایک فلاں بیٹھا ہے..... اس کے لیے بھی لے جاؤں.....پھر خود نہیں بلکہ ہزاروں کے لیے لے جاتا ہے۔

محبوب ﷺ کے پیش کردہ تحائف:

بات کو سمجھنا......اب آقا تھے محبوب...... اللہ تھے محب ......جو تحفہ محبوب نے محب کو دیا......محبوب کون ہے......؟ (رسول اللہ ﷺ) محب کون ہے؟ (اللہ جل جلالہ)، محبوب دے رہا ہے "عبدیت" کا تحفہ "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ" اللہ نے کہا محبوب! یہ تیرا تحفہ ہے نا......اب رب نے لے کر ایسا چھپایا......کہ کسی کو دیکھنے کے لیے بھی نہیں دیتا......(جب ہوتے تھے سجدے اوروں کے نہیں سمجھے ......؟) جب لوگ غیروں کو سجدے کیا کرتے تھے...... جب غیروں کی پوجا ہوتی تھی......منتیں غیروں کی ہوتی تھیں......سجدے اوروں کے ہوتے تھے......اب تو محبوب ﷺ نے مجھے ہی دیا ہے نا......اب نہیں دیتا کسی اور کو "مَنْ نَذَرَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ"، "مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ"، "مَنْ سَجَدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ"

شرک حرام ہونے کی وجہ:

"مــن نــذر" مالی عبادت غیر کے لیے کرو گے......تب بھی مشرک ہو......کہ رب کا تحفہ ......یہ محبوب نے رب کو دیا ہے......وہ رب سے چھین کر کوئی علی کو دے...... کوئی ولی کو دے......کوئی غوث کو دے......کوئی نبی کو دے......رب کی غیرت برداشت نہیں کرتی......کہ محبوب کی دی ہوئی چیز ہے......اس لیے نہ کوئی جانی عبادت میں شرکت برداشت ہے......نہ مالی عبادت میں شرکت برداشت ہے......نہ بدنی عبادت میں شرکت برداشت ہے......اب جو شریک ٹھہرائے وہ رب کی بندگی سے نکلے......محمد ﷺ کی امت سے نکلے......شرک اس لیے حرام ہے......کہ یہ تحفہ نبی ﷺ نے رب کو دیا ہے۔

اگلی بات سمجھئے......اور جب رب (تحفہ) دے رہے تھے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" اے اللہ تو دے تو رہا ہے میں اکیلا لے کر جاؤں......؟

جس بلال کے سینے پر پتھر...... گردن میں رسیاں...... مکے کے بازاروں میں گھسیٹا گیا ......اس کا حصہ نہیں دے گا...... جس ابوفکیہہ کی پسلیاں ٹوٹیں اس کا حصہ ...... ساری دنیا انکار کر رہی تھی...... جس نے پہلے تصدیق کی اس کا حصہ...... کعبے کی چوکھٹ کو پکڑ کر جس کو میں نے مانگا اس نے کعبے کا دروازہ کھولا اس کا حصہ...... جو سارا مال میرے قدموں پہ رکھ کر ذوالنورین بنا ہے اس کا حصہ...... چھ سال کا بچہ جو میرے قدموں میں آ کے کلمہ پڑھ کر حیدر کرار بنا ہے اللہ اس کا حصہ بھی دے۔

علماء نے لکھا ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ'' اے اللہ ہم سب پر اپنی رحمت بھیج، بالخصوص ''عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ'' اپنے مقرب بندوں کو اس میں شامل کر...... علماء نے لکھا ہے...... کہ قیامت تک کی امت اس میں شامل ہے...... پیغمبر ﷺ نے صرف اپنے لیے نہیں لیا...... بلکہ پوری امت کو شامل کیا ہے۔

عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ پر روشنی:

اللہ صدیق کا حصہ بھی دے...... میرا وجدان یہ کہتا ہے...... کہ فاروق کا حصہ بھی دے...... عثمان کا حصہ بھی دے...... علی کا حصہ بھی دے...... طلحہ وزبیر کا حصہ بھی دے...... سعد وسعید کا حصہ بھی دے...... اے اللہ ان کا حصہ بھی دے...... جو ابوحنیفہ پوری زندگی فقاہت کے مسائل بتائے گا اس کا حصہ بھی دے...... امام شافعی ومالک کا حصہ بھی دے...... احمد بن حنبل جو اپنی جان پہ کوڑے برداشت کرے گا اس کا حصہ بھی دے...... اے مالک جس بخاری کو وطن سے زمانہ بے وطن کردے گا اس کا حصہ بھی دے...... مجھے مجدد الف ثانی کا حصہ بھی دے...... جنید بغدادی کا حصہ بھی دے...... بایزید بسطامی کا حصہ بھی دے...... عبدالقادر جیلانی کا حصہ بھی دے...... بلکہ مجھے کہنے دو...... اس نانوتوی کا حصہ بھی دے...... جو کفرستان میں دارالعلوم دیوبند قائم کریگا...... اے اللہ اس کا حصہ بھی

دے...... جو شیخ الہند مالٹا کی جیل میں بیٹھ کر قرآن کی تفسیر لکھے گا...... اس حسین احمد مدنی کا حصہ بھی دے...... جو میرے روضے کے سائے میں بیٹھ کر دنیا کو حدیث پڑھائے گا......

اس عبید اللہ سندھی کا حصہ بھی دے...... جو جلاوطنی کی زندگی گزارے گا...... اے اللہ ان کا حصہ بھی دے...... جو قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں گے...... میرے مالک اس کا حصہ بھی دے...... جو بخاری ختم نبوت کی حفاظت کے لیے رضا کاروں کی جانیں پیش کر کے قید و بند کی صعوبتیں جھیلے گا...... اے اللہ اس حق نواز شہید کا حصہ بھی دے...... جو عائشہ ؓ کی عزت کے لیے اپنی جان پیش کرے گا...... ایثار القاسمی کا حصہ بھی دے...... فاروقی شہید کا حصہ بھی دے...... اظہار الحق کا بھی حصہ دے...... ملا عمر کا بھی حصہ دے...... اسامہ کا حصہ بھی دے...... اے اللہ مجھے اعظم طارق کا حصہ بھی دے...... قیامت تک کلمہ پڑھنے والے امتیوں کا حصہ بھی دے...... قیامت تک کی امت کا حصہ لیا...... عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

فرشتوں کی گواہی:

اب یہ باتیں فرشتے سن رہے تھے...... جو حاملین عرش تھے...... اللہ نے ان کو کہا...... کہ اب تم ہماری گواہی دو...... فرشتے کہتے ہیں "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یہ فرشتوں کے جملے ہیں...... اب یہ توحید جب کہہ چکے...... تو آگے انہوں نے کہنی تھی رسالت...... تو فرشتے کہتے ہیں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً" کیا کہا......؟ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً"، "عَبْدُهٗ" کی جگہ فرشتے سہم گئے...... کہ کیا کہیں......؟ ہم کیسے عبد کہیں......؟ ہم کیسے کہیں......؟ بھولے لوگو ہم کب کہہ رہے ہیں...... کہ ہمارا عبد ہے...... وہ کہتا ہے "عَبْدُهٗ" اس کی نسبت سے پڑھو...... اس کا تو ہے ہی وہی عبد، میں اور آپ کہاں ہیں......؟ اقبال اسی پہ تڑپا تھا۔

عبد چیزے عبدہٗ چیزے دیگر ایں سراپا انتظار او منتظر

عبد اور چیز ہے اور عبدہٗ اور چیز ہے...... عبد وہ ہے جو احکام الٰہی کے انتظار میں ہو...... عبدہٗ اُسے کہتے ہیں...... کہ معراج کی رات عرش اُس کے انتظار میں ہو۔

عبد انتخاب مصطفیٰ ﷺ:

فرشتو! کہو "عَبْدُہٗ" پھر کہو "وَرَسُوْلُہٗ"۔ سمجھو عبد پہلے رسول بعد میں...... ایمان داری سے بتاؤ...... کہ اعزاز کا لفظ "عبد" ہے یا "رسول" ہے......؟ (یعنی عظمت والا لفظ) جس میں رعب، جلالت، کسی کی بزرگی ظاہر ہوتی ہے "عبد" میں "رسول" میں......؟ اب فرشتے حیران تھے...... کہ اے اللہ "عبد" پہلے "رسول" بعد میں......؟

اللہ نے فرمایا پہلے کہو "عَبْدُہٗ" پھر کہو "وَرَسُوْلُہٗ" اس لیے کہ "عبد" انتخاب ہے مصطفیٰ کا "رسول" انتخاب ہے خدا کا...... میں رب اس وقت تک راضی نہیں ہوتا...... جب تک محبوب راضی نہیں ہوتا...... "عَبْدُہٗ" کہو گے...... تو مصطفیٰ ﷺ راضی "وَرَسُوْلُہٗ" کہو گے...... تو خدا راضی...... یہ جو کچھ آپ نماز میں پڑھتے ہیں...... یہ معراج کا تحفہ ہے...... اس لیے تو یہ کہا جاتا ہے...... کہ نماز مؤمن کی معراج ہے۔

ایک مسئلہ سمجھانے کا انداز:

السلام علیکم، پریشان ہو گئے ہو...... یہ کیا ہو گیا ہے بھائی......! میں نے اچانک دوران تقریر سلام کیا یہ بات نہیں تھی...... کہ میں نے سلام کیسے کر دیا......؟ سلام ملاقات کے شروع میں ہوتا ہے یا آخر میں......؟ (شروع میں)

بھائی......! سلام آنے والے کا حق ہے...... جو آئے وہ کہے...... اس لیے روضے پر ہم جاتے ہیں...... تو ہم پڑھتے ہیں...... وہاں اور کوئی ایسے بھی ہیں...... جو کہتے ہیں پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں...... بھائی! جو آئے وہ سلام کہے...... اس لیے حضور ﷺ معراج کی رات جب جا رہے تھے...... تو جس نبی سے پہلے حضور ﷺ ملے...... وہ آدمؑ

تھے......جس کے لیے جبرئیلؑ نے کہا''سَلِّمْ عَلَیْهِ اَبُوْكَ آدَمُ ''ان کو سلام کیجئے......آپ کے ابا آدم بیٹھے ہیں......حالانکہ درجہ تو میرے نبی کا اونچا ہے......سلام اس کو کرنا چاہیے تھا ......لیکن حضور ﷺ کیوں کرر ہے ہیں......اس لیے کہ جو آئے سلام وہ کرتا ہے (بیشک) اب سارے بیٹھے ہیں بھائی......!بات بعد میں ہوتی ہے......سلام پہلے ہوتا ہے......لیکن عجیب بات ہے......کہ جب نماز پڑھتے ہیں ...... وہاں یہ سلام پہلے ہے یا بعد میں؟ (بعد میں) یہ کیا ہو گیا ہے......؟ الٹا سلام۔

ایک سوال:

میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں......کہ بھائی! مولانا قاسمی صاحب نماز پڑھ رہے تھے......کہ ایک آدمی نے کہا......کہ قاسمی صاحب دودھ پیو گے......؟ یہ بولیں گے؟ (نہیں) کیوں......؟ اس لیے کہ نماز میں ہیں ...... بھائی! جب تک آپ نماز میں ہیں ......کھانا، پینا، بولنا سب حرام ہے......تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنے سے حلال کام بھی حرام...... کھانا حلال...... پینا حلال...... بولنا بھی حلال ......ادھر اُدھر بھی دیکھنا باتیں کرنا حلال......تکبیر تحریمہ کے بعد سارے حرام جب تک سلام نہ کرو...... اس وقت تک یہ سارے حرام سلام کرو گے......تو حلال ہونگے ...... بھائی! یہ حرام اس لیے ہیں...... کہ آپ نماز میں ہیں......روزہ بھی نماز کی طرح ایک عبادت ہے......اس میں یہ سلام، کلام جائز ہیں......زکوٰۃ بھی تو ایک عبادت ہے......اس میں تو سلام کلام وغیرہ کی اجازت ہے...... حج بھی عبادت ہے...... کعبے کا طواف بھی کر لیتے ہیں...... باتیں بھی کر لیتے ہیں......وہاں جا کر احرام باندھ رہے ہو......صفا مروہ میں چل پھر رہے ہو......سلام کرتے ہو......نماز میں کیوں اجازت نہیں......؟ سوال سمجھ میں آیا......؟

سوال کا جواب:

بھائی......! نماز میں اس لیے اجازت نہیں...... کہ آپ اللہ اکبر اب کہنے کے بعد آپ یہاں پر نہیں...... آپ معراج پر ہیں...... اب معراج ہے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" اللہ تو پاک ہے "وَبِحَمْدِكَ" تعریف تیری ہے "وَتَبَارَكَ اسْمُكَ" برکت والی ذات تیری ہے "وَتَعَالٰی جَدُّكَ" بزرگی تجھ کو زیب دیتی ہے "وَلَآاِلٰهَ غَيْرُكَ" تیرے سوا کوئی معبود نہیں...... اب رب سے باتیں ہیں...... بھائی! میں اس لیے نہیں بولتا...... میں یہاں ہوں تو بولوں...... میں تو معراج پہ ہوں...... میں ادھر ہوں تو کھانا کھاؤں...... میں تو معراج پہ ہوں...... میں ادھر ہوں...... تو گفتگو کروں...... میں تو معراج پر ہوں...... میں یہاں ہوں تو اِدھر اُدھر دیکھوں...... میں تو معراج پہ ہوں اور جب معراج پہ ہو...... اور جو باتیں معراج پہ ہوئیں...... وہی یہاں پہ ہوتی ہیں...... وہاں بھی آقا نے قیام کیا...... تو بھی قیام کرتا ہے...... پیغمبر ﷺ نے رب کے دربار میں رکوع اور سجدے کیے...... تو بھی رکوع اور سجدے میں ہے...... وہاں بھی "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ" تو بھی تشہد اور التحیات میں ہے...... جب فارغ ہوا نماز مکمل ہوئی...... اب تو کہتا ہے جب نماز سے فارغ ہوا...... تو نماز سے نہیں فارغ ہوا...... اب جبکہ تو معراج کر کے آیا...... اب جو آتا ہے آنے والا کہتا ہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" ، "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" اب سلام کر کے کہہ رہا ہے...... کہ میں پہلے تھا نہیں...... ابھی تو سلام کیا ہے میں نے...... اب بھائی کھانا بھی کھاؤں گا...... پانی بھی پیوں گا...... باتیں بھی کروں گا...... پہلے تو وہاں تھا...... بھائی آج وعدہ کرو...... کہ ہم نماز والے تحفے کی پوری پابندی کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

شب معراج وسیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات:

یہ آپ کو پتہ ہے...... کہ کتنی نمازیں ملی تھیں...... ؟ پچاس، اگر حضور ﷺ لے آتے...... بھائی! ایک سوال اور ہے...... حضور ﷺ جب جا رہے تھے...... تو ہر آسمان پر ایک ایک نبی سے ملاقات ہوئی ہے...... اور جب آ رہے تھے...... تو صرف ایک سے ہوئی...... ہر ایک سے نہیں ہوئی...... آتے ہوئے کن سے ملاقات ہوئی...... ؟ (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) اور موسیٰ علیہ السلام سے معراج کی رات تین ملاقاتیں ہوئیں پہلی ملاقات زمین پر اس وقت ہوئی جب حضور ﷺ بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے...... تو فرمایا جب میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا...... رایتہٗ یصلی فی قبرہ...... میں نے کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھا...... وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے......، کیا مردے پڑھتے ہیں......؟ (نہیں) روح پڑھتی ہے نماز......؟ (نہیں) بھائی! عبادت روح مع الجسد یعنی روح اور جسم اکٹھی کرتے ہیں...... اکیلا روح اور اکیلا جسم عبادت نہیں کرسکتا...... (بیشک) مولانا اوکاڑوی ؒ سے ایک ملاں کا اس موضوع پر مناظرہ ہوا، بتا ہی دوں سعیدے بلوچ کا...... شکر ہے کچھ لوگوں کو تھوڑی سی ہدایت ملی۔

مماتیوں کو حضور ﷺ کی عزت کا خیال:

جب اپنی عزت کا مسئلہ آیا...... تو کہا یہ گستاخ رسول ہے...... جب ہم کہتے تھے...... یہ گستاخ رسول ہے...... تو کہتے تھے بڑا موحد ہے...... پھر بھی تو توحید بیان کرتا ہے......؟ جب اپنے آپ پر چوٹ پڑی...... تو کہا یہ (احمد سعید) گستاخ ہے...... ہمارے بزرگوں کو برا کہتا ہے...... افسوس ہے، تمہاری اس بزرگی پر تمہیں اپنی بزرگی کا لحاظ ہے...... رسول اللہ ﷺ کی عزت کا لحاظ نہیں آیا...... تو اس نے مولانا اوکاڑوی ؒ کو کہا...... یہ تو حضور ﷺ کا معجزہ تھا...... معراج حضور ﷺ کا معجزہ تھا...... تو معجزہ وقتی ہوتا ہے...... اس

لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے......تو حضور ﷺ نے دیکھ لیا......مولانا محمد امین اوکاڑوی ؒ بھی اپنے زمانے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے علم کا وارث تھا...... حضرت کہنے لگے جناب......! یہ حضور ﷺ کا دیکھنا تو معجزہ ہے......لیکن موسیٰ علیہ السلام کی نماز تو اس کا اپنا عمل ہے...... نبی کا یہ دیکھنا معجزہ ہے......کہ حضور ﷺ نے اس وقت یہ دیکھا......کلیم اللہ علیہ السلام تو ہمیشہ اپنی عبادت میں مصروف ہے......تم اس کے انکار کے لیے کوئی دلیل پیش کرو۔

اب مسئلہ یہ ہے......کہ اگر کہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو سارے معراج کی چھٹی ہوتی ہے...... چونکہ مسلم شریف میں جہاں یہ ہے......وہاں سارے معراج کا اکٹھا پورا واقعہ لکھا ہوا ہے......اور یہ بڑی عجیب بات ہے......کہ ان کے لیے اب کوئی مسئلہ نہیں......اس کا بھی انکار کر دینگے...... مانتے ہی نہیں ہم...... وہی ملحدوں والا عقیدہ کہ خواب میں دیکھا...... چترو ڑگڑھی اب یہی کہتا ہے......کہ کوئی معراج نہیں......خواب تھا جو دیکھا......یہ بیان کر دیا......اب وہ اس عقیدے پر آ گیا ہے۔

دوسری ملاقات حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام سے بیت المقدس میں کی...... جہاں سارے نبی علیہم السلام موجود تھے۔

نسبت کی مثال:

دیکھیں......! ہم قرآن کے ایک مدرسہ میں بیٹھے ہیں......اور قرآن کی نسبت اتنی عظمت والی ہے......کہ جس کو یہ مل جائے......وہ اونچا ہو جاتا ہے......(بیشک) کیونکہ یہ قرآن کی نسبت ہے......قرآن کے ساتھ کپڑا جڑے وہ اونچا ہو جاتا ہے......اس کو دنیا چومتی ہے......جس کاغذ پہ قرآن لکھا ہو......لوگ اس کو چومتے ہیں......جس رحل پر قرآن رکھا جائے......لوگ اس کو چومتے ہیں...... (بیشک) اس کا احترام کرتے ہیں......اس

کے اوپر سے نہیں گزرتے...... یہ قرآن کی نسبت ہے...... جو اتنی عزت دے رہی ہے...... دیکھیں...... یہاں آپ کے ہاں پتا نہیں رواج ہے یا نہیں......؟ جب ہم چھوٹے ہوتے تھے...... پڑھتے تھے تو ہمارے ہاں رواج ہوتا تھا...... ہم لوگوں کے گھروں میں قرآن پڑھنے جاتے تھے...... دس پندرہ لڑکے ہوتے تھے...... تو سپارے سب سے چھوٹے لڑکے کو دیتے تھے...... مسئلہ سمجھو...... لیکن چھوٹا لڑکا جو قرآن لے کر چلتا تھا...... وہ سب سے آگے یا پیچھے......؟ (سب سے آگے) حالانکہ وہ حافظ بھی نہیں...... قاری بھی نہیں...... پیر بھی نہیں...... مولوی بھی نہیں...... لیکن اس کو صرف قرآن اٹھانے کی نسبت ملی...... تو آگے (بیشک) سارے اوپر دیکھو...... کیا نظر آ رہا ہے......؟ (آسمان) بھائی......! یہ آسمان نہیں جس کو آپ دیکھ رہے ہیں...... آسمان تو پانچ سو سال کی مسافت پر ہے...... یہ ہماری نگاہ کی حد ہے...... ہماری نظر ٹھہرتی ہے...... ہمیں لگتا ہے...... کہ شاید یہ آسمان ہے...... یہ آسمان نہیں ہے۔

قرآن والا سب سے اونچا:

مگر ہم نے اس شب معراج میں یہ دیکھا...... اس شب معراج میں کہ آسمان نیچے...... جس کے پاس قرآن ہے...... وہ اس سے بھی اونچا...... دوسرا آسمان نیچے...... قرآن والا اونچا...... تیسرا آسمان نیچے...... قرآن والا اونچا...... چوتھا آسمان نیچے...... قرآن والا اونچا...... پانچواں، چھٹا، ساتواں آسمان نیچے...... قرآن والا اونچا...... میں یوں کہہ دوں آدم صفی اللہ نیچے قرآن والا اونچا...... عیسیٰ روح اللہ انجیل والا نیچے قرآن والا اونچا تورات والا کلیم اللہ نیچے قرآن والا اونچا...... زبور والے داؤد نیچے قرآن والا اونچا عرش نیچے ہے اور قرآن والا سب سے اونچا ہے...... جبرئیل نیچے قرآن والا اونچا عرش نیچے ہے اور قرآن والا...... سب سے اونچا ہے (سبحان اللہ)

جس کے حصے میں قرآن ہے..... وہ سب سے اونچا ہے..... صفیں بن گئی ہیں (عام مولوی اور پیروں کی نہیں) انبیاء کی صفیں سارے نبی صفوں میں کھڑے ہیں..... یہ ہمارے بعض واعظ کہتے ہیں..... کہ حضرت آدم علیہ السلام سوچتے تھے..... کہ میں نماز پڑھاؤں گا..... اس اُلو سے کوئی پوچھے..... کہ وہ سوچتے تھے..... تجھے یہ کس نے بتایا .....؟ (غلط بات ہے) اب جب امام کے مصلے پر آنے کا وقت آیا..... سارے صفوں میں تھے..... تورات والا صف میں..... انجیل والا صف میں..... زبور والا صف میں..... مصلے پر وہ آیا..... کہ جس کے پاس قرآن تھا..... کون آیا.....؟ جس کے پاس قرآن تھا وہ آیا۔

ایک مسئلہ کی عجیب تحقیق:

قرآن میں ایک آیت ہے..... جس میں اللہ فرماتے ہیں ..... وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ..... اے محبوب! یہ سات آیتیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں..... بار بار پڑھی جاتی ہیں..... ہر نماز کی تمام رکعات میں پڑھی جاتی ہیں..... اٰتَیْنٰکَ ..... یہ لفظ ''کَ'' بتاتا ہے..... کہ حضرت آدمؑ سے عیسیٰؑ تک کسی کو نہیں دی..... محمدؐ! صرف تیرا ہی حق ہے..... تو ہی پڑھ صرف تیرا ہی حق ہے..... اب اللہ نے مصلیٰ اس کو دیا..... جس کے پاس سورۃ فاتحہ تھی..... آقا ﷺ مصلے پہ آئے..... میرا عقیدہ ہے بخاری شریف کی روایت کے مطابق ''لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ '' (۱)

---

(۱) صحیح البخاری ص۱۰۴، صحیح المسلم ص۱۶۹ ج۱ اس روایت میں مقتدی اور امام کی کوئی قید نہیں اس لیے فریق ثانی کا اس سے استدلال درست نہیں ، یہی روایت ابوداؤد میں فصاعداً کی زیادتی کے ساتھ موجود ہے سفیان اس کے راوی ہیں جو بالاجماع ثقہ ہیں وہ کہتے ہیں "لمن یصلی وحدہٗ" یہ حدیث اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (ابوداؤد ص۱۲۶ ج۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، یہی روایت ترمذی میں موجود ہے اس کے مرکزی راوی امام احمد بن حنبلؒ ہیں وہ فرماتے ہیں "معنی قول النبی ﷺ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہٗ" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جس نے فاتحہ نہیں پڑھی......اس کی نماز نہیں ہوئی......قرآن میں فاتحہ اس وقت اتر چکی تھی......پانچویں نمبر پر......سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی آیتیں......پھر سورۃ المزمل کی ابتدائی آیتیں......پھر سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں......پھر سورۃ القلم کی ابتدائی آیتیں......پھر پانچویں نمبر پر سورۃ الفاتحہ مکمل اتر چکی تھی......امام کو یاد تھی......انہوں نے مصلے پر پڑھی ......ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) انبیاء جو پیچھے کھڑے تھے ''اَتَیۡنٰکَ'' کا جو لفظ ''کَ'' ہے وہ بتاتا ہے......کہ ان میں سے کسی کو ملی بھی نہیں......کسی کو دی بھی نہیں......کسی کو یاد بھی نہیں کرائی یہ سب کے سب وہ ہیں جن کو فاتحہ نہیں آتی تھی......تم بتاؤ ان کی نماز ہوئی یا نہیں......؟ (ہوئی ہے)

مین اس جاہل سے کہتا ہوں......(چاہے وہ جل کے جلن ہو جائے) میں کہتا ہوں......کہ مجھے کہہ اے مولوی تیری نماز نہیں ہوئی......لیکن جب تو یہ کہتا ہے......کہ جو فاتحہ نہیں پڑھتا......اس کی نماز نہیں ہوتی......یہ سوچ کر کہہ......کہ کہیں یہ تیرا فتویٰ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پر نہ لگے۔

(سابقہ صفحہ کابقیہ حاشیہ)

نبی کریم ﷺ کے قول کا مطلب کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے ہے، یہ بات انہوں نے اپنی طرف سے نہیں کہی آگے امام ترمذی فرماتے ہیں "واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام" امام احمد بن حنبلؒ نے حدیث جابر بن عبداللہؓ سے استدلال کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کسی رکعت میں سورت فاتحہ نہیں پڑھی گویا کہ اس نے نماز ہی نہیں پڑھی سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو (جامع ترمذی ص ۱۸۰ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)، اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں احسن الکلام، مجموعہ مقالات، تجلیات صفدر، حدیث اہلحدیث، آثار التشریح، مجموعہ رسائل، اختلاف امت اور صراط مستقیم، بارہ مسائل، ارمغان حق، آثار السنن، حضرت شیخ الہند کے غیر مقلدین سے لاجواب سوالات

خلافت صدیق اکبرؓ پر جھلک:

حضور ﷺ کو اپنی آخری نماز بھی جو مسجد نبوی کی ہے...... ابو بکرؓ پڑھا رہے تھے...... حضور ﷺ آئے تو ایک طرف علیؓ تھے...... ایک طرف چچا عباسؓ تھے...... (ٹائم نہیں وگرنہ میرا دل کرتا ہے آج آپ کو علیؓ پر بھی باتیں سناتا) ایک طرف علیؓ تھے...... ایک طرف عباسؓ تھے...... حضور ﷺ حجرے سے سیدھے نکل آئے...... تو جب منبر کے قریب آئے...... یعنی مصلے کے تو ابو بکرؓ پیچھے ہونے لگے...... اندازہ ہو گیا...... کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں...... میں پیچھے ہو جاؤں...... تو وہاں حضور ﷺ نے صدیقؓ کو ایک جملہ کہا ''عَلٰی مَکَانِكَ یَا اَبَابَکْرٍ'' صدیق اپنی جگہ پر ٹھہر۔

ایمان داری سے بتاؤ...... یہ جگہ کس کی تھی......؟ (نبی ﷺ کی) مصلیٰ نبی کا ہے...... کہنا تو عقل کی کسوٹی کے مطابق یہ چاہئے کہ یہ میری جگہ ہے تو ٹھہر یہاں سے تجھے کون پیچھے ہٹا رہا ہے......؟ حضور ﷺ نے یوں نہیں کہا...... کہ میری جگہ ہے فرمایا ''عَلٰی مَکَانِكَ'' تو اپنی جگہ پر ٹھہر...... ساتھ وہ آئے...... جو علیؓ ہے...... ساتھ آئے عباسؓ...... دو ہی یہ آدمی تھے...... جو پیغمبر کے منصب وراثت کے مالک بن سکتے تھے...... یا چچا زاد بھائی آسکتا تھا...... یا چچا آسکتا تھا...... نبی ﷺ دونوں کو ساتھ لے کر آئے...... باقی تو عبادت میں ہیں...... علی تو بھی گواہ ہو...... عباس تو بھی گواہ ہو...... جب دونوں کے سامنے کہتا ہوں...... اے صدیق جگہ تیری ہے تو ٹھہر ''عَلٰی مَکَانِكَ'' اپنی جگہ پر ٹھہر...... اسی کو علیؓ نے کہا تھا ''یَا اَبَابَکْرٍ اَنْتَ کُنْتَ مَقَامَ الْاَنْبِیَاءِ'' تو نبوت کی جگہ پر کھڑا ہے...... پہلے نبی استقامت کے ساتھ اس جگہ پر تھے...... آج صدیق ہے...... پیغمبر ﷺ نے علیؓ کو گواہ بنایا...... عباسؓ کو گواہ بنایا...... کہ اب تک جگہ میری تھی...... اب صدیق کی ہے...... اب تک مصلیٰ میرا تھا...... اب صدیق کا ہے...... اب تک منصب میرا تھا...... اب

صدیق کا ہے..... اب قیامت تک خلافت میرے بعد صدیق کی ہوگی۔

توجہ طلب ایک نکتہ:

صاحب علم لوگ یہاں بیٹھے ہیں.....ایک روایت یہ ہے..... کہ حضرت ابوبکر صدیق سورۃ الفاتحہ ختم کر کے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" پڑھ رہے تھے۔ تو حضور ﷺ جب آئے.....تو ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے.....تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھہر جا..... تو یہاں ایک نکتہ اور دے دوں..... جہاں جگہ بہت تھی وہاں تو پیغمبر ﷺ نے سب کو ساتھ رکھا..... بدر میں سارے ساتھ تھے..... احد میں سارے ساتھ تھے..... فتح مکہ میں سارے ساتھ تھے..... حنین میں سارے ساتھ تھے..... خندق میں سارے ساتھ تھے.....اور جگہ جہاں تھوڑی تھی..... وہاں صدیق ہی ساتھ رہا..... غار میں جگہ اتنی ہی تھی..... کہ ایک یار ہو.....ایک صدیق ہو.....اور کوئی نہ ہو..... مصلے پر جگہ تھوڑی تھی.....تو ساتھ صدیق ہی کو رکھا ہے..... حجرے میں جگہ ہی اتنی ہے.....اس لیے ساتھ صدیق ہی کو رکھا ہے۔

بھائی.....! جہاں صدیق نے چھوڑا.....حضور ﷺ نے نماز میں اس سے آگے پڑھا..... حضور ﷺ نے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" آگے پڑھی.....حضور ﷺ نے فاتحہ پڑھی یا نہیں.....؟ (نہیں پڑھی) تو اس ملاں سے کوئی پوچھے.....کہ میرے نبی ﷺ کی نماز ہوئی یا نہیں.....؟ فتویٰ سوچ کر لگاؤ.....امام ابوحنیفہؒ کے مقلد پر نہیں لگا رہا..... بلکہ حضور ﷺ کی امامت پر لگا رہا ہے۔

شبِ معراج میں سفارش موسیٰ علیہ السلام کی حکمت:

بھائی.....! آگے ہوئے حضور ﷺ کو ایک نبی ملے..... بات یاد ہے کون؟ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کیا ہماری رشتہ داری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ

ہے...... یا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے؟ (حضرت ابراہیم علیہ السلام سے) ملت ابراہیمی کہلاتے ہم ہیں...... ادائیں اور سنتیں ابراہیم علیہ السلام کی اپناتے ہم ہیں...... سفارش موسیٰ علیہ السلام کرتے ہیں...... ابراہیم علیہ السلام نہیں کرتے...... جس دادا کا حق بنتا تھا...... وہ بولا نہیں...... اور جس سے ہماری رشتہ داری نہیں...... نبوت کا احترام ہے...... وہ ہماری سفارش کر رہا ہے...... کہ نمازیں تھوڑی کراؤ...... بھائی! حضرت کلیم علیہ السلام سے ہماری ایک دلچسپی ہے......؟ (یہ بات علیحدہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیوں نہیں بولے......؟ پھر کبھی بتاؤں گا عوام نے اصرار کیا ہے کہ ابھی بتائیں)۔

ایک نکتہ:

ابھی صرف ایک نکتہ بتاتا ہوں...... خلیل کہتے اس کو ہیں...... جو یار کی اداؤں پر قربان ہو...... اپنی نہ منوائے اس کی مانے...... اس لیے حضرت خلیل علیہ السلام سے پوچھا گیا...... کہ آپ خلیل علیہ السلام کیسے بنے......؟ فرمایا ''بَذَلْتُ نَفْسِیْ لِلنِّیْرَانِ وَوَلَدِیْ لِلْقُرْبَانِ وَمَالِیْ لِلضِّیْفَانِ قَلْبِیْ لِلرَّحْمٰنِ ''خلیل کا مزاج ہے...... جان بھی دی مال بھی دیا...... وطن بھی دیا...... اولاد بھی دی...... بچے بھی دیئے...... سب کچھ جو دے رہا ہے...... وہ نمازوں میں تخفیف کے لیے کیوں کہے......؟ اس کا اپنا مزاج ہے وہ چاہتا ہے...... کہ میری ساری قوم اس مزاج میں ڈھلے...... جیسے میں سب کچھ دے رہا ہوں...... ایسے ہی سب کچھ دے دے...... اس لیے وہ نہیں بولے۔

یار دو قسم کے ہوتے ہیں:

کلیم اللہ کیوں بولے......؟ یار دو قسم کے ہوتے ہیں...... کچھ ایسے یار ہوتے ہیں...... کہ یار کی اداؤں پر چپ رہ کر مر مٹنے والے ہوتے ہیں...... جیسے کہو سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے...... اور کچھ ایسے ہوتے ہیں...... جو تھوڑا سا بے تکلف بن کے بولتے

تو کلیم تھے جحت والے نبی...... باتیں اللہ تعالیٰ سے کیا کرتے تھے......ان باتوں میں......کبھی یوں کہتے تھے......کہ اپنا دیدار کرائیں......اب کہا اللہ میں حجت کا کمال ہوتا ہے......دیدار کرا اللہ نے کہا''لَنْ تَرَانِیْ''اب''تَرَانِیْ''کے شروع میں لفظ میں کتنی طاقت ہے......عربی گرائمر کو سمجھنے والے لوگ اس کو سمجھتے ہیں......کہ تیرے بس میں ہی نہیں......کہ تو دیکھ ہی نہیں سکتا......کہا اللہ دل جو چاہتا ہے......آخر اتنی باتیں......! آج لوگ کہتے ہیں......کہ کون کہتا ہے......کہ ملاقات نہیں ہوتی......ملاقات تو ہوتی ہے مگر بات نہیں ہوتی......وہاں نظام اور تھا......وہاں قانون اور تھا......وہاں بات تو ہوتی ہے......لیکن ملاقات نہیں ہوتی تھی......اس لیے کہا اللہ دیدار کرا......ملاقات کرنی ہے......؟ اللہ نے کہا ''لن ترانی'' کہا اللہ جی چاہتا ہے......اللہ نے فرمایا اچھا پہاڑ کو دیکھ اگر پہاڑ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا......تو تم بھی دیکھ سکو گے......ورنہ نہیں دیکھ سکو گے۔

علماء نے لکھا ہے......کہ اللہ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی......مدارج النبوۃ میں میں نے ایک روایت پڑھی ہے جس سے میں تڑپ گیا......کہ جب پہاڑ پر تجلی ڈالی......تو پہاڑ ٹکڑے ہوا......اور موسیٰ علیہ السلام گرے......لیکن پہاڑ پر ایک جملہ لکھا ہوا دیکھا...... کہ''یا کلیم لا تقرب مال الیتیم''کلیم یتیم کے مال کے قریب نہ جا......یہ دیدار تجھ کلیم کا حق نہیں......یہ دیدار محمد یتیم کا حق ہے......کون بول سکتا تھا......چپ رہے......اب جب آقا ﷺ واپس آرہے تھے......کلیم راستے میں رک گئے......کیوں کھڑے ہو......؟ کہا اس لیے کہ میں نے کہا اللہ دیدار کرا اللہ نے کہا تجھ میں طاقت نہیں......میں تو نہ دیکھ سکا...... اس کو تو دیکھوں......جو دیکھ کے آرہا ہے......کلیم نے انوارات جب دیکھے......اثرات دیکھے......تجلیات و برکات و فیوضات جب دیکھے......(آپ اس کے اثر کو محسوس نہیں کرسکتے کسی صاحب روحانیت سے پوچھیں جب کسی اللہ والے کی ملاقات کے بعد جب آدمی آتا ہے تو اس پر کیا کیفیت ہوتی ہے) بھائی......! جب یہ کیفیت کلیم اللہ علیہ السلام

نے دیکھی......تو کلیم اللہ نے سوچا

کہ تدبیر بناؤں......کام اپنا تھا......نام ہمارا تھا......کہا حضرت پچاس نمازیں! اب کلیم یہ بھی چاہتے تھے......کہ ان سے کچھ بات بھی ہو جائے......تو تدبیر کر کے کہا......کہ کیا لے کر آئے ہو......؟ کہا پچاس نمازیں......آپ کی امت کہاں پڑھ سکے گی......وہ تو دو نمازیں نہیں پڑھ سکے گی......میری امت نہیں پڑھتی تھی......آپ کی امت اور زیادہ دور چلی جائے گی......آپ اس میں تخفیف کرائیں۔

دونوں منظر سامنے رکھو......کہ امت کی فکر میں چھٹے آسمان سے پھر عرش پر حضور ﷺ گئے......روایات کا اختلاف ہے دس یا پانچ معاف ہوئیں......پھر آئے......پھر گئے......پھر آئے......پھر گئے......پھر آئے......پھر گئے......نو چکر لگے......(۴۵) نمازیں معاف ہوئیں......ہر چکر پر کلیم دیکھتا تھا......انورات و تجلیات کا اضافہ ہوتا تھا......اب بھی کلیم کا جی چاہتا تھا......کہ ایک چکر اور لگے......وہ چاہتے تھے......کہ دو ہوں......لیکن حضور ﷺ نے فرمایا......اب جاتے ہوئے......مجھے بھی حیاء آتی ہے......(۱) اس پانچ کے حلقے میں کہیں ایسا نہ ہو......کہ پانچ بھی خدا لے لے......اب یہ کلیم بار بار دیکھتے تھے......وہ آقا ﷺ کو دیکھتے تھے......اور آقا ﷺ ان کو دیکھتے تھے......توجہ کرنا بات ختم کرتا ہوں۔

آقا تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا
یہ یہاں دیکھے کلیم کا معراج وہ وہاں دیکھے یہ ان کا معراج!
سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

---

(۱) حتیٰ استحییت مشکوٰۃ شریف ص۵۲۸ ج۲

حق نے کی ہے عطا سب سروروں کی سروری
آپ پر ہے ختم سب پیغمبروں کی پیغمبری
تو از پری چابک تری وز برگ گل نازک تری
ہرچند و صفت میکنم حقا عجائب دلبری

تمہید:

قابل صد تعظیم وتکریم بزرگو، دوستو اور بھائیو! معراج کے متعلق کچھ ابتدائی باتیں آج کے اس خطبہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں...... بقیہ تفصیل اور باقی باتیں انشاء اللہ آئندہ آنے والے جمعوں میں مَیں پیش کروں گا۔

حضور ﷺ کا معروف اور نمایاں معجزہ:

معراج کا لفظ عروج سے ہے...... اس کا معنیٰ ہے بلندی پر جانا...... یہ عروج یہ معراج اور یہ بلندی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی ہے...... اور یہی بلندی اللہ نے جناب سرور کائنات فخر موجودات جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عطا فرمائی...... حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے سب سے زیادہ مشہور و معروف نمایاں معجزہ اللہ کے نبی کا معراج ہے۔

معجزہ انبیاء کو عطا کرنا:

علماء کرام نے لکھا ہے...... کہ ویسے رسول اللہ ﷺ از سرتا پاء مجسمۂ معجزہ ہیں...... کیونکہ معجزہ کہا جاتا ہے...... ایسا کام کرنا جس کا مقابلا کرنے سے پوری دنیا عاجز آ جائے...... اور معجزہ اللہ انبیا کے ہاتھ پہ ظاہر کرتے ہیں...... اس میں قدرت اللہ کی کارفرما ہوتی ہے نبی کی کوئی اپنی قدرت اور طاقت اس میں کارفرما نہیں ہوتی...... حتیٰ کہ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے...... کہ نبی کے ہاتھ سے معجزہ ظاہر ہو رہا ہوتا ہے...... اور نبی کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا......

کہ یہ میرے ہاتھ سے معجزہ ظاہر ہو رہا ہے۔

معجزہ میں اللہ کی قدرت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے فرمایا..... کلیم تیرے ہاتھ میں کیا ہے.....؟ تو انہوں نے کہا عصاء ہے..... اللہ نے فرمایا اس عصاء کو زمین پر پھینکو..... جب اس عصا کو پھینکا گیا..... تو قرآن کہتا ہے..... فَاِذَاهِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ..... وہ بہت بڑا سانپ بن گیا..... موسیٰ علیہ السلام گھبرائے..... اور پیچھے ہٹے..... کہ شاید یہ بہت بڑا سانپ مجھے ایذا نہ دے ..... قرآن کہتا ہے..... کہ اللہ نے کلیم کو کہا..... خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى..... نبی کے ہاتھ سے ایک معجزہ ظاہر ہو رہا ہے..... پیغمبر کو یہ پتہ نہیں..... کہ میرے ہاتھ سے معجزہ ظاہر ہو رہا ہے..... اس لئے اس میں قدرت خدا کی کارفرما ہوتی ہے..... جب اللہ چاہتے ہیں اسے ظاہر کر دیتے ہیں..... یہ ضروری نہیں..... کہ نبی کو اس کے اظہار کا پتا ہو اور یہ بھی ضروری نہیں..... کہ اس کے اظہار کا پتا نہ ہو..... اللہ چاہتے ہیں تو بتا دیتے ہیں..... نہیں چاہتے تو نہیں بتاتے۔

معجزات کا انکار ایک عظیم فتنہ:

یہ بات ذہن میں رکھیں..... کہ انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہیں..... وہ سب برحق ہیں..... ہر دور میں مختلف فتنے رہے..... ہمارے ہاں بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے..... جو معجزات کا انکار کرتا ہے..... سر سید احمد خان کا نام آپ نے سنا ہوگا..... سکولوں ،کالجوں کی تعلیم میں اس کی بڑی اہمیت ہے..... اس کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے..... وہ ایسا آدمی تھا جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا بھی منکر تھا..... تقدیر کے فیصلوں کا بھی منکر تھا..... اسی طرح فرشتوں کا بھی منکر تھا..... جنت کا بھی منکر تھا..... جہنم کا بھی منکر تھا..... اور بڑی عجیب بات یہ ہے..... کہ رسول اللہ کا اہم ترین معجزہ قرآن مجید نے جس کو بڑی عظمت

کے ساتھ بیان کیا ہے......وہ اس کا بھی منکر تھا......ان تمام چیزوں کا وہ منکر تھا......اور کہتا تھا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔(۱)

تمام انبیاء کے معجزات:

مولانا قاسم نانوتوی ؒ ایک دفعہ تشریف لے جا رہے تھے......کہ اچانک سر سید احمد خان سامنے آیا......اس کے ساتھ کتا تھا......تو مولانا نانوتوی ؒ نے اسے کہا......کہ اس کتے کو اپنے ساتھ رکھنے کا کیا تعلق ہے......؟ اس نے آپ سے استہزاء اور مزاق کے انداز میں کہا......کہ تم مولوی لوگ یہ کہتے ہو......کہ جس کے گھر میں کتا ہو وہاں فرشتے نہیں آتے......میں نے کتا اس لئے اپنے ساتھ رکھا ہے......کہ چلو راستے میں مجھے کہیں موت تو نہیں آئے گی......کہ موت والا فرشتہ کتے سے ڈر جائے گا......حضرت نانوتوی ؒ بھی بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے......فرمایا یہ بتاؤ اس کتے کو موت آئے گی کہ نہیں آئے گی......؟ اس نے کہا اس کو تو آئے گی......فرمایا جو فرشتہ اس کی روح نکالنے کے لئے آئے گا......

---

(۱) سر سید بظاہر دین اسلام کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن در پردہ انہوں نے تعلیمات اسلامیہ میں وہ تخریب کی ہے کہ شاید خود یہود و نصاریٰ بھی نہ کر سکے ہوں، قرآنی آیات کے مطالب اور مفہوم کو اپنی ناقص و فرنگی متاثر عقل کے مطابق اور سلف مفسرین قرآن سے ہٹ کر پیش کرتے ہیں، جس کے پڑھنے کے بعد آدمی کو خود قرآن کا مواد بھی مشکوک دکھائی دیتا ہے، اس پر اگر آپ مزید دیکھنا چاہیں تو مولانا عبد القیوم حقانی مد ظلہٗ کی کتاب "محرف قرآن سر سید احمد" کا مطالعہ کریں، سر سید نے بظاہر "سیرت محمدی" المعروف "خطبات احمدیہ" مشہور مستشرق سر ولیم میور کی کتاب "سیرت محمد" کے جواب میں لکھی، اس میں معراج کے متعلق سر سید لکھتے ہیں کہ آیتیں معراج کے متعلق تصور کی گئی ہیں، آگے لکھتے ہیں "باقی رہیں وہ حدیثیں اور روایتیں جو شق صدر اور معراج سے تعلق رکھتی ہیں لیکن وہ باہم اس قدر مختلف اور متعارض اور متناقض ہیں کہ کوئی بھی قابل اعتبار کے نہیں ہے اور ان کی صحت کی کافی سند بھی نہیں ہیں (سیرت محمدی ص ۲۹۵ مطبوعہ لاہور) معراج کے متعلق اکثر روایات لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "قواعد کے پیش نظر ان کا باطل اور موضوع ہونا ثابت ہو سکتا ہے (سیرت محمدی ص ۳۲۲)

وہ تیری روح بھی نکال کر لے جائے گا۔

تو میں عرض کررہا ہوں...... کہ معجزات کا انکار یہ ایک مستقل فتنہ جو ہر دور میں رہا ہے...... اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے...... کہ تمام انبیاء کے معجزات برحق ہیں۔

معجزہ کسے کہتے ہیں:

معجزے کی تعریف یہ ہے...... کہ جس کا مقابلہ کوئی نہ کرسکے...... جس سے دنیا عاجز آجائے...... وہ معجزہ ہے...... مثلاً ایک آدمی مرگیا...... اس کی روح نکل گئی...... پوری دنیا کے ڈاکٹر اکٹھے ہوجائیں...... ساری دنیا کے سپیشلسٹ اکٹھے ہوجائیں...... بڑے بڑے ماہر تعلیم اکٹھے ہوجائیں...... بڑے بڑے سائنسدان اکٹھے ہوجائیں...... اُس مردہ جسم میں روح کوئی نہیں ڈال سکتا...... اور اللہ کا نبی کہے...... قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ...... مردہ اٹھ کر بیٹھ جائے...... اسی کا نام معجزہ ہے...... جس کو کئی نہیں کرسکا اور اللہ کے نبی کے ہاتھ سے وہ کام ہوا اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

معجزہ معراج قرآن کی زبانی:

جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی تعداد کا شمار کوئی نہیں کرسکتا...... علماء کرام نے کتابوں میں جو تعداد لکھی ہے...... وہ مشہور ہے...... کہ ساڑھے تین ہزار سے بھی زیادہ معجزے اللہ کے نبی نے امت پر ظاہر فرمائے۔

- پھر پیغمبر ﷺ کے ہاتھوں سے اللہ نے معجزے ظاہر کرائے
- نبوت ﷺ کی نگاہ سے معجزے ظاہر ہوئے
- پیغمبر ﷺ کی زبان سے معجزے ظاہر ہوئے
- نبوت ﷺ کے قدم سے معجزے ظاہر ہوئے

ان تمام معجزات کی فہرست میں ایک معجزہ معراج ہے...... جس کو قرآن مجید نے

عظمت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تمام انبیاء کا معراج اور حضور ﷺ کا معراج:

معراج عروج سے ہے..... عروج کے معنیٰ ہیں بلندی پر جانا..... یہ بلندی تمام انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی..... لیکن بقیہ انبیاء کے معراج میں اور آمنہ کے لال کے معراج میں سب سے بڑا اور نمایاں فرق یہ ہے..... کہ سب کو وہ عظمت اور بلندی اللہ نے فرش پر دی..... اور آمنہ کے در یتیم ﷺ کو یہ عظمت اور بلندی اللہ نے عرش پر عطا فرمائی آسمانوں پر بلا کر معراج عطاء فرمایا۔

تمام انبیاء کے معراج اور حضور ﷺ کے معراج میں فرق:

دوسری سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے..... کہ آدم سے عیسیٰ تک جتنے انبیاء کرام کو معراج ہوا..... ان تمام انبیاء کو معراج بشکل امتحان ہوا ہے..... اللہ نے وہ بلندی دی..... لیکن امتحان میں عطاء فرمائی۔

- آدم علیہ السلام کو میدان عرفات میں..... امتحان میں معراج ہوا ہے
- نوح علیہ السلام طوفان میں ہیں..... معراج ہے مگر امتحان ہے
- یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں ہیں معراج ہے مگر امتحان ہے
- زکریا علیہ السلام آرے کے نیچے ہیں معراج ہے مگر امتحان ہے
- ابراہیم علیہ السلام آگ میں ہیں..... معراج ہے مگر امتحان ہے
- اسماعیل علیہ السلام چھری کے نیچے ہیں معراج ہے مگر امتحان ہے
- کلیم علیہ السلام کوہ طور پر ہے..... معراج ہے مگر امتحان ہے
- عیسیٰؑ کو قوم تختہ دار کی طرف لیکر جاتی ہے معراج ہے مگر امتحان ہے

ہر پیغمبر کا معراج زمین پر بصورت امتحان ہے..... مگر آمنہ کے در یتیم کا معراج عرش بریں پر

امتحان نہیں...... بلکہ اللہ کی طرف سے انعام ہے۔

اللہ کا ساری کائنات کو سجانا:

یہ نبوت ﷺ کی خصوصیت تھی...... کہ انعام کی شکل میں اللہ نے معراج آپ کو عطاء فرمایا...... ہمارے ہاں مدارس میں امتحان ہوتے ہیں...... جو طالب علم سب سے زیادہ نمبروں میں کامیاب ہو...... جو سب سے زیادہ نمایاں نمبر لے جائے...... اس کے لئے بڑی بڑی تقریبیں منعقد ہوتی ہیں...... لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے...... علاقے کے معززین کو جمع کیا جاتا ہے...... بڑے لوگ جمع ہوتے ہیں...... اس ادارے میں باقاعدہ اس کی صفائی کی جاتی ہے...... سب طلباء بھی جمع ہوتے ہیں...... اساتذہ اکٹھے ہوتے ہیں...... سب کے سامنے اس بچے کو پیش کیا جاتا ہے...... کہ یہ وہ بچہ ہے...... جس نے سب سے زیادہ نمایاں کامیابی حاصل کی ہے...... معراج کی رات اللہ کی پوری کائنات کو سجا کر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو جمع فرما کر، فرشتوں کو اکٹھا کر کے اپنا محبوب دکھایا...... کہ یہ وہ ہے کہ جس نے اللہ کے دربار میں امتحان دے کر سب سے زیادہ بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

علماء نے لکھا ہے...... کہ معراج رسول اللہ ﷺ کو اس وقت ہوا ہے...... کہ جب حضور ﷺ امتحانات سے گزرے...... بہت زیادہ تکلیفیں، آزمائشیں اور امتحانات اللہ کے نبی ﷺ پر آئے...... کتابوں میں لکھا ہے...... کہ حضور ﷺ کو معراج نبوت کے دسویں سال ہوا...... اگرچہ معراج کے سن میں بھی اختلاف ہے...... مہینے میں بھی اختلاف لکھا ہے...... سیرت کی کتابوں میں تاریخ میں بھی مشہور یہ ہے...... کہ رجب المرجب کا مہینہ تھا اور ستائیس کی رات تھی۔

مصائب و مشکلات نبوت کا ورثہ:

اس سے پہلے حضور ﷺ طائف میں تشریف لے گئے تھے...... اور پورے سفر

طائف میں صرف ایک آدمی نے کلمہ پڑھا......اور کسی نے کلمہ نہیں پڑھا......اماں عائشہ صدیقہ ؓ ارشاد فرماتی ہیں......کہ میں نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے پوچھا......کہ اللہ کے محبوب آپ کو پوری زندگی میں سب سے زیادہ کوئی مشکل وقت بھی یاد ہے......؟ فرماتی ہیں...... کہ جب میں نے یہ کہا......تو حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے......فرمایا عائشہ......! میں طائف کے سفر کو نہیں بھول سکتا۔

- اس وقت لوگوں نے مجھے پتھر مارے تھے
- سیٹیاں بجائیں تھیں
- گالیاں دی تھیں
- پیچھے بچوں کو لگا دیا تھا

کیفیت یہ ہوئی تھی......کہ میں سر سے لے کر پاؤں تک لہولہان تھا......اس وقت کلمہ پڑھنے والا کوئی آدمی نہیں تھا......میرا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نہیں تھا......یہ طائف کا وقت جب مجھے یاد آتا ہے......تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں......اتنا بڑا مشکل وقت اللہ کے پیغمبر ﷺ نے گزارا......شعب ابی طالب کی قید رحمت للعٰلمین نے تین سال تک بھگتی......جیسے نبوت ﷺ سے مختلف چیزیں اہل علم لوگوں کو وراثت میں ملتی ہیں......تو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا یہ بھی علماء کرام کے حصہ میں وراثت ہیں......یہ کئی پریشانی کی بات نہیں......کہ آج فلاں گرفتار ہو گیا ہے......آج فلاں گرفتار ہو گیا ہے......یہ نبوت کا ورثہ ہے......جو امت میں تقسیم ہوتا چلا آ رہا ہے......اور یقینی بات یہ ہے......کہ نبی کا ورثہ علم ہے......جس کے پاس جتنا زیادہ علم ہوگا......اللہ اُسے اُتنا زیادہ امتحانات میں مبتلا کر دے گا

صدمات سہنے کے بعد اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کو انعام:

جناب رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ سیدہ طاہرہ طیبہ ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ ؓ کا انتقال بھی اُسی سال ہوا...... حضور ﷺ کے چچا ابو طالب اگر چہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا...... کفر پر اس کی موت ہوئی...... لیکن چچا ہونے کی نسبت سے نہایت ہمدرد اور خیر خواہ تھے ...... ان کی وفات بھی اسی سال ہوئی...... اور اس سال کو اللہ کے نبی عام الحزن کہا کرتے تھے...... یہ میرے دکھوں کا سال ہے...... کسی کو اجازت نہیں...... کہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ افسوس کیا جائے...... لیکن اس سال کو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ''یہ میرے دکھوں کا سال ہے''...... گویا اللہ کے نبی ﷺ پر آزمائشیں، امتحانات اس قدر آئے...... طائف کا مسئلہ پیش آیا...... خدیجہ الکبریٰ کی جدائی کا صدمہ پیش آیا...... ابو طالب کی وفات کا صدمہ پیش آیا۔

اور اس قسم کے واقعات پیش آئے...... اب جب امتحانات بہت زیادہ ہو گئے...... تکلیفیں اس قدر آئیں...... کہ اللہ کے محبوب ﷺ ان تمام پریشانیوں میں مبتلا تھے...... دنیا میں بھی ایک قانون ہوتا ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں بھی ہے...... کہ جب کسی کا کوئی دوست انتہائی پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہو...... تو یار اپنے یار کو کہتا ہے...... کہ بھائی دیکھو...... ! میرے دوست کو آج بڑی پریشانی ہے...... اپنے نوکر کو کہے گا...... کہ گاڑی نکال اپنے دوست کو آج اس پر بٹھاتے ہیں...... اور اس کو سیر کرا کے آتے ہیں...... کوئی علاقہ دکھا کر آتے ہیں...... اسے بہاولپور لے جائیں...... اسے اسلام آباد اور لاہور پھرا کر آئیں...... فلاں علاقے کی سیر کرائیں...... یہ اپنے دوست کو گاڑی میں بٹھا کر زمین کی سیر کراتا ہے۔

اللہ نے بھی دیکھا...... کہ جب میرے محبوب ﷺ پہ اس قدر صدمے آئے

ہیں۔۔۔۔خدیجہ ؓ کی جدائی کا صدمہ ہے۔۔۔۔ابوطالب کے انکار کا صدمہ ہے۔۔۔۔ایک طرف حضور ﷺ کو طائف کے مصائب اور مشکلات کا صدمہ ہے۔۔۔۔شعب ابی طالب کی گھاٹیوں کے صدمے ہیں۔۔۔۔حضور ﷺ پر جب صدموں کی انتہا ہوگئی۔۔۔۔اللہ نے بھی کہا جبرئیل ؑ میں اپنے محبوب ﷺ کے غم کو دھونا چاہتا ہوں۔۔۔۔یار اپنے یار کو کار پر بٹھا کر زمین کی سیر کراتا ہے۔۔۔۔تو جنت سے براق لے جا۔۔۔۔میرے محبوب ﷺ کو اس براق میں بٹھا کر عرش بریں کی سیر کرادے۔

معراج کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی تھی۔۔۔۔کہ معراج اس لئے کرایا گیا۔۔۔۔کہ محبوب ﷺ کا غم دھویا جائے۔۔۔۔معراج کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی تھی۔۔۔۔کہ جس کو قرآن نے بیان کیا۔۔۔۔ لنریه من ایتنا

- محبوب کو وہ دکھائیں۔۔۔۔جو کسی نے نہیں دیکھا
- آپ کو وہ سنائیں۔۔۔۔جو کبھی کوئی نہیں سن سکا
- آپ کو وہاں پہنچائیں۔۔۔۔جہاں کبھی کوئی نہیں پہنچ سکا

معراج کی حکمتوں میں سے یہ حکمت بھی تھی۔۔۔۔کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء سے اللہ نے وعدہ کیا تھا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

نبیو، رسولو۔۔۔۔! ہم تمہیں بھیج رہے ہیں۔۔۔۔سب سے آخر میں میں اپنا محبوب اپنا رسول محمد ﷺ مبعوث کروں گا۔۔۔۔تم پر فرض ہے کہ تم اس پر ایمان لانا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو اکٹھا کر کے، محبوب ﷺ کو وہاں پہنچا کر آپ ﷺ کو امام بنا کر ان انبیاء سے کئے ہوئے اس وعدے کو اللہ نے پورا کیا۔۔۔۔تاکہ سب کو پتا چل

جائے..... کہ جس کے متعلق اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا..... کہ وہ آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ یہی ہیں۔

مولانا دین پوری کی بیان فرمودہ حکمت:

مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ مرحوم وہ ایک عجیب حکمت بیان کیا کرتے تھے ..... وہ اپنے خطابت کے ذوق میں کہا کرتے تھے..... کہ جس وقت عورتوں نے زلیخا کو طعنہ دیا..... کہ تو اس یوسف ؑ پر غلام پر نوکر پر فدا ہوگئی ہے..... زلیخا نے سوچا..... کہ میں ان کو حسن یوسف بتاؤں..... یوسف کے کمالات بتاؤں..... یوسف کی خوبیاں بتاؤں..... یہ عورتیں پگلی کہاں سمجھ سکیں گی..... اس سے بہتر ہے..... کہ میں ان کو یوسف دکھا ہی دوں..... چنانچہ اس نے تمام عورتوں کو دعوت دی ان سب کو ایک جگہ پر بٹھایا..... قرآن نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے..... ان کو چھریاں دیں..... اور فروٹ دیئے..... ان سب کو بٹھا کر حضرت یوسف ؑ کی منت کی ذرا اس کمرے سے نکل کر آپ وہاں تشریف لے جائیں ..... اب حضرت یوسف ؑ جب وہاں سے گزرے..... تو ان عورتوں کی نظر پڑی..... قرآن نے واقعہ نقل کیا ہے..... قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا
وہ بجائے فروٹ کاٹنے کے اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں..... قسم اٹھا کر کہا معلوم ہوتا ہے..... یہ انسان نہیں..... یہ کوئی اور مخلوق ہے..... زلیخا نے ان عورتوں کو کہا..... میرا یوسف یہ ہے..... میرا حسین یہ ہے..... میرا محبوب یہ ہے۔

اللہ نے معراج کی رات پوری کائنات کو سجا کے اپنے محبوب ﷺ کو گزار کر دکھایا ..... کہ میرا محبوب یہ ہے..... علماء نے لکھا ہے..... کہ معراج کی مختلف حکمتیں تھیں..... اور اصل حکمتیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے..... یہ تو ان بزرگوں کی بتائی ہوئی ہیں..... جو ان لوگوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق لکھیں..... میں نے کچھ باتیں آپ کے سامنے عرض

کیں.....اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے..... کہ نبی کریم ﷺ کو یہ معراج اسی جسد اطہر بشریہ کے ساتھ ہوا..... محبوب ﷺ جس جسم اطہر کے ساتھ اس زمین پر مکۃ المکرمہ میں رہتے تھے.....اسی وجود کے ساتھ آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے.....اسی وجود کے ساتھ آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے.....اسی وجود کے ساتھ آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے گزرے.....اسی وجود کے ساتھ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قرب میں پہنچے

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ(۱)

میں اللہ کے اس قرب میں بھی پہنچا ہوں جہاں نہ کوئی نبی پہنچ سکا، نہ کوئی فرشتہ پہنچ سکا ہے۔

معراج جسمانی پر دلالت:

جاہلوں کے عقیدے بڑے عجیب عجیب ہوتے ہیں..... کچھ لوگ یہ کہہ دیتے ہیں..... جی حضور ﷺ جب زمین سے چلے تو انسان تھے..... بیت المقدس سے جب آگے چلے..... تو چونکہ آگے انسان نہیں جا سکتا تھا..... تو آگے حضور ﷺ گئے..... تو حضور ﷺ خود خدا بن گئے (سارے کہہ دو استغفر اللّٰہ) یہ کفریہ عقیدہ ہے۔

قرآن نے اس واقعہ کو نقل کر کے کہا..... اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ..... جب چلے تو انسان تھے..... آسمانی دنیا میں فرشتوں نے دیکھا تو کہا..... اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اللہ کے قرب میں پہنچے..... تو قرآن نے کہا..... فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی.....

یہاں بھی انسان ہیں..... وہاں بھی انسان ہیں..... اس بلندی پر بھی انسان ہیں اگر پیغمبر ﷺ اوپر فرشتہ بن کر جائے..... تو نبی کا معراج نہیں..... کیونکہ جبرئیلؑ تو روزانہ آیا جایا کرتے تھے..... اس کے آنے جانے کو کوئی معراج نہیں کہتا..... معراج نام اس چیز کا ہے کہ جو پیغمبر ﷺ مکہ کی دھرتی سے کبھی نہیں نکلے۔

---

(۱) [illegible]

رات کے مختصر حصے میں اللہ نے اس کو عرش دکھادیا..... اسی لیے یہ نبوت کی خصوصیت اور معراج ہے..... اور اگر آپ غور کریں..... تو قرآن کا ایک ایک لفظ پیغمبر ﷺ کے جسمانی معراج پر دلالت کرتا ہے.....(۱) جو ملحدین اس جسمانی معراج کے منکرین ہیں..... وہ در حقیقت قرآن کی نص قطعی کے منکر ہیں۔

حضور ﷺ کا معراج پر جانا:

سب سے پہلا جملہ جہاں سے اللہ نے معراج کو شروع کیا..... فرمایا ''سُبْحَانَ پاک ہے وہ ذات..... اَلَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ..... جو اپنے بندے کو لے گئی''

اس لفظ سبحان نے بڑے عقیدے حل کیے ہیں..... بڑے مسئلے بتائے ہیں ..... ان میں سب سے پہلی بات یہ بتائی ہے..... کہ وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندے کو لے گئی..... آپ دیکھیں.....! حضور ﷺ کے بہت سارے کام ایسے ہیں..... جو اللہ کے حکم سے نبی نے کیے..... لیکن اللہ نے ان کی نسبت پہلے حضور ﷺ کی طرف کی..... اور پھر اپنی طرف کی.....! وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی..... محبوب! یہ جو تونے پتھر مارے ہیں..... یہ تو نے نہیں مارے..... بلکہ میں نے مارے..... کام نبی نے پہلے کیا.....

---

(۱) حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "نشر الطیب" میں لکھتے ہیں جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی اور دلیل اس کی اجماع ہے اور مستدل اس اجماع کا یہ امور ہوسکتے ((آگے دلائل فرماتے ہیں) (نشر الطیب ص ۸۰ مطبوعہ سہارن پور))، اور علامہ سہیلی " الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام" میں لکھتے ہیں کہ "مہلب نے شرح بخاری میں اہل علم کی ایک جماعت کا قول نقل کیا ہے معراج دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ خواب میں ، دوسری مرتبہ بیداری میں جسد شریف کے ساتھ (الروض الانف ص ۲۴۴ ج ۱) اس سے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے فرمایا کہ معراج خواب میں ہوئی تھی انہوں نے پہلے واقعہ کے بارے میں کہا ہے ورنہ دوسرا واقعہ جو قرآن کریم اور احادیث متواترہ میں مذکور ہے وہ بلاشبہ بیداری کا واقعہ ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۹۱ ج ۱ مؤلفہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ)

اللہ نے اس کی نسبت پہلے نبی کی طرف کر کے پھر اپنی طرف منسوب کیا.....مگر جب معراج کا وقت آیا.....تو اس کی نسبت خدا نے اپنی طرف کی ہے.....پیغمبر ﷺ کی طرف نہیں کی..... کیونکہ لوگ کہہ سکتے تھے..... یہ عقل نہیں مانتی .....اتنی بلندی پر کیسے گئے .....عقل تسلیم نہیں کرتی.....زمین پر بیٹھنے والا بلندی پر کیسے گیا.....آسمان سے کیسے گذرے..... کرّہ نار سے کیسے گذرے..... برف کے کرّے سے کیسے گذرے.....یہ تمام مسافتیں کس انداز سے طے ہوئی ہیں.....رات کے تھوڑے سے حصے میں اتنا بڑا سفر کیسے ہوسکتا ہے.....یہ سارے اعتراض مخلوق کرتی.....یہ سارے اعتراض پیغمبر ﷺ پر آتے .....اللہ نے ان سب کا جواب ایک ہی جملے میں دے کر فرمایا.....

"سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ..... پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے کر گئی"

معراج پر اعتراض:

معراج پہ یہ اعتراض تب کرو..... جب نبی کہیں میں گیا ہوں..... جب کوئی یہ کہے .....حضور ﷺ خود گئے..... نبی ﷺ گئے نہیں..... اللہ کہتا ہے سبحان وہ لے کر گیا ہے.....اب اگر کسی کو معراج پر اعتراض ہے.....تو خدا کے لے جانے پر اعتراض کرے .....اس پر بحث کریں گے اللہ اپنے محبوب ﷺ کو لے جا سکتا ہے کہ نہیں؟

ذات باری تعالیٰ اور لفظ کن:

یہ خدا کن کہہ کے زمین بنا سکتا ہے..... یہ کن کہہ کے آسمان بنا سکتا ہے.....بغیر ستون کے اس کو ٹھہرا سکتا ہے..... یہ کن کہنا ہی خدا کا میرے اور آپ کو سمجھانے کے لئے ہے.....ورنہ خدا اس کن کا بھی محتاج نہیں.....اگر اللہ کے کن کہنے سے کام ہو.....تو پھر رب بھی کن کا محتاج ہوا.....اللہ اس کن کا بھی محتاج نہیں.....یہ لفظ کن میرے اور آپکو سمجھانے کیلئے

ہے..... کہ اللہ جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں..... تو کہتے ہیں ہو جا تو ہو جاتا ہے..... جو خدا یہ سب کچھ کر سکتا ہے..... سبحان وہ خدا اپنے محبوب کو عرش بھی دکھا سکتا ہے۔

سبحان اس ذات کو کہتے ہیں:

علماء نے اس سبحان کے متعلق لکھا ہے..... کہ سبحان کا لفظ عربی میں استعمال وہاں ہوتا ہے..... جہاں مخلوق کی طاقت ختم ہو جائے..... اس کے بعد جس کی قوت ہوتی ہے..... اسے سبحان کہتے ہیں..... یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے..... اللہ کے نبی تھے..... مگر مخلوق تھے..... اس لئے اب نبی نے سوچا..... اس مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلنا میرے بس میں نہیں ہے..... تو یہاں مچھلی کے پیٹ میں کہا..... لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْـتَ ..... عرش والے میری طاقت ختم.....!

بیشک اولوالعزم نبی ہوں..... باکمال نبی ہوں..... عظمت والا نبی ہوں..... تیرا منتخب شدہ ہوں..... لیکن اب طاقت میری نہیں طاقت تیری ہے..... میں اس مشکل میں پھنسا ہوا ہوں..... جہاں سے تو نکال سکتا ہے..... اور کوئی نہیں نکال سکتا۔

اللہ نے فرمایا میں زمین پر آدمؑ کو اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں..... تو فرشتوں نے کہا اے اللہ.....! نَـحْـنُ نُسَبِّـحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ..... ہم جو دن رات تیری تسبیح کرتے ہیں..... ہمیں بنا لے اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا..... کچھ چیزیں بنائیں خدا نے ان کے متعلق فرشتوں کو فرمایا..... اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ..... بتاؤ یہ کیا چیزیں ہیں..... جب فرشتے نہ بتا سکے تو وہاں فرشتوں نے ایک جملہ کہا..... قَـــالُـــوْا سُبْـحٰـانَكَ ..... عرش والا جتنی ہماری سوچ تھی..... ہم نے تو اتنا کہا..... اب یہاں ہمارا علم نہیں پہنچ سکتا..... ہماری طاقت نہیں پہنچ سکتی..... ہماری سوچ نہیں پہنچ سکتی۔

انسان کو تو نے کیا عظمت عطا کی ہے..... کیا علم عطا کیا ہے..... کیا سمجھ عطاء کی

ہے...... یہ تو بہتر جانتا ہے...... جس کو یہ عظمتیں دے دی ہیں...... اسی کو پتا ہو تو ہو...... ہم ان چیزوں کو نہیں جانتے...... ہماری طاقت ختم اب تیری طاقت ہے...... سُبْحٰنَکَ...... اذان ہو گئی...... ابھی ہم نماز پڑھیں گے...... صفیں ترتیب دے دی جاتی ہیں...... امام مصلے پر آ جاتا ہے...... مؤذن تکبیر کہتا ہے...... امام اللہ اکبر کہہ کے جب ہاتھ باندھتا ہے ...... اور نماز شروع کرتا ہے...... تکبیر تحریمہ کے بعد تو سب سے پہلا جملہ ہم کیا کہتے ہیں......؟

''سُبْحٰنَکَ'' کیا مطلب اے اللہ جب تک میں نہیں آیا تھا...... باہر میں چوھدری بھی تھا...... سیٹھ بھی تھا...... سردار بھی تھا...... رئیس بھی تھا...... امیر بھی تھا...... کبیر بھی تھا...... وڈیرہ بھی تھا...... ملک بھی تھا...... خان بھی تھا...... سردار بھی تھا...... گورنر بھی تھا...... وزیرِاعظم بھی تھا...... وزیرِاعلیٰ بھی تھا...... بادشاہ بھی تھا...... بااختیار بھی تھا...... میں اپنے آپ کو جو کچھ سمجھتا تھا...... وہ اپنی جگہ پر...... مگر اب تیری دربار میں آیا ہوں ۔

......سُبْحٰنَکَ......

تو طاقت والا ہے...... میں پستی والا ہوں...... تو بااختیار ہے...... میں بے اختیار ہوں......

تو زبردست ہے...... میں زیردست ہوں...... تو قوت والا ہے...... میں بے قوت ہوں......

سب کچھ تو ہے...... میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے......

سُبْحٰنَکَ...... تیری ذات سب سے زیادہ اختیار والی ہے...... قرآن نے یہاں بھی سبحان کہا...... سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ...... لوگو! مصطفیٰ تو وہی ہے...... آنے سے پہلے جس کا ابا نہیں تھا...... چھ سال کے تھے امی داغ مفارقت دے گئی...... آٹھ سال کے تھے دادا جدا ہو گیا...... سگے چچا نے بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا...... مکے والوں نے تین سال تک شعب ابی طالب کی گھاٹی میں قید کر دیا تھا...... طائف والوں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا...... یہ ساری کی ساری مجبوریاں انسان کو لاحق ہوا کرتی ہیں...... جو رات

کےاس مختصر حصے میں اس انسان کواٹھا کرعرش پر پہنچا رہا ہے...... سُبْحٰنَ جواس کی طاقت ہے کسی اور کی طاقت نہیں...... طاقت والی ہے وہ ذات جواپنے بندے کو لے گئی۔

ہرعیب سے پاک ذات:

سُبْحٰنَ کا معنی عام طور پر علماء کر دیتے ہیں...... سُبْحٰنَ پاک ہے وہ ذات...... کس سے بھلا......؟ ہرعیب سے...... بڑا عجیب معنٰی کہا ہے ہرعیب سے ...... لیکن غور کرنا حضور ﷺ میں کوئی عیب ہے......؟ (نہیں) اچھا انبیاء میں کوئی عیب ہے......؟ (نہیں) فرشتوں میں کوئی عیب ہے......؟ (نہیں) بلکہ بحیثیت سنی مسلمان ہونے کے ہمارا عقیدہ ہے...... کہ نبی ﷺ کے یاروں میں بھی کوئی عیب نہیں...... نبی ﷺ کے صحابہ میں بھی کوئی عیب نہیں...... پیغمبر ﷺ کی جماعت میں بھی کوئی عیب نہیں...... جس کی نسبت نبی ﷺ سے ہو جائے ان میں بھی کئی عیب نہیں...... یہ تو ساری چیزیں بے عیب ہوئیں...... پھر اللہ ہرعیب سے پاک......! اُس کی کیا خصوصیت ہوئی......؟ میرا سوال سمجھ آ رہا ہے......؟ بات میری سمجھ آ رہی ہے......؟

ہر کمزوری سے پاک ذات:

اب اسے سمجھیں...... اس کا جو ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے کیا ہے...... وہ بڑا پیارا کیا ہے...... وہ اگر ترجمہ کیا جائے...... تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے...... اُنہوں نے لکھا ہے سُبْحٰنَ "اللہ ہر کمزوری سے پاک ہے" کیا مطلب......؟ عیب اور چیز ہے کمزوری اور چیز ہے...... ایک آدمی تھکا آیا، اس نے کہا مجھے تھکاوٹ بہت ساری ہے ...... میں سونا چاہتا ہوں وہ سو گیا...... تو یہ سونا عیب نہیں کمزوری ہے...... مجھے بھوک لگی تھی...... میں نے کہا کھانا کھلا دو...... مجھے کھانا دیا...... میں نے کھانا کھا لیا...... تو یہ کھانا انسان کی کمزوری ہے یا عیب......؟ (کمزوری) پیاس لگی ہے...... پانی پینا ہے تو پانی پینا

انسان کی کمزوری ہے کہ عیب......؟ (کمزوری ہے)

تو شیخ الہند نے عجیب ترجمہ لکھا......جس میں نبی ﷺ کی عظمت کو بھی برقرار رکھا......انبیاء کے تقدس کو بھی بحال رکھا......فرشتوں کی عظمتوں کو بھی برقرار رکھا......تاکہ یوں کوئی نہ کہے......کہ صرف اللہ عیب سے پاک ہے......اللہ تو ہے ہی ان تمام چیزوں سے پاک جن میں مخلوق ملوث ہے......عیب سے پاک ہونا صرف بات نہیں......عیب سے تو اللہ نے اپنوں میں سے بھی، مقربین میں سے بھی بہت ساروں کو عظمتیں عطاء فرمائی ہیں......جن کو پاک رکھا ہے......سُبْحٰنَ اللہ ہر کمزوری سے پاک ہے......مخلوق ہی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔

یہ سُبْحٰنَ کا جملہ بتا رہا ہے......کہ نبی سفر کرے اس کے لئے وقت درکار ہے......یہ اس کی کمزوری ہے......اللہ سُبْحٰنَ لے جانے میں اس کمزوری سے پاک ہے

توجہ کریں......! محبوب ﷺ سوئیں یہ کمزوری ہے......اللہ سبحان کمزوری سے پاک ہے

نبی ﷺ اٹھ کر وضو کریں یہ کمزوری ہے...... اللہ سبحان کمزوری سے پاک ہے ماں باپ ہونا...... یہ انسان کی فطری کمزوری ہے......اولاد ہونا...... یہ اس کی فطری کمزوری ہے......مخلوق ہونے کی حیثیت سے بیمار ہونا......یہ اس کی فطری کمزوری ہے......کھانا پینا یہ اس کی فطری کمزوری ہے......اللہ سُبْحٰنَ ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے......

- محبوب ﷺ کا ابا عبداللہ ہے......اللہ سُبْحٰنَ ابے سے پاک ہے
- مصطفیٰ ﷺ کی اماں آمنہ ہے......اللہ سُبْحٰنَ اماں سے پاک ہے
- حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب ہیں......اللہ سُبْحٰنَ دادے سے پاک ہے
- پیغمبر ﷺ حسب ونسب والے ہیں......اللہ سُبْحٰنَ حسب ونسب سے پاک ہے
- پیغمبر ﷺ قبیلے والے ہیں...... اللہ سُبْحٰنَ قبیلوں سے پاک ہے
- پیغمبر ﷺ خاندان والے ہیں......اللہ سُبْحٰنَ خاندان سے پاک ہے

- پیغمبر ﷺ سونے والے ہیں......اللہ سُبْحٰنَ سونے سے پاک ہے
- نبی ﷺ وضو کریں......اللہ سُبْحٰنَ وضو کرنے سے پاک ہے
- نبی ﷺ نوافل پڑھیں......اللہ سُبْحٰنَ نوافل پڑھنے سے پاک ہے
- پیغمبر ﷺ کی سواری چلے......اللہ اس چلنے سے پاک ہے
- پیغمبر ﷺ کے سامنے براق آئے......اللہ اس کیفیت سے پاک ہے
- نبی ﷺ اس پر سوار ہوں......اللہ سوار ہونے سے پاک ہے
- آقا ﷺ بیت المقدس پہنچیں......اللہ اس پہنچنے سے پاک ہے
- محبوب ﷺ عرشوں کی سیر پر جائیں......اللہ اس سیر پر جانے سے پاک ہے
- نبی ﷺ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی امامت کا تاج پہنیں......اللہ اس امامت کرنے سے پاک ہے۔

نبی ﷺ رات کے مختصر حصے میں ہو کر آئے...... نبی وہ ہے جو آ رہا ہے جا رہا ہے......جس کا حسب و نسب ہے......قبیلہ ہے برادری ہے...... خاندان ہے جو ان تمام تکلفات والا ہے......قرآن کہتا ہے......اس کو عبد کہتے ہیں جو ان تمام چیزوں سے پاک ہے......اس کو سبحان کہتے ہیں......سبحان پاک ہے وہ ذات......اَلَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

ایک اور بات بھی یاد رکھنا......سبحان اس جگہ پر استعمال ہوتا ہے...... جہاں اچانک ایسی چیز سامنے آ جائے...... جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی ہو......اچانک خوبصورت چیز سامنے آ گئی......بہترین مسجد آپ نے دیکھی منہ سے نکلا......سُبْحٰنَ اللّٰہ کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا......آپ دیکھنے گئے...... بڑا خوبصورت تھا......آپ کے منہ سے نکلا سُبْحٰنَ اللّٰہ ۔ بھائی جو پہلے نہیں دیکھی سُبْحٰنَ اللّٰہ تو جو زمین پہ بیٹھنے والا تھا...... جب عرش پہ پہنچا......تو یہ بھی ایک عجیب بات تھی...... یہ بات اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی......تو اللہ نے بھی کہا سُبْحٰنَ...... جب اللہ معراج کے شروع میں سُبْحٰنَ کہہ رہا ہے......تو ہمیں بھی معراج سن کر

کیا کہنا چاہیے......؟سُبْحٰنَ اللّٰہ ۔

تمام انبیاء کے اسفار اور حضور ﷺ کا سفر:

سُبْحٰنَ...... پاک ہے وہ ذات......الذی اسری بعبدہ...... جو اپنے بندے کو لے گیا......اسریٰ......جس نے سیر کرائی...... اسریٰ کا معنیٰ رات کو سفر کرنے کا ہے...... لیکن قرآن نے آگے لیلاً کہہ کے پھر سمجھا دیا......واقعی وہ سفر رات ہی کا تھا......دن کو نہیں تھا...... میں اس کی باتیں تو وہاں بتاؤں گا......کہ رات کو کیوں تھا...... جب لیلاً کے کے لفظ پر گفتگو کروں گا......ایک بات یہاں علماء نے اور بھی لکھی ہے......کہ بقیہ انبیاء علیہم السلام کا سفر بھی تھا...... کیونکہ نبیوں نے بھی راتوں کو سفر کیے دن کو بھی سفر کیے......لیکن ان کے سفر امتحان کے تھے نبی ﷺ کا سفر سیر کرنے کا تھا......اس لیے قرآن نے لفظ استعمال کیا...... اسریٰ بعبدہ ہم اپنے بندے کو سیر پر لے گئے۔

انسان کے لئے عروج اور کمال:

اللہ کہتے ہیں......بعبدہ میں اپنے بندے کو لے کر گیا کس کو لے کر گئے......؟ (اپنے بندے کو) ہم کس کے بندے ہیں......؟ (اللہ کے) بھائی ولی، غوث قطب، ابدال سارے اللہ کے بندے اور حضور ﷺ کس کے بندے (اللہ کے) فرق یہ ہے......کہ یہاں میرا دعویٰ ہے......کہ میں اللہ کا بندہ ہوں......آپ کا دعویٰ ہے......کہ ہم اللہ کے بندے ہیں......قاری صاحب شیخ صاحب کا دعویٰ ہے......کہ میں اللہ کا بندہ ہوں......اللہ کا دعویٰ ہے......محمد ﷺ میرا بندہ ہے......رب کسی کو کہے......کہ تو میرا بندہ ہے......اس سے بڑا اعزاز کیا ہوگا......؟ عبدہ اللہ کہتا ہے......میرا بندہ ہے میں لے کر گیا......اس جملے میں بھی وہی مسئلہ بتایا......کہ حضور ﷺ کیسے گئے......؟ اللہ نے کہا تمہیں بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟ بندہ میرا تھا میں لے کر گیا......تم کون ہو......پوچھنے والے کوئی کہے کیسے گئے......؟

اللہ نے کہا..... عبدہ بندہ میرا تھا..... لے کر میں گیا..... تم کون ہو کہنے والے.....؟ تمہیں کس نے کہا..... کہ اس پر اعتراض کرو.....؟ عبدہ یہ میرا بندہ ہے..... ایک بات.....! دوسرا لفظ عبد نے یہ بات سمجھائی..... کہ عبدیت انسان کا یہ عروج اور کمال ہے۔

حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں..... کہ نہیں ہیں.....؟ (ہیں)

حبیب ہیں کہ نہیں ہیں.....؟ (ہیں) محبوب ہیں کہ نہیں ہیں.....؟ (ہیں)

لیکن قرآن نے علیٰ رسولہ نہیں کہا..... علیٰ نبیہ نہیں کہا..... علیٰ حبیبہ نہیں کہا..... علیٰ محبوبہ نہیں کہا بلکہ قرآن نے کہا کیا عبدہ اس پر غور کریں..... میں ایک بات آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں..... ایک بحث تو وہ ہے..... جو عام طور پہ ہو جاتی ہے..... عبدہ ہے نور ہ نہیں..... یہ بحث نہیں کرنا چاہتا..... میں یہاں ایک اور چیز سمجھانا چاہتا ہوں..... وہ یہ کہ حضور ﷺ نبی ہیں..... مگر علیٰ نبیہ جملہ نہیں کہا گیا..... رسول ہیں..... مگر علیٰ رسولہ نہیں کہا گیا..... حبیب ہیں ..... مگر علیٰ حبیبہ نہیں کہا گیا..... محبوب ہیں..... مگر علیٰ محبوبہ نہیں کہا گیا..... بلکہ کہا علیٰ عبدہ میں اپنے بندے کو لے کر گیا..... اس لفظ عبد نے یہ نکتہ سمجھایا..... کہ عام طور پر لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے..... جب کوئی کسی کے قریب ہو جائے تو غلط فہمی ہوتی ہے..... کہ جی تمہارے ساتھ فلاں کا بڑا گہرا تعلق ہے۔..... اگر آپ نے ان سے کوئی بات منوانی ہے..... تو آپ ان سے کہیں۔..... وہ کہہ دیں گے یہ رد نہیں کریں گے یہ لوگوں کی غلط فہمی ہوتی ہے۔

ایک آدمی کا حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی صاحب سے بڑا گہرا تعلق ہو..... مفتی صاحب سے بڑا گہرا تعلق ہو..... لوگ کہیں گے جی ان کو کہیں یہ اگر مفتی صاحب کو کہہ دیں..... یہ اگر حضرت درخواستی کو کہہ دیں..... یہ اگر ان بزرگوں کو کہہ دیں..... تو وہ رد نہیں کریں گے..... وہ ان کی بات ضرور مانیں گے..... یہ ایک فطری مجبوری ہوتی ہے ..... طبعی طور پر ایک آدمی کا تعلق ہوتا ہے۔

قرب کے باوجود عبدیت میں فرق:

اللہ نے دو جملے کہے..... سبحان اور عبد..... ان میں اللہ نے اس کا ازالہ کیا..... کہ میں سبحان ہوں..... ان مجبوریوں سے پاک ہوں..... جو تمہیں لاحق ہوتی ہیں..... اور وہ میرا عبد ہے۔

''عبد'' کا معنیٰ ہوتا ہے..... غلام، جو آقا کی مانے..... آقا سے منوائے نہ..... ہمیشہ اس کے ماتحت اور تابع رہے..... جو وہ کہے وہ کرتا رہے اپنی مرضی نہ کرے..... فرمایا یہ میرا عبد ہے یہ نہ سمجھنا..... کہ میں نے جو اس کو اتنا قرب عطاء کیا ہے..... تو میں اس کے سامنے مجبور ہوں..... اور کہیں تمہارے جاہلانہ ذہن میں یہ بات آ جائے..... کہ جی اب جو چاہیں کرتے پھریں..... قیامت کے دن حضور ﷺ یوں اشارہ کریں گے..... ہم جنت میں چلے جائیں گے..... اور اللہ کو پتا ہی نہیں لگے گا..... اسریٰ بعبدہ میں اپنے محبوب ﷺ کو قرب میں لے گیا..... اپنے قریب کیا..... اس قرب میں آنے کے بعد..... یہ عبد رہے..... وہ معبود رہے یہ منگتے رہے..... وہ دیتے رہے..... یہ طالب رہے..... وہ مطلوب رہے..... یہ قاصد رہے ..... وہ مقصود رہے..... یہ مانگنے والے رہے..... وہ عطا کرنے والے رہے اس قرب میں جانے کے بعد بھی محمد ﷺ کی عبدیت میں فرق نہیں آیا..... اللہ کی معبودیت میں فرق نہیں آیا

قرب خداوندی:

اللہ نے حضور ﷺ کو سب سے زیادہ جو قرب دیا ہے ..... وہ دو موقعوں پر دیا ہے..... ایک اس وقت جب حضور ﷺ پر قرآن اترا..... امام احمد بن حنبل ؒ کہتے ہیں..... کہ مجھے خواب میں اللہ کی زیارت ہوئی..... میں نے پوچھا اے اللہ! آپ کے قرب کا کیا ذریعہ ہے..... تو اللہ نے فرمایا..... احمد اگر میرا قرب چاہتے ہو..... تو قرآن کی تلاوت کرو..... فرمایا پھر میں نے پوچھا..... سمجھ کر یا بغیر سمجھے تو فرمایا..... سمجھ کر پڑھو تب بھی

میرے قریب ہو جاؤ گے...... بغیر سمجھ کر پڑھو تب بھی میرے قریب ہو جاؤ گے...... تو اللہ کے قریب ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن ہے...... یہ اتنی بڑی عظیم کتاب ہے...... کہ جو عام آدمی پڑھ لے وہ تو قریب ہو جائے...... جس پیغمبر پر تیس پارے اترے وہ خدا کے کتنا قریب ہوگا...... اب اگر کوئی تصور کر لے...... ان میں کہ جب حضور ﷺ اللہ کے اتنا قریب ہو گئے تو شاید یہ وہ ہو گیا...... وہ یہ ہو گیا...... ان میں کوئی فرق نہ رہا...... تو قرآن نے فوراً کہا...... نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا...... عبد کہہ کر بتایا...... کہ کتاب ہم نے دی قرب ہم نے دیا...... قرب آپ نے کیا...... مگر اس کا معنیٰ یہ نہیں...... کہ محمد ﷺ عبدیت سے نکل جائے...... میں معبودیت سے نکل جاؤں...... یہ میرے قریب ہو کر بھی میرے عبد ہیں...... میرے محتاج ہیں...... مجھ سے مانگتے ہیں...... میں ان کو عطاء کرنے والا ہوں۔

حضور ﷺ کا معراج کی رات آسمانوں پر پہنچنا:

دوسرا سب سے بڑا اعزاز جو پیغمبر ﷺ کو اللہ نے اپنے قرب کا عطاء کیا...... وہ معراج کی رات وہاں پہنچایا...... جہاں کوئی نہیں پہنچا...... کیونکہ وہاں بھی خدا نے کہا تھا...... فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی...... میں اپنے بندے کو لے کر گیا اُس مقام تک جس کا قرآن نے بھی تذکرہ نہیں کیا......

بات سمجھیں......! جو چاہا محبوب ﷺ کو دیا...... وحی کی...... اس وحی کی اگلی باتیں نہیں بتائیں...... کہ کیا کیا تھیں...... اتنا قرب کرنے کے باوجود بھی کہا...... وہاں بھی میرے عبد تھے...... اور میں معبود تھا...... یہ مانگتے تھے...... میں داتا تھا۔

ایک بات یہ کہی...... اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ...... اللہ کہتے ہیں تو میرا بندہ ہے...... میں اپنے بندے کو لے کر گیا...... لیکن بات یہ ہے...... کہ حضور ﷺ جب اللہ کے قرب میں تھے...... جہاں کوئی نہیں تھا...... تو مختلف کتابوں میں علماء نے نقل کیا ہے...... کہ اس وقت اللہ نے کہا......

میرے پیارے......!تو اب میرے بہت قریب ہے...... جہاں تیسرا کوئی نہیں......ایک خدا ایک مصطفیٰ ہے...... بلکہ وہاں نہ دن نہ رات نہ شمس وقمر نہ یہ نظام کائنات بلکہ جنت بھی نہیں......وہاں پر سدرۃ المنتہیٰ بھی نہیں...... جبرئیل بھی نہیں......کوئی بھی نہیں ہے...... ایک خالق اور ایک آمنہ کا دُرِّ یتیم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ مخلوق میں افضل یہ دو اور یقیناً ان میں تعلق عابد اور معبود کا بھی ہے......محب اور محبوب کا بھی ہے۔

محب اور محبوب کی گفتگو کا انداز خطیب کی نظر میں:

جب محب اور محبوب اتنے قریب ہوں......وہاں اور کوئی نہ ہو......تو اس قرب میں بڑی عجیب عجیب باتیں ہوتی ہیں......ان باتوں میں سے ایک محبت کی بڑی عجیب بات یہ ہوتی ہے...... جو آپ کو سنانا چاہتا ہوں...... وہ یہ ہوتی ہے...... کہ محب اپنے محبوب کو کہہ دیتا ہے......کہ میں تو آپ کو یہ کہتا ہوں......میں آپ کی عزت کرتا ہوں......احترام کرتا ہوں......فلاں نام سے یاد کرتا ہوں......فلاں اعزاز دیتا ہوں......لیکن اب میں اور تو اکیلے ہیں......تیسرا کوئی نہیں......تو بتا تجھے کون سا نام پسند ہے...... جو تجھے پسند ہو...... میں اُسی نام سے تجھے یاد کروں۔ یہ اس روایت کا میں آپ کو مفہوم سمجھا رہا ہوں...... بعینہ وہی الفاظ نہیں ہیں......سمجھانے کے لئے میں تمہید باندھ رہا ہوں......یا اس کو یوں سمجھیں...... میں اس بات کو کھول رہا ہوں...... بلکہ آپ اس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں......کہ ایک استاد اپنے شاگرد کو یوں کہہ دے......کہ تم بڑے اچھے بچے ہو......بڑے ذہین ہو...... تم نے بڑا اچھا امتحان دیا ہے......میرا جی چاہتا ہے......آج تجھے علامہ کہہ دوں......میرا خیال یہ ہے......کہ تجھے فہامہ کہہ دوں......میرا جی چاہتا ہے......کہ تجھے آج علامۃ العصر کہہ دوں...... تجھے شیخ الحدیث کہہ دوں...... تجھے مفتی کہہ دوں...... تجھے مفکر کہہ دوں......میں تو چاہتا ہوں......کہ تجھے یہ کہوں...... یہ کہہ کے آخر میں کہتا ہے چل یار تو دس تینوں کی

آ کہاں ۔۔۔؟ (تو بتا تجھے کیا کہوں) غور کرنا اگر شاگرد کی آنکھ میں حیا ہو۔۔۔ اور دل میں استاد کا تقدس اور احترام ہو۔۔۔۔ تو وہ کبھی یہ نہیں کہتا۔۔۔۔ حضرت آپ مجھے علامہ کہیں۔۔۔ آپ مجھے فہامہ کہیں۔۔۔۔ آپ مجھے مفتی اعظم کہیں۔۔۔۔ وہ کہے گا حضرت جو جی چاہے۔۔۔ آپ کہیں لیکن اگر مجھ سے پوچھتے ہیں۔۔۔ تو میرے لیے اس سے بڑا اعزاز کیا ہے۔۔۔ آپ ایک بار تو مجھے اپنا بندہ اور نوکر کہیں۔۔۔۔ میرا بڑا اعزاز ہے۔۔۔ کہ میں آپ کے قدموں میں رہوں۔۔۔۔ یہ نوکری مجھے مل جائے یہ میرا اعزاز ہے۔

میں کہتا ہوں۔۔۔۔ اُس روایت کا خلاصہ اپنے لفظوں میں میرے تصور کی دنیا میں شاید یہ کہا ہو۔۔۔ محبوب آج اس وقت تو اور میں اکیلے ہیں۔۔۔۔ اور تیسرا کوئی نہیں۔

میں نے اپنی مرضی سے تجھے۔۔۔۔ مزمل کہا ہے۔۔۔ مدثر کہا ہے۔۔۔ طٰہٰ کہا ہے۔۔۔ یسین کہا ہے۔۔۔۔ حٰم کہا ہے۔۔۔۔ تیری زلفوں کو واللیل کہا ہے۔۔۔۔ تیرے چہرے کو والضحیٰ کہا ہے۔۔۔۔ مگر اس وقت یہاں اور کوئی نہیں۔۔۔۔ پیارے تو بتا میں تجھے کس نام سے یاد کروں۔۔۔۔ جو تجھے پسند ہو۔۔۔۔ میں اسی سے تجھے یاد کروں۔

یقیناً محبوب ﷺ نے کہا ہوگا۔۔۔۔ کہ اللہ! یہ تو تیری کرم نوازی ہے۔۔۔۔ کہ تو مجھے سب کچھ عطا کر رہا ہے۔۔۔۔ مگر میں اپنی حیثیت کو بھی جانتا ہوں۔۔۔۔ کہ میں وہی تو ہوں۔۔۔۔ کہ آنے سے پہلے میرا ابا چلا گیا۔۔۔۔ میں چھ سال کا تھا۔۔۔۔ کہ امی دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔۔۔۔ میں آٹھ سال کا تھا۔۔۔۔ کہ دادا داغ مفارقت دے گیا تھا۔۔۔۔ میں اس وقت کو نہیں بھولا۔۔۔۔ کہ جب لوگوں نے میرے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔۔۔۔ میں اس وقت کو نہیں بھولا۔۔۔۔ کہ جب دنیا نے مجھ پہ پتھر برسائے تھے۔۔۔۔ میں اس وقت کو نہیں بھولا۔۔۔۔ کہ جس وقت شعب ابی طالب میں قید بھگت رہا تھا۔۔۔۔ میں اس وقت کو نہیں بھولا۔۔۔۔ کہ جس وقت دنیا نے مجھے مجنوں کہا تھا۔۔۔۔ دیوانہ کہا تھا۔۔۔۔ مجھے پتھر مارے تھے۔

اللہ میں تو تیرا وہی بندہ ہوں...... کہ جس کو سگے چچا نے بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا...... میں تو مکے کی دھرتی سے کبھی نہ نکل سکتا...... یہ تو تیری مہربانی ہے...... کہ تو نے زمین سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا ہے...... اتنا قرب دیا ہے...... کہ اب اگر تو مجھ سے پوچھتا ہے...... کہ میں تجھے کیا کہوں...... اللہ! تو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے...... کہ تو مجھے اپنا عبد کہہ۔

عبدیت حضور ﷺ کی نظر میں:

یہ پیغمبر ﷺ کی سب سے بڑی فضیلت ہے...... اس لیے حضور ﷺ نے کہا...... اللہ میں تیرا بندہ ہوں...... تیرے بندے عبداللہ کا بیٹا ہوں...... آمنہ کا فرزند ہوں...... کل کو دنیا مختار کل کے جھگڑے کرے گی...... میں تو اپنے آپ کو بھی اپنے اختیار میں نہیں سمجھتا...... میری پیشانی تیرے قبضہ قدرت میں ہے...... جدھر چاہے اُدھر موڑ دے۔ اللہ نے کہا محبوب اگر تجھے عبدیت پسند ہے...... تو پھر مجھے بھی تیری عبدیت پسند ہے...... اس لیے قرآن نے کہا...... اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ...... تھوڑا سا آگے چلئے...... کہ جب فرشتوں نے دیکھا توجہ کرنا......! اللہ پھر ہم کہیں...... بعض جاہل کہہ دیتے ہیں...... کہ اللہ نے تو کہا ہے بشر تم کیوں کہتے ہو......؟ کمال جہالت دیکھو...... اللہ نے تو کہا ہے انسان تم کیوں کہتے ہو......؟ اللہ نے تو عبد کہا ہے تم کیوں کہتے ہو......؟ تو جب فرشتوں نے دیکھا...... تو فرشتوں نے کہا...... اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... گواہی دیتے ہیں...... اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں...... آگے کہا...... اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

توجہ کرنا فرشتو......! تم نے کیوں ایسے کہا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ...... کہا اللہ نے ہمیں سکھایا ہی یہی ہے...... کہ پہلے عبد کہو پھر رسول کہو...... کیوں عبدیت انتخاب ہے محمد ﷺ کا...... اور رسول انتخاب ہے خدا کا...... اللہ کہتا ہے...... کہ مجھے محبوب کی بات زیادہ

پسند ہے......اس لئے پہلے محبوب ﷺ کی ادا کا تذکرہ کرو.... پھر میری بات کا تذکرہ کرو......میں نے اس کو اصول بنایا ہے......پھر میری بات کا تذکرہ کرو...... عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ...... اور جب اُس قرب میں پہنچے جہاں کوئی نہ پہنچا اللہ کے قرب پر تو وہاں پر بھی قرآن نے وہی جملہ استعمال کیا...... فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی......اللہ کہتے ہیں......کہ ہم نے اپنے بندے پر اتارا جو چاہا سو وحی کی......اس عبد نے مسئلے سمجھائے...... کہ حضور ﷺ معراج پر گئے نہیں......اللہ لے کر گیا ہے......اس عبد نے مسئلہ سمجھایا......کہ حضور ﷺ وہاں پہنچ کر عبد رہے......معبود نہیں بنے......اس عبد نے مسئلہ سمجھایا......کہ اس پیغمبر کو عبدیت سب سے زیادہ پسند تھی......اس عبد نے مسئلہ سمجھایا ہے......کہ پیغمبر کے سارے معراج میں نبی روح مع الجسد تھے......کیونکہ عبد روح اور جسم کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے......اکیلی روح کو کوئی آدمی عبد نہیں کہتا

نبی ﷺ جب یہاں تھے......تو عبد تھے......روح اور جسم ایک ساتھ تھا......جب آسمانوں پہ پہنچے......تو عبد تھے......روح اور جسم ایک ساتھ تھا......جب اللہ کے اس قرب میں پہنچے......تو عبد تھے......روح اور جسم ایک ساتھ تھا۔

اسریٰ بعبدہ لیلاً......اللہ نے معراج کس وقت کرایا بھائی دن کو یا رات کو......؟ اس پر بھی کہنے کی بہت ساری باتیں ہیں......ان میں سے دو تین باتیں ابھی کہتا ہوں۔ باقی باتیں اگلے جمعہ کہوں گا......میں نے معراج کا قصہ نہیں شروع کیا......یہ صرف اس آیت کی وہ باتیں بتا رہا ہوں......جو علماء نے لکھی ہیں......کہ معراج میں حکمتیں کیا ہیں۔

رات کے وقت معراج کرانے میں پہلی حکمت:

معراج رات کو کیوں ہوا دن کو کیوں نہیں ہوا......؟ اس میں پہلی بات یہ ہے...... کہ دن اور رات میں مقدم رات ہے......مؤخر دن ہے......رات پہلے ہے دن بعد میں ہے

مثال کے طور پر آج رجب المرجب کی چودہ تاریخ ہے......تو اب جو رات آئے گی......یہ چودہ کی ہوگی یا پندرہ کی......؟ جب سورج غروب ہو جائے گا......تو وہ اگلا دن شروع ہو جائے گا......تو رات پہلے آتی ہے......اور دن بعد میں آتا ہے......اس لیے جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا ہے......تو ہم پہلے تراویح پڑھتے ہیں......اور بعد میں روزہ رکھتے ہیں......یہ پہلی رات رمضان کی کہلاتی ہے

رات اور دن میں رات مقدم ہے......اور دن مؤخر ہے......اس لیے عربی میں لیل ونھار کہا جاتا ہے......نھار ولیل نہیں کہا جاتا۔

فارسی میں شب و روز کہتے ہیں......روز و شب نہیں کہتے...... ہماری زبان میں بھی صحیح لفظ رات اور دن ہے......دن اور رات نہیں...... جو لوگ دن اور رات کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں۔

مسلمانوں کی تاریخ بدلنے سے انقلاب:

دوسری بات یہ ہے......کہ مسلمانوں کی جب تاریخ بدلتی ہے......تو اس میں انقلاب آتا ہے...... جب کافروں کی تاریخ بدلتی ہے......تو اس میں کچھ بھی نہیں ہوتا......انگریز کی تاریخ بدلتی ہے رات کو بارہ بجے......کتنے بجے؟ (رات کے بارہ بجے) جب انگریز کے بارہ بجتے ہیں......تو ان کی تاریخ بدل جاتی ہے......اور مسلمانوں کی تاریخ بدلتی ہے...... جب سورج غروب ہو......اور اگلی رات آنا شروع ہو۔

تبدیلی دیکھئے......جس وقت مسلمانوں کی تاریخ بدلی......آپ پہلے نماز عصر پڑھ رہے تھے...... جب تاریخ بدلی......تو آپ نے مغرب پڑھی...... جب پہلی رات تھی......تو روشنی تھی......اگلی رات آئی......تو سورج غروب ہو چکا تھا......جب پہلی رات تھی......تو آپ دکان پر بیٹھے تھے...... جب سورج غروب ہوا......تو آپ اپنے گھر میں

آ چکے تھے...... جب پہلی تاریخ تھی......تو اس وقت آپ باہر تھے...... جب تاریخ بدلی تو آپ نے سونے کی تیاری شروع کردی...... جب پہلی تاریخ تھی......تو آپ نے نماز پڑھی......اس میں آہستہ آہستہ پڑھا......اور جب تاریخ بدل گئی......تو آپ نے نماز میں قرآن زور سے پڑھا...... یہ بڑی تبدیلی آئی ہے......کہ نہیں آئی ہے؟

جب انگریزوں کی تاریخ رات کے بارہ بجے بدلتی ہے......تو بارہ سے پانچ منٹ پہلے بھی دنیا سورہی ہوتی ہے...... پانچ منٹ بعد بھی سورہی ہوتی ہے...... پہلے بھی وہی رات......!بعد میں بھی وہی رات......! پہلے بھی وہی نظام جیسا کہ ہوتا ہے...... بعد میں بھی وہی نظام......!اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی......اس لئے مسلمانوں کے طریقے سیکھو...... مسلمانوں کا نظام سیکھو...... مسلمانوں والی تبدیلیاں پیدا کرنا سیکھیں......ہم نے انگریزوں کی تاریخیں اپنائی ہوئی ہیں......اور مسلمانوں کی تاریخیں چھوڑ دی ہیں...... مسلمانوں کی تاریخ میں انقلاب ہے......کافروں کی تاریخ میں کوئی انقلاب نہیں۔

رات کو معراج کرانے میں دوسری حکمت:

قرآن مجید نے بھی دن اور رات میں رات کو عظمت دی ہے......سورۃ الیل میں جب تذکرہ کیا......تو والیل پہلے کہا......اور والنہار بعد میں کہا ہے...... پہلے تذکرہ رات کا کیا......پھر دن کا کیا...... کیونکہ دن اور رات میں رات مقدم تھی...... پھر محبوب ﷺ چونکہ اللہ کے سب سے زیادہ مقرب تھے......مقرب کو مقدم میں سفر کرایا......کہ محبوب ﷺ کو پہلے حصے میں سفر کرایا جائے......اول حصے میں رات میں تا کہ محبوب ﷺ کو یہ عظمتیں زیادہ نصیب ہوجائیں۔

ایک دوسری بات یہ تھی......کہ رات کا سفر اس لیے تھا......کہ حضور ﷺ دن کو جاتے تو ساری دنیا دیکھتی ......کہ حضور ﷺ جارہے ہیں......دن کو جاتے سب کو پتا چلتا

......پھر آپ ﷺ کی معراج پر ایمان بالغیب نہ ہوتا......سفر کر رہے ہیں......فرشتے آئے...... جبرئیل آئے......سینہ مبارک آپ کا شق ہوا......اسے کھولا گیا......اس میں انوارات وتجلیات بھرے گئے......اس کو دھویا گیا......یہ میں تفصیلات بعد میں بتاؤں گا......

یہ سارے مناظر لوگ دیکھتے تو ایمان بالغیب کی حیثیت کسی کو حاصل نہ ہوتی......محبوب ﷺ رات کو گئے......رات کو آئے...... جب دن ہوگا......آپ دنیا کو بتائیں گے......جو تیری بات ابو جہل کی زبان سے سن کر مان جائے گا......تو وہ صدیق بن جائے گا......جو تیری زبان سے سن کر انکار کرے گا......وہ ابو جہل جیسا زندیق بن جائے گا......رات کی حکمتوں میں ایک حکمت یہ تھی......کہ اللہ نے ابو بکرؓ کو صدیق بنانا تھا......اس لیے معراج رات کو کرایا۔

ہر عظمت والی چیز کی عطاء:

رات کی حکمتوں میں سادہ سی حکمت بتاؤں......جو سب کو سمجھ آجائیگی......آپ نے کسی سے کوئی بات کرنی ہو......جی ٹائم دیں......!تو کہتا ہے کہ اب تو میری تعلیم کا وقت ہے رات کو ٹائم دیں گے...... بھائی آپ سے بات کرنی ہے......انہوں نے کہا......اب تو میں دکان پر بیٹھا ہوں......رات کو بیٹھ کر باتیں کریں گے......آپ بھی اگر کسی سے گفتگو کریں......تو رات کا انتخاب کرتے ہیں......اللہ نے بھی اپنے محبوب ﷺ سے جب گفتگو کی......تو رات کا انتخاب کیا......اور اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے......کہ محب اور محبوب کی ملاقات کا سب سے بڑا خوبصورت وقت ہی رات کا ہے......اور اس میں کوئی شک نہیں......کہ اللہ اور حضور ﷺ کے درمیان جہاں عبد اور معبود کا تعلق ہے......وہاں محب اور محبوب کا بھی تعلق ہے......اس لیے اللہ نے رات کا انتخاب کیا۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے......کہ رات کو اس حیثیت سے بھی عظمت حاصل ہے

...کہ قرآنی آیات اگر آپ دیکھیں.....تو ہر عظمت والی چیز اللہ نے رات کو دی ہے.....اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ...... جب قرآن مجید محبوب ﷺ پہ اُترا دن تھا یا رات؟ (رات تھی) رات کا وقت تھا.....لیلۃ القدر رات تھی.....شب برات رات تھی.....اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ.....رات تھی.....وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ.....جب تہجد کا حکم دیا گیا.....تو وہ بھی رات تھی اور اگر آپ غور کریں.....وَاِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰۤی اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَةً ......اللہ نے جب کلیم سے چالیس راتوں کا وعدہ لیا.....تو وہاں بھی اللہ نے رات کا تذکرہ کیا.....رات کو اہمیت دی ہے.....یہ تمام وہ مواقع ہیں.....جن میں اللہ تعالیٰ نے رات کو سب سے زیادہ فضیلت دی.....اس لیے جب روزہ رکھتے ہیں.....اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ.....روزے کا اختتام ہوتا ہے.....تو وہ بھی رات ہے.....تہجد بھی رات کو ہے۔عبادت کا وقت نصیب ہو.....تو رات کو ہے.....تہجد ملے تو رات کو ہے.....پیغمبر کی ولادت ہوئی.....تو رات کو ہوئی...... نبی نے ہجرت کی تو رات کو کی.....آمنہ کے در یتیم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے جتنے اہم مواقع عطاء فرمائے.....تو ان سب کی نسبتیں رات کے ساتھ ہیں۔اس لیے محبوب ﷺ کو جب آسمانوں کا معراج کرایا.....تو اس کے لیے بھی رات کا انتخاب کیا۔

نبوت کا معجزہ:

ایک بات اور بھی سنیں......! بھائی رات ساری یا تھوڑی.....؟ جاہلوں نے کہا اٹھارہ ہزار سال کی رات بن گئی تھی...... بھائی آج کل تو ترقی کا دور ہے.....میزائل اور ہوائی جہاز جس کے ذریعے لوگ بڑے لمبے لمبے سفر کرتے ہیں..... ہزاروں میل منٹوں اور گھنٹوں میں طے ہو جاتے ہیں.....اگر آج اٹھارہ ہزار سال کسی کو مل جائیں.....وہ تو دنیا کیا میں کہتا ہوں پتا نہیں.....کون کون سی کائنات کی چیزیں گھوم گھما کر آجائے.....اس ترقی

کے دور میں جن چیزوں پر آپ اور میں سفر کرتے ہیں...... یہ تو اس کی بات ہے.....اگر نبی ﷺ کے لیے رات اٹھارہ ہزار سال کی بنی.....تو پھر یہ معجزہ تو نہ ہوا......معجزہ تب ہوگا.....کہ دنیا عاجز آجائے...... یہ تو پھر رات کا کمال ہوا...... کہ رات بڑھ گئی......حضور ﷺ سفر کرتے رہے...... یہ تو کوئی کمال کی بات نہیں ......کمال یہ ہے...... کہ رات اتنی رہے.....کہ جتنی تھی......معجزہ نبوت کا یہ ہوگا...... کہ محمد رات کے ایک ذرے میں عرش دیکھ کر آگئے.....اللہ کے قرب سے ہو کر آگئے......اس لئے قرآن نے لیلا کہا۔

اس بات کو علماء سمجھتے ہیں...... کہ یہ لیلا نکرہ ہے......اور اس میں سے کم وقت تھوڑے سے تھوڑا بالکل تھوڑی سی دیر میں اللہ نے محبوب ﷺ کو سیر کرائی......اس تھوری کی حد کیا ہے......؟ اس کو سمجھیں......میرے اور آپ کے ہاں جو وقت بالکل تھورا ہو.....تو ہم کہتے ہیں...... کہ بالکل تھوڑے سے ٹائم میں کام ہو جائے گا......تو بالکل تھورا ہمارے نزدیک کیا ہے......؟ (ایک سیکنڈ) میں نے مولانا سے کہا...... کہ حضرت یہ کام کر دو...... انہوں نے سوچا ہی نہیں...... کہ فوری کام کر دیا......اور ہمارے نزدیک وقت کی آخری حد کیا ہے......ایک سیکنڈ۔ خدا ایک سیکنڈ کا کروڑواں حصہ نکالنے پر قادر ہے کہ نہیں ہے......؟

اللہ کہتا ہے...... کہ لیلاً تھوری سی دیر......اب اس تھوڑی کو میں نہیں سمجھتا......آپ نہیں سمجھتے......وہ لے جانے والا سمجھتا ہے یا خود جانے والا سمجھتا ہے اس کو پتا ہے۔

حضور ﷺ کا استقبال:

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کی بات پر میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں...... شاہ جی ؒ جالندھر میں تقریر کر رہے تھے......تو قاضی احسان احمد شجاع آبادی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے......شاہ جی بڑے باذوق خطیب تھے......شاہ جی نے معراج کی ساری حکمتیں، فلسفے رات تھوڑی تھی تھوڑی سی دیر میں اللہ نے یوں سیر کرادی......ساری باتیں بتائیں

......لیکن قوم تھی جٹ......! صرف جٹ نہیں تھے...... بلکہ آگے کام کے لحاظ سے بھی جٹ تھے......تو شاہ جی نے کہا جٹو......! تسی رات نہیں سمجھ سکد ے...... قاضی احسان کی طرف مخاطب ہوکر کہا......قاضی دس ایناں نوں کیویں سمجھاواں؟

اس کے بعد شاہ جی نے کہا......اچھا یہ بتاؤ جٹ صاحب سب سے زیادہ مشکل کام کون سا ہے......؟ (بات سمجھ آرہی ہے میری) تو ایک جٹ بھائی نے کہا......کہ حضرت سب سے زیادہ مشکل ہے ہل چلانا......تو شاہ جی جھوم گئے اس پر شاہ جی نے ایک مثال دی......مثال دے کر تقریر ختم کر رہا ہوں......ایک ہالی ہل لے کر جا رہا تھا......ہل چلانے والا ہل لے کر جا رہا تھا......بیل ساتھ تھے......ہل ساتھ تھے......اور وہ چلتا جا رہا تھا......کہ اچانک اسکے سامنے ایک خوبصورتی آ گئی......ایک حسین چیز آئی......ایک ایسا حسین آیا ......کہ جس پر اس کی نظریں جم گئیں......ویسے بھی کوئی خوبصورت چیز آئے......تو آدمی ٹھہر جاتا ہے......رک جاتا ہے......سہم جاتا ہے......تکتا ہے......شاہ جی کہنے لگے......کہ وہ آدمی رک گیا......ہالی ہل چلانے والا رکا......خود کیا رکا اس کی نظریں رک گئیں......نظریں کیا رکیں......ہل رک گیا......ہل کیا رکا......بیل رک گئے......بھائی جب خود رکا......تو سب نے رکنا تھا کہ نہیں......؟ سب کچھ رک گیا......تو شاہ جی نے وہاں ایک جملہ کہا

تیرے لونگ دا پیا لشکارا تے ہالیاں ہل رک گئے

اس کے حسن کو دیکھ کر ہر چیز رک گئی......فرمایا جس وقت محبوب ﷺ کو اللہ لے کر گئے......پیغمبر ﷺ نے معراج کرنا شروع کیا......محبوب ﷺ یہ تیرے حسن کا نظارہ پڑا......تو رات بڑھی نہیں...... جہاں پر پوری کائنات رکی......وہاں پر رات بھی رک گئی......نبوت ﷺ کے حسن کو دیکھ کر پانی چل رہا تھا......جب نبوت چلنے لگی......تو پانی بھی رک گیا۔

توجہ کرنا......! اسی طریقہ سے کنڈی ہل رہی تھی...... جب پیغمبر ﷺ چلے کنڈی

رک گئی...... رات چل رہی تھی...... جب نبی ﷺ چلے...... تو رات رک گئی...... چاند ستارے چل رہے تھے...... جب نبی ﷺ چلے...... تو وہ رک گئے...... ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بیت المقدس میں رک گئے...... فرشتے اپنے مقامات پر رک گئے...... پیغمبر ﷺ کے حسن کا نظارہ کرنے کے لئے ہر چیز اپنی جگہ پر رکی ہے۔

اللہ نے ساری کائنات کو روکا ہے...... رات کو بھی روک دیا ہے...... کہ رات بڑھی نہیں بلکہ رک گئی...... اسے بھی سمجھیں...... کہ رک گئی بڑھی نہیں...... نبی ﷺ کے حسن کو دیکھ کر پوری کائنات رک گئی...... ہر چیز کو خدا نے روک دیا...... کہ یہ میرے محبوب ﷺ کی سواری جارہی ہے...... اس کو روک کر سارے کے سارے دیکھو...... میرا ایک مہمان آئے...... یہاں پر تو میں کہوں گا...... کہ بھائی صاحب آپ رک جائیں...... یہ میرے دوست آرہے ہیں...... ان کے لیے جن کو روک سکتا ہوں...... ان کو روکوں گا...... جن پہ میرا بس ہے...... میرے کہنے پہ وہ رکیں گے...... اس لیے میں اپنے محبوب ﷺ کے استقبال کے لیے ان کو تو روک سکتا ہوں...... رات کو نہیں روک سکتا...... کیونکہ رات کو روکنا میرے بس میں نہیں ہے...... نہ ہی دن کو روکنا میرے بس میں ہے...... میں اپنے یار کے لئے جس کو روک سکتا ہوں...... میں تو ان کو روکوں گا۔

جب محبوب ﷺ کی سواری چلی...... تو اللہ نے بھی اپنے محبوب ﷺ کے استقبال کے لئے ان سب کو روک دیا...... اللہ نے ہر چیز کو روک دیا...... رات رکی ہے...... بڑھی نہیں...... اب وہ کتنی تھوڑی دیر رکی چلی...... اب یہ رکنے اور چلنے پہ جتنا وقت خرچ ہوا...... تو اتنی سی دیر میں محمد ﷺ نے پوری کائنات کی سیر کر لی۔

اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

کیفیات معراج النبی ﷺ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ...... ○ بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ......

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ......

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ا یتنا انہٗ هو السمیع البصیر صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ ○ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ○ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اشعار:

آقا تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

تمہید:

قابلِ صد اعزاز و تکریم ...... بزرگو...... دوستو اور بھائیو! قرآن نے کہا......

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً...... پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو معراج پر لے گئی راتوں رات ......یعنی رات کے تھوڑے سے حصے میں۔

اس تھوڑے سے حصے پر بھی تفصیل سے میں نے بحث کی تھی...... کہ تھوڑی سی کتنی

رات ہوتی ہے......؟ وہ معراج کہاں سے کہاں تک ہوا......آج میں اس پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں......اوراس کی کچھ تشریحات اور تفصیلات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا اجر:

اللہ نے فرمایا......مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی......اپنے محبوب ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا......مسجد حرام وہ مقدس مسجد ہے......کہ جو کعبۃ اللہ کے اردگرد ہے......اس کے متعلق اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا......کہ وہاں پر ایک نماز ادا کی جائے......تو ایک لاکھ کا اجر ملتا ہے......اور جماعت سے ادا کی جائے......تو ستائیس لاکھ کا اجر ملتا ہے......اور محبوب ﷺ نے اس مقدس مسجد کی فضیلتیں بھی ارشاد فرمائیں......اللہ کی زمین پر سب سے پہلا گھر خدا کا یہی بیت اللہ ہے......جس کو میں اور آپ کعبۃ اللہ بھی کہتے ہیں......اوراسی کا نام مسجد حرام بھی ہے......حرام کا لفظ احترام سے ہے......یعنی ایسی مسجد عزت اوراحترام والی جس کے اندر داخل ہونے کے بعد ہر شخص کو اللہ امن عطا فرمادیتے ہیں......وہاں اس کی جان، مال ہر چیز محفوظ ہو جاتی ہے......اس لیے یہ قانون ہے......کہ حدود حرم میں کوئی غیر مسلم داخل نہیں ہوسکتا۔

معراج کا آغاز:

قرآن نے کہا معراج مسجد حرام سے ہوا......اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی......مسجد اقصیٰ تک......پہلی منزل تو سب کی سمجھ میں آ رہی ہے......کہ معراج کا افتتاح مسجد حرام سے ہے......لیکن اس کی جو پہلی منزل قرآن نے بتائی...... جہاں تک معراج ہوا...... وہ مسجد اقصیٰ بتائی ہے...... یہ سب حضرات جانتے ہیں......کہ معراج مسجد اقصیٰ تک ہوا یا آسمانوں پر بھی......؟ (آسمانوں پر بھی)

ہمارے کہیں مسجد اقصیٰ تک ہوا...... یا سدرۃ المنتہیٰ پر بھی......؟ (سدرۃ المنتہیٰ پر بھی)

مسجد اقصیٰ تک ہوا...... یا عرش معلی پر بھی......؟ (عرش معلی پر بھی)

لیکن قرآن نے کہا...... مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی......

ہم نے محبوب ﷺ کو معراج مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کرایا...... حالانکہ آسمانوں کا معراج بھی ہوا...... سدرۃ المنتہٰی کا معراج بھی ہوا ہے...... پیغمبر ﷺ نے جنت کا معراج بھی کیا ہے...... پیغمبر نے اللہ کے قرب کا معراج بھی کیا ہے۔

اس پر محققین کا ایک قول یہ بھی ہے...... کہ عرش معلی پر بھی حضور ﷺ پہنچے ہیں...... اور اس سے بڑھ کر ایک قول یہ ہے...... کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ کے محبوب ﷺ نے ان آنکھوں سے قریب سے دیکھا ہے...... جبکہ کائنات میں اس انداز سے اور کوئی نہیں دیکھ سکا......(۱)

اتنی بڑی عظمت والا معراج ہوا۔

مگر قرآن نے اس کو محدود کر کے کہا...... مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی...... معراج مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک...... اس پر دو باتیں اس وقت آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں...... پہلی بات یہ ہے...... کہ حضور ﷺ کے معراج کی رات سونے کے متعلق تین قول ہیں۔

ایک روایت میں ہے...... کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں آرام فرما تھے...... ایک روایت میں ہے...... کہ آپ ام ہانی کے گھر میں آرام فرما تھے...... اور ایک روایت میں ہے...... کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر آرام فرما تھے۔ ان میں روایت کوئی بھی ہو اس پہ بحث نہیں...... لیکن ایک عجیب اور خوبصورت بات یہ ہے...... کہ علماء نے لکھا ہے...... کہ معراج شروع مسجد سے ہوا...... حضور ﷺ جہاں بھی تھے...... وہاں سے اُٹھ کر بیت اللہ مسجد میں آئے...... اور بیت اللہ سے اللہ نے معراج کی ابتدا کرائی...... تا کہ پتا چل جائے......

---

(۱) یہ تمام اقوال شرح زرقانی میں موجود ہیں مراجعت فرمائیں

کہ نبی ﷺ کا معراج بھی مسجد سے ہے......امت کا معراج بھی مسجد میں ہوتا ہے۔

بوقت معراج حضور کی حالت:

حضور ﷺ آرام فرما تھے......روایتوں میں مختلف الفاظ ملتے ہیں......حضور ﷺ نے فرمایا...... میں نیند اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا......جیسے آدمی کو سوئے ابھی تھوڑی سی دیر گزری ہو......تو نیند پوری طرح نہیں آتی......درمیانی کیفیت ہوتی ہے......تو کوئی آدمی آ کر اٹھا دے......تو وہ درمیان کی حالت سے اُٹھ کر آدمی کہتا ہے......میں ابھی سویا نہیں تھا......کچھ جاگ رہا تھا......کچھ مجھے نیند تھی......تو حضور ﷺ نے فرمایا......کہ میں کچھ جاگ رہا تھا......کچھ مجھے نیند تھی......کہ جبرئیلؑ نے اٹھایا......اب یہاں میرے اور آپ کے ہاں اگر کوئی آدمی کچھ جاگ رہا ہو......تو گھر والے بھی کہہ دیتے ہیں......کہ جلدی اٹھا لو ابھی سوئے ہیں......نیند ان کو بھی پکی نہیں آئی......تو آدمی جلدی سے پکڑ کر اٹھا دیتا ہے۔

کسی بڑے بزرگ کو جگانے کا انداز:

لیکن کتابوں میں آتا ہے......کہ اللہ نے جبرئیلؑ کو بھیجا......کہ میرے محبوب ﷺ کو تو نے اٹھانا ہے......لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے......کہ جا کر ہاتھ کو پکڑ کر یا بازو کو پکڑ کر یا کندھے کو ہلا کر کہو......کہ اٹھئے محبوب اللہ آپ کو بلا رہے ہیں......جبرئیل کے آنے کا انداز بدل دیا گیا......مکان کی چھت سے نیچے اترو......(۱) پیغمبر ﷺ کو جب جگانے کا وقت آئے......تو ہاتھ سے پکڑنا نہیں......الفاظ نہیں کہنے......یا محمد نہیں کہنا......نام لے کر نہیں پکارنا......ادب اور محبت کا تقاضہ یہ ہے......کہ جب اتنا عظیم محبوب ﷺ اتنا عظیم

---

(۱) سیرت حلبیہ ص۱۷۲ ج۲

رہنما اتنا عظیم مقتدا انبیاء کا پیشوا جب سو رہے ہوں..... تو جبرئیل! محبوب کو جگانے کا طریقہ یہ ہے..... کہ اپنے نورانی پروں کو پیغمبر ﷺ کے قدموں کے تلووں پہ مَل.....! جب مصطفیٰ ﷺ کی آنکھ کھلے تو خدا کا پیغام پہنچا..... کہ اللہ آپ کو بلا رہے ہیں..... خدا آپ کی انتظار میں ہیں..... میں اس انداز سے محبوب کو جگوانا چاہتا ہوں..... اور یہ سبق جبرئیل خدا سے سیکھ کر آئے اور اسی انداز سے محبوب ﷺ کو جگایا۔

اس پر دو تین باتیں یاد رکھیں..... اُن میں سے ایک تو بڑے کو جگانے کا ادب ہے..... کہ ہمیشہ جب بڑے اور بزرگ کو جگایا جائے..... تو اس کے پاؤں دبانے چاہئیں۔ کندھے پہ، سر پہ، جسم کے کسی حصے کو پکڑ کر نہیں جھنجھوڑنا چاہیے..... پاؤں دباؤ..... تا کہ وہ جب بیدار ہو..... تو اس کی نظر آپ پر پڑے..... اور اطمینان کے ساتھ آپ کے ساتھ بات ہو..... اچانک اگر کسی آدمی کو ایسے کندھا پکڑ کر ہلا کر اٹھا دیا جائے..... تو بعض دفعہ آدمی حواس باختہ ہو جاتا ہے..... پریشان ہو جاتا ہے..... کیا بات ہے.....؟

تو ادب یہ سکھایا گیا ہے..... کہ جب اتنی بڑی شخصیت کو جگایا جائے..... شاگرد استاد کو اٹھا رہا ہے..... مرید اگر اپنے مرشد کو اٹھا رہا ہے..... تو ادب کا تقاضا یہ ہے..... کہ وہ اس کے پاؤں دبائے..... سید الملائکہ جبرئیلؑ کی عظمت کا ایک مسئلہ ظاہر ہوا..... کہ جبرئیلؑ تو فرشتوں کے سردار تھے۔

بوقت معراج آقا ﷺ کو جگانے کا انداز:

علماء نے لکھا ہے..... کہ جبرئیلؑ کے چھ سو پَر ہیں..... اللہ نے کہا..... کہ جبرئیل! تو نورانی، تیرے پَر نورانی اپنے نورانی پَروں کے ساتھ جا..... تو بہت بڑی عظمت والا ہے..... اور عام طور پر میں اور آپ یہ دیکھتے ہیں..... کہ پَر جانوروں کے کندھوں کے اوپر ہوتے ہیں..... نیچے نہیں ہوتے..... تو جبرئیلؑ بہت بڑی عظمت کا مالک تھا..... لیکن

جبرئیل کے پر جبرئیل کے بھی اوپر ہیں...... جو سب سے اوپر والا ملائکہ کا بھی سردار ہے...... جبرئیل کے پر جبرئیل کے بھی اوپر ہیں...... جو سب سے اوپر والا پر تھا...... وہ پیغمبر ﷺ کے قدموں کے سب سے نیچے آیا۔

اعزاز بتایا گیا ہے...... کہ لوگو! جہاں فرشتوں کے سردار کی انتہا ہو رہی ہے...... جہاں نورانیوں کا اختتام ہو رہا ہے...... جبرئیل تُو سب کا سردار ہے...... تیرے پَر تیرے بھی اوپر ہیں...... وہ نبی ﷺ کے قدموں کے نیچے ہیں...... انسانیت کو پتا چل جائے...... کہ یہ معراج انسانیت ہے...... یہ عروج آدمیت ہے...... کہ امام الانبیاء...... سلطان الانبیاء...... آدم ؑ کا فخر...... ابراہیم ؑ کی دعا...... عبداللہ کا فرزند...... آمنہ کا دلبر...... مکے کا یتیم...... جس کو دنیا یتیم کہتی تھی...... آج اس کی عظمت کا اندازہ لگالو...... کہ مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کے تلوے ہیں...... اور جبرئیل کے اوپر کے پَر ہیں...... جوڑ دیکھو...... حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مَیں اُٹھا۔

محبوب کو خدا کا اپنے پاس بلانا:

توجہ فرمائیں...... مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ...... جبرئیل ؑ نے کہا اے اللہ کے نبی اُٹھیے......! آپ کا رب آپ کو بلا رہا ہے اور خدا تجھے اپنے پاس بلا کر تجھ پہ رحمت بھیجنا چاہتا ہے...... درود بھیجنا چاہتا ہے...... اللہ آپ کو بلا رہے ہیں۔

بیداری کے بعد دو تین اہم واقعات:

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ میں بیدار ہوا...... اُس کے بعد دو تین اہم واقعات پیش آئے...... اُن میں سے ایک واقعہ یہ پیش آیا...... کہ حضور ﷺ کو زم زم کے کنوئیں کے قریب لے گئے...... جبرئیل ؑ ساتھ تھے...... میکائیل ؑ ساتھ تھے...... فرشتے ساتھ تھے...... براق جنت کا ساتھ تھا...... فرشتوں کی بہت بری تعداد تھی...... مشہور ہے...... کہ ستر

ہزار فرشتہ دائیں جانب......اور ستر ہزار فرشتہ بائیں جانب تھے......ستر ہزار فرشتہ پیچھے کی طرف اور ستر ہزار فرشتہ سامنے تھے...... یہ ساری استقبالیہ ٹیم تھی......(۱) کہ جو رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر چلنے والی تھی......حضرت جبرئیلؑ حضور ﷺ کو اس جگہ پر لے آئے......کہ جہاں پر زم زم کا کنواں تھا......زم زم کے پاس اللہ کے نبی ﷺ کو لٹایا گیا۔(۲)

حضور ﷺ فرماتے ہیں......کہ میرا سینہ کھولا گیا......آپ کے سینے مبارک سے لے کر ناف تک پیٹ کو کھولا گیا...... جیسے کسی چیز کو کھول دیا جاتا ہے...... چاک کیا جاتا ہے......اس انداز سے انہوں نے کھولا......کھولنے کے بعد آپ ﷺ کا دل مبارک باہر نکالا...... باہر نکالنے کے بعد حضور ﷺ فرماتے ہیں......کہ میں دیکھ رہا تھا......میں محسوس کر رہا تھا......کہ میرا قلب اطہر انہوں نے نکالا ہے......اس کو نکالنے کے بعد ایک تشتری میں جو سونے کی تھی...... جنت سے لائی گئی تھی......فرشتے ساتھ لے آئے تھے......اس میں رکھا گیا...... پھر زم زم کا پانی نکالا گیا......اُس دل کو پھر اُس میں ڈبویا گیا......اور دھویا گیا...... پھر اس کے اندر کچھ چیزیں بھری گئیں...... یہ انوارات تھے......تجلیات الٰہی وبرکات الٰہی تھیں......ان تجلیات وانوارات کو قلب اطہر میں بھرنے کے بعد پھر میرے دل کو اسی جگہ رکھ دیا گیا......پھر میرے سینے کو سی دیا گیا......اور بند کر دیا گیا......اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں......کہ سب کچھ میرے ساتھ ہوا......اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا...... حضور ﷺ بے ہوش نہیں ہوئے۔

ایک عجیب بات یہاں کہہ دوں...... کہ عام طور پر بڑے بڑے دل کے سپیشلسٹ ڈاکٹر بھی آج کل کہہ دیتے ہیں......جی اس کے دل کے جو وال ہیں......تبدیل ہو جائیں گے......فلاں علاج یوں ہو جائے گا...... یہ سب کچھ ہوتا ہے......

---

(۱) معارج النبوۃ ۲۰۴ ج۲ (۲) مشکوۃ شریف ص ۵۲۶ ج۲

لیکن دل اپنی جگہ پر ہی رہتا ہے.....اسے باہر نہیں نکالتے.....اگر جسم سے دل نکال کر ایک طرف کر دیا جائے.....تو آدمی ختم ہو جائے.....اس لئے دل وہیں رہتا ہے.....لیکن پیغمبر ﷺ کا دل ان کے جسم سے علیحدہ ہو گیا.....اور اللہ کے نبی ﷺ دیکھ بھی رہے تھے.....محسوس بھی کر رہے تھے۔

ایک مسئلہ اس میں اور بھی نکالا گیا ہے.....کہ آدمی کا دل ہے.....جو اسے زندہ رکھ رہا ہوتا ہے.....یا روح ہے.....جو اسے زندہ رکھ رہی ہوتی ہے.....دل باہر تھا.....نبی زندہ تھے کہ نہیں؟ جب دل باہر نکل گیا.....تو حضور ﷺ زندہ تھے کہ نہیں.....؟ مسئلہ سمجھ میں آ گیا.....کہ اس جسم سے جب روح چلی گئی.....اور محبوب ﷺ اس دنیا سے چلے گئے.....تو اس روح کے نکلنے کے بعد بھی اس جسم میں ایک خاص قسم کی حیات باقی تھی۔

اللہ کا زمین کو انبیاء کے جسموں کے بارے میں حکم:

جس کے متعلق اللہ کے نبی ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا.....اِنَّ اللّٰـهَ حَـرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ.....(۱) اللہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے.....کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے.....وہ نبی ﷺ کے جسم کو کچھ نہیں کہتی.....اس لیے یہ جسم اسی عظمت کے ساتھ برقرار رہتا ہے.....دل نہ ہو.....تب بھی جسم کے اندر وہ طاقت موجود ہے.....روح نہ ہو.....تب بھی پیغمبر ﷺ کے جسم میں وہ طاقت بحال رہتی ہے.....جو نبوت کی ایک خصوصیت ہے۔

انوارات اور تجلیات کو برداشت کرنا:

---

(۱) اخرجه ابو داؤد وقال البیهقی له شواهد وقال العلامة القاری رواه ابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال النووی اسناد صحیح (مرقاة ص۲۱۰ ج۲، فیض القدیر ص۸۷ ج۲)

رہا مسئلہ یہ کہ سینہ مبارک کھولا کیوں گیا......؟ اس میں انوارات کیوں بھرے گئے......اس پر سمجھانے کے لیے ایک چھوٹی سی مثال دے دیتا ہوں......زیادہ لمبی چوڑی بحث اس پر نہیں کرتا......ایک آدمی یہاں سے سعودی عرب جا رہا ہو......تو اسے حکومت کہتی ہے بھائی انجکشن لگوالو......اور سرٹیفکیٹ اپنی صحت کا لے آؤ......اس لیے کہ دوسرے ملک میں جا رہے ہو......وہاں کی فضا اور ہے......آب و ہوا اور ہے......وہاں کے حالات کچھ اور ہوں گے ......تم یہاں سے وہاں جانے کے بعد بیمار پڑ گئے......تو احکام نہیں ادا کر سکو گے......صفا مروہ پر نہیں دوڑ سکو گے......کعبۃ اللہ کا دیدار نہیں کر سکو گے......عبادات میں فرق آ جائے گا......اس لئے انجکشن لگوالو......تا کہ آپ کی صحت اتنی بحال ہو جائے ......آپ کی طاقت اتنی باکمال ہو جائے......کہ آپ جا کر اُن انوارات اور اُس فضا کو برداشت کر سکیں۔ وہاں کعبۃ اللہ کا طواف کر سکیں......حجر اسود کا بوسہ لے سکیں......مکہ اور مدینہ گھوم سکیں......اگر آپ بیمار پڑ گئے......اور اس حالت میں سفر ہوا تو لطف نہیں آئے گا ۔اس لیے محبوب......! آپ کے سینے کو کھول کر اس میں ہم وہ انوارات اور تجلیات بھر رہے ہیں......(۱) کہ زمین پر بیٹھنے والا عرش بریں پہ جا رہا ہے......اور اُن مقامات پر پہنچ رہا ہے......جہاں نہ کوئی نبی جا سکا......اور نہ کوئی فرشتہ جا سکا......کہیں ایسا نہ ہو......کہ زمین والی خوبیوں کے ساتھ آپ ان بلندیوں پر پہنچیں......اُن کو برداشت نہ کر سکیں......واپس آ جائیں......تو مزہ نہیں آئے گا......لطف تب ہے......کہ ہم آپ کے قلب میں اتنی نورانیت اور انوارات اور تجلیات بھر دیں......کہ آپ وہاں جو کچھ محسوس کریں ......اور دیکھیں آ کر ساری چیزیں امت کو بتائیں۔

---

(۱) شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ ص۲۹ تا ۳۵ ج۸، سیرت حلبیہ ص ۱۷٤ ج۲، مشکوٰۃ ص۵۲۷ ج۲، سیرت مصطفیٰ ص ۲۹۰ ج۱

کہ آپ وہاں جو کچھ محسوس کریں......اور دیکھیں آکر ساری چیزیں امت کو بتائیں......کوئی چیز بھول نہ جائیں۔

قیامت کب قائم ہوگی:

آج کل یہ مسائل سمجھنا مشکل نہیں آسان ہیں...... پہلے دور میں سمجھنا بڑا مشکل تھا...... پہلے لوگ کہتے تھے......کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے......کہ سینہ چاک ہو جائے......اور بندہ زندہ رہے......دل نکلا......تو زندہ کیسے رہا......تو اب سمجھنا آسان ہے......کہ آپ کے ہاں آپریشن ہوتے ہیں......جسم کے ٹکڑے کردیے جاتے ہیں...... جوڑ دیے جاتے ہیں...... آدمی زندہ رہتا ہے...... امام المفسرین سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے......کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک قیامت نہیں قائم کریں گے......کہ جس وقت تک پیغمبر علیہ السلام کے ایک ایک معجزے کو تحقیقات اور سائنس کی دنیا میں عملی طور پر ثابت نہ کردیں......کہ جو پیغمبر ﷺ نے دیکھا تھا......بعینہٖ وہی ہے......جس انداز میں پیغمبر ﷺ نے سفر کیا تھا......سائنس اس کو تسلیم کرے......تمہاری تحقیقات اسے تسلیم کریں...... جب محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی حقانیت اللہ سب کو منوالے گا......تو پھر خدا قیامت قائم کریں گے......اس سے پہلے اللہ قیامت نہیں قائم کریں گے۔

معجزہ شق صدر کا سمجھنا:

اس لیے یہ بات اس وقت تو کوئی سوچ سکتا تھا......کہ سینہ مبارک کیسے کھولا گیا ہوگا......آج سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے......اس لیے کہ اب تو دلوں کے اپریشن ہوتے ہوئے دنیا دیکھتی ہے......جگر کے اپریشن ہوتے ہوئے دنیا دیکھتی ہے...... یہ ساری چیزیں صحیح بھی ہو جاتی ہیں......اور اب تو اپریشن کی یہ کیفیت ہے......کہ پہلے آدمی کو بے ہوش کردیا جاتا تھا......اب تو مریض خود کہتا ہے......کہ میں دیکھ رہا تھا...... انہوں نے مجھے

یہاں سے کاٹا...... میں دیکھ رہا تھا...... اور جناب انہوں نے یوں دوائی ڈالی...... میں دیکھ رہا تھا...... ڈاکٹر نے یوں کیا...... اب وہ مریض سب کچھ خود دیکھ رہا ہوتا ہے...... بول رہا ہوتا ہے...... پیغمبر علیہ السلام بھی فرماتے ہیں...... کہ جب میرا سینہ مبارک کھولا گیا...... اُس میں انوارات وتجلیات بھری گئیں...... میں سب کچھ دیکھ بھی رہا تھا...... محسوس بھی کر رہا تھا۔

حضور ﷺ کے معجزات کو دنیا کا عملی طور پر تسلیم کرنا:

پیغمبر ﷺ کے ایک ایک معجزے کو آج کے دور میں دنیا عملی طور پر تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئی ہے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جس وقت یہ واقعہ ہوگیا...... تو میں نے وضو کیا...... اور پھر دو رکعت نماز نفل پڑھیں...... تو علماء نے اس سے ایک مسئلہ لکھا ہے...... معراج میں بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں...... مسئلہ لکھا ہے...... کہ جب آپ کہیں سفر پر جانے لگیں...... تو گھر سے باوضو ہو کے نوافل پڑھ کر سفر کیا کریں...... تاکہ اللہ سفر کی مشکلات آسان فرمادیں۔

بوقت معراج حضور ﷺ کی سواری:

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جس وقت میں اس سفر کی تیاری کر کے باہر نکلا...... تو جبرئیلؑ نے میرے سامنے براق پیش کیا...... کہ اللہ کے محبوب ﷺ یہ براق ہے...... جس پر آپ نے سفر کرنا ہے۔

اب اس بات کو سمجھو......! کہ براق کیا چیز تھی......؟(۱) براق کے خاکے لوگوں نے لکھے ہیں...... کتابوں میں اس کا نقشہ لوگوں نے لکھا ہے...... میں اس پر بحث نہیں کرتا...... حدیث میں اتنا لکھا ہے...... کہ حضور ﷺ نے فرمایا...... خچر سے کچھ چھوٹا اور گدھے سے

---

(۱) معارف القرآن، معارج النبوۃ ص۲۰۴ ج۲

کچھ بڑا درمیانی شکل کا جانور تھا......ان دو کے درمیان تھا......نہایت ہی خوبصورت اور حسین جانور تھا......اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں......کہ اس پر میں نے سواری کی اس کا نام براق تھا...... براق لفظ ہے برق سے...... برق بجلی کو کہتے ہیں...... یہ جو بجلی آپ کی ہے...... آپ کبھی بجلی والوں سے پوچھیں...... اس بجلی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ اسی ہزار میل ہے......آپ کی یہ بجلی تو ہاتھوں کی بنائی ہوئی ہے......مصنوعی بجلی ہے...... یہ اتنی تیز رفتار ہے......کہ آپ بٹن دبائیں......تو وہ ہزاروں میل سیکنڈ میں طے کر جائے......اور جس کو اللہ کہہ دے ''براق'' محمد ﷺ کی سواری بجلی والی ہے......بجلی رفتار ہے......جس کو رب بجلی کہتا ہے......اُس کی رفتار کتنی تیز ہوگی......؟اس کا اندازہ دنیا میں کوئی آدمی نہیں کر سکتا۔

ایک اندازہ اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا......حضور ﷺ نے فرمایا......کہ جب میں اس پر بیٹھا......تو وہ اس قدر تیز رفتار تھی...... کہ جہاں اس کی نظر پڑتی وہیں اس کا قدم پڑتا......میری آپ کی نظر تو ویسے بھی محدود ہے......ہم یہاں تک دیکھ سکتے ہیں......اور جنت والی چیزوں کی نظریں بہت دور جاتی ہیں......اب براق کی جہاں نظر پڑتی تھی...... وہاں پر قدم پڑتا تھا......(۱) اتنی تیز رفتار سواری پر اللہ کے پیغمبر ﷺ نے سفر طے کیا......اور معراج کیا۔

بوقت معراج حضور کے براق کا بدکنا:

اس پر دو روایتیں بڑی عجیب ملتی ہیں......ایک تو یہ کہ جس وقت حضور ﷺ براق پر بیٹھنے لگے......تو براق تھوڑ سا بدکا......جبرئیلؑ نے اسے جھٹکا دے کر کہا......ہوش کر تجھے معلوم نہیں......کہ تجھ پر سلطان الانبیاء......امام الانبیاء......فخر رسل......دانائے سبل......

---

(۱) زرقانی ص۱۰۳ ج۸، معارف القرآن، انوار البیان، معارج النبوۃ، اصح السیر، ابن ہشام ص۲۶۵ ج۱ بیروت، مشکوۃ شریف ص۵۲۹ ج۲، سیرت مصطفی ص۲۹۰ ج۱

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سوار ہو رہے ہیں..... تجھ میں شوخی کیوں آ رہی ہے.....؟ تو براق کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے..... اس نے کہا آج مجھے شوخی کرنے دو.....(۱) میری تو مدتوں کی آس پوری ہو رہی ہے..... اللہ نے جنت میں ہزاروں براق سجائے..... اور بنائے تھے..... اور خدا نے اعلان کیا تھا..... کہ جنت کے براقو.....! تم میں سے ایک براق کا انتخاب کروں گا..... میرا محبوب ﷺ اس پر سوار ہوگا..... میں آسمانوں کی سیر پر اسے بلاؤں گا۔ سارے کے سارے براق خوشی سے جھومتے تھے..... کہ میں پیغمبر ﷺ کو لے آؤں گا..... دوسرا کہتا تھا..... میری باری آئے گی..... تیسرا کہتا تھا..... میری باری آئے گی۔

انکساری کرنے والا خدا کی نظر میں:

لیکن میں وہ خوش نصیب ہوں..... کہ میں تنہائی میں اکیلے کھڑے ہو کر روتا رہا..... پتا نہیں میرا نمبر لگتا ہے کہ نہیں.....؟ میں اس محبوب ﷺ کو اٹھاؤں گا کہ نہیں.....؟ مگر یہ رات آئی..... تو میرا مقدر جاگا..... اللہ نے کہا جبرئیل.....! اُس براق کو لے جاؤ..... جو میرے محبوب ﷺ کے ہجر و فراق میں روتا رہا ہے..... اس لیے کہ..... مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ .....(۲) جو انکساری کرتا ہے..... خدا اسے عظمتیں دیتا ہے..... اور جو تکبر کرتا ہے..... خدا اسے نیچے گراتا ہے۔

براق کا میرے نبی کی محبت میں رونا:

وہ براق جھوم کر کہتے تھے..... کہ ہم جائیں گے..... میں روتا تھا کہ پتہ نہیں..... باری بھی آتی ہے..... کہ نہیں؟(۳) اللہ نے کہا..... جو میرے نبی ﷺ کی محبت میں روتا رہا ہے.....

---

(۱) انوار البیان ص ۳۲۰ ج ۵، ترمذی، دلائل النبوۃ ص ۳۵۵ ج ۲، ابن ہشام ص ۳۶۵ ج ۱ بیروت، معارج النبوۃ ص ۱۰۵ ج ۲، سیرت مصطفیٰ ص ۲۹۰ ج ۱ (۲) مشکوۃ ص ۴۳۴ (۳) معارج النبوۃ ص ۴۰۰ ج ۲

آج اُسی کو لے جاؤ..... مصطفیٰ ﷺ اُسی پر سواری کریں گے..... عظمتیں اُسی براق کو ملیں گی..... اس نے کہا..... میں تو خوشی میں جھوما ہوں..... لیکن ایک اور بات بھی اس نے کہی..... اُس نے کہا پھر اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے ایک وعدہ بھی فرمائیں..... اس لیے کہ آپ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوسکتا..... فرمایا کیا.....؟ کہا یہ تو میری تمنا تھی..... کہ میں روبا اللہ نے مجھے منتخب کر کے بھیجا..... اب ایک میری تمنا وہ ہے..... جو آپ پوری کرسکتے ہیں..... حضور ﷺ نے فرمایا بتاؤ..... کہا جس وقت قیامت کا دن ہوگا..... میدان محشر ہوگا..... نفسی نفسی کا عالم ہوگا..... دنیا تڑپ رہی ہوگی..... اُس وقت جب محشر سے جنتی جنت کی طرف جائیں گے..... تو میری درخواست ہے..... کہ آپ اس وقت اللہ کے دربار میں کہنا..... چونکہ اللہ آپ سے کہے گا..... وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

محمد ﷺ جو جی میں آئے مانگ میں تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں..... آج دینا چاہتا ہوں..... کوئی چیز تجھ پر روکنا نہیں چاہتا..... تو اس وقت جہاں اللہ کے ہاں سے اور بہت ساری چیزیں مانگیں گے..... تو اس وقت اپنے رب سے مجھے بھی مانگ لینا..... کہ اے اللہ جنت میں جانے کے لئے اُسی براق کو بھیج.....! جس براق پر میں نے آسمانوں کا سفر کیا تھا..... تا کہ یہ سعادت بھی میرے حصے میں آجائے۔

بوقت معراج امتیوں کی یاد:

ایک اور روایت ملتی ہے..... وہ اس سے عجیب ہے..... حدیث میں آتا ہے..... جب حضور ﷺ بُراق پر بیٹھنے لگے..... حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے..... ابھی بیٹھے نہیں تھے..... بُراق کی شکل کو دیکھا تو جیسے کوئی غمزدہ ہو جاتا ہے..... اور ایک دم محسوس کرتا ہے..... تو اللہ کے نبی ﷺ میں وہ بات پیدا ہوگئی..... تو جبرئیلؑ نے کہا..... محبوب خیر تو ہے.....؟ یہ تو خوشی کا مقام ہے..... آپ آسمانوں کی سیر پر جا رہے ہیں..... اللہ کے آپ

مہمان بن رہے ہیں......آپ میں یہ کیفیت کیوں ہے......؟

فرمایا جبرئیل......! میں رو اس لیے رہا ہوں...... کہ مجھے تو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے......کل میرے گنہگار امتی جنت کی طرف جائیں گے......درمیان میں جہنم اور پل صراط کا اتنا بڑا فاصلہ ہوگا...... میری امت اس کو کیسے طے کرے گی ......؟ ان کے پاس سواری کا کیا انتظام ہوگا......؟ اُسی وقت اللہ کی طرف سے حکم ہوا......جبرئیل میرے محبوب ﷺ کو تسلی دو...... پیارے نہ گھبراؤ جیسے آج تیرے لیے یہاں بُراق ہے...... وہاں تیری امت کے لیے بھی بُراق ہوں گے......جن براقوں پر سوار ہو کر پل صراط سے گزر کر جنت کی طرف جائیں گے......اور حدیث میں آتا ہے......کہ وہ سواری ہوگی......کیا خوش نصیب لوگ ہیں......کہ جن کو اللہ قربانی کی توفیق دیتا ہے......جو یہاں پر قربانیاں کرتے ہیں...... قیامت کے دن یہ قربانیاں...... اللہ ان کو جنت کی براق بنا کر، سواریاں بنا کر پیش کریں گے......ان پر سوار ہو کر یہ امت جنت کی طرف جائے گی......اس کے بعد حضور ﷺ اس پر سوار ہوئے۔

بوقت معراج زمین کی درخواست:

ایک اور روایت بھی بڑی پیاری ہے...... سنیے! حضور ﷺ فرماتے ہیں......کہ جس وقت میں براق پر بیٹھا......تو مشہور یہ ہے......کہ براق اوپر اُڑنے لگی......(۱) کیونکہ برق و بجلی کی رفتار تھی...... اُس نے جانا ہی اوپر تھا...... جب وہ اڑنے لگا......تو تو زمین اس کے قدموں میں چمٹ گئی ......زمین تجھے کیا ہوگیا ہے......؟ کہا اللہ آج محبوب ﷺ کو آسمانوں پر بلا رہے ہیں......محبوب ﷺ جا کر سیر کریں گے......واپس آئیں گے۔

---

(۱) سیرت حلبیہ ص۴۷۹ ج۲، زادالمعاد ص۲٦٥ ج۱ بیروت، معارج النبوۃ ص۴۰٥ ج۲

سب کو بتائیں گے...... میں سیر کر کے آیا...... آسمان پر مجھ کو فضیلت مل جائی گی...... میں محروم ہو جاؤں گی...... کہ محبوب ﷺ نے میری سیر نہیں کی...... آسمانوں کی سیر کی ہے...... اس لیے اللہ میں تیری دربار میں درخواست کرتی ہوں...... کہ اس رات کی سعادت سے مجھے محروم نہ رکھ...... اللہ نے کہا زمین! میں آج تیری درخواست کو بھی محبوب ﷺ کے صدقے قبول کرتا ہوں...... مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى

یہ سیر تو زمین پر کرا دیتا ہوں...... پھر مسجد اقصیٰ سے عرش معلیٰ تک آسمانوں کی سیر کرادوں گا...... زمین کی بھی دعا قبول ہو جائے گی...... آسمانوں کی تمنا بھی پوری ہو جائے گی۔

معراج کی شب پہلی منزل:

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جس وقت میں اس پر سوار ہوا تو میری پہلی منزل مدینہ طیبہ تھی...... (۱) جبرئیلؑ نے فرمایا...... یہ کھجوروں کے جھنڈ یہاں پر ہیں...... یہ آپ کا وہ مدینہ ہے...... جہاں آپ ہجرت کر کے تشریف لے آئیں گے...... اللہ کے نبی ﷺ یہاں اترے...... نوافل پڑھے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ میں اُترا تو میں نے دو رکعت نماز نفل پڑھیں...... میں آپ کو معراج کا قصہ نہیں سنانا چاہتا...... میں اس سے مسائل بتانا چاہتا ہوں۔

معراج کی شب حضور ﷺ کا ہر منزل پر پہنچ کر نوافل پڑھنا:

مسئلہ ثابت ہوا...... کہ حضور ﷺ اس سارے سفر میں جس منزل پر بھی پہنچے ہیں ...... وہاں حضور ﷺ نے نوافل پڑھے ہیں...... اس سے ایک بات سمجھ میں آئی......

---

(۱) معارج النبوۃ ص ۴۱۰ ج ۲، الخصائص الکبریٰ ص ۱۵۸ ج ۱، فتح الباری ص ۱۵۲ ج ۱

کہ جب آدمی اپنی منزل مقصود پر پہنچے...... بہتر یہ ہے...... کہ مسجد میں پہلے چلا جائے ...... اور وہاں جا کر نوافل پڑھے...... پھر باقی وہاں پر اپنے کوئی کام کرے...... اس لیے یہ جو جماعتیں چلتی ہیں...... اللہ ان کو جزائے خیر دے...... یہ جب جماعت کسی مسجد میں پہنچے ...... تو امیر کہتا ہے کہ بھائی...... ! دیکھو پہلے نوافل پڑھ لو...... اگر وضو نہیں تو وضو کرلو...... نوافل پڑھ لو...... پھر بیٹھ کر مشورہ کریں گے...... پہلے کوئی بات نہیں کرتے...... مسجد میں داخل ہونے کے بعد پہلے نوافل پڑھیں گے...... یہ وہ سنت ہے...... کہ جو معراج کی رات اللہ کے نبی ﷺ ہر منزل پر پہنچ کر نوافل پڑھ رہے تھے۔

معراج کی شب دوسری منزل:

فرمایا ایک اور منزل آئی...... فرمایا محبوب ﷺ یہ کوہ طور ہے...... آپ یہاں پر اتریے...... یہاں موسیٰ کا مرکز ہے...... یہاں کلیم سے اللہ ہم کلام ہوئے تھے...... خدا نے کلیم ﷺ سے باتیں پوچھیں...... آپ اتریں یہاں نوافل پڑھیے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ میں اترا میں نے دو رکعت نماز نفل پڑھیں۔ (۱)

علماء نے لکھا ہے...... اس میں اشارہ تھا...... کہ مدینہ پیچھے رہا...... مدینے والا آگے جارہا ہے...... محبوب! یہاں پر کلیم سے اللہ نے باتیں کی تھیں...... وہ کلیم بھی پیچھے رہ گئے...... آپ اس سے بھی آگے جا رہے ہیں...... آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی عظمت کا پتا چل جائے گا۔

معراج کی شب حضور ﷺ کی تیسری منزل:

فرمایا میں مدین پہنچا...... جبرئیل نے بتایا...... کہ یہ شعیب کا مرکز ہے......

(۱) مدارج النبوۃ ص۱۱۰ ج۲، زرقانی ص۳۹ ج۶، الخصائص الکبریٰ ص۱۵۸ ج۱، فتح الباری ص۱۵۲ ج۱، سیرت مصطفیٰ ص۲۱۱ ج۱

آپ اتریے نوافل پڑھیے...... میں اترا اور میں نے نوافل پڑھے...... پھر اس کے بعد میری سواری آگے چلی...... بتایا گیا...... کہ شعیبؑ جلیل القدر پیغمبر تھے...... لیکن وہ زمین پر اور نیچے رہ گئے...... محبوب! آپ ان سے بھی آگے جا رہے ہیں...... فرمایا جب میں اگلی منزل پہ پہنچا...... تو مجھے جبرئیل امینؑ نے بتایا...... یہ بیت اللحم ہے...... عیسیٰؑ کی ولادت باسعادت کی جگہ ہے...... بہت عظیم جلیل القدر پیغمبر تھے...... روح اللہ تھے...... اللہ نے اس کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا تھا...... لیکن وہ زمین پر رہا نیچے رہے...... آپ اس سے بھی آگے جا رہے ہیں...... کہیں طور یہ نہ کہے...... کہ مجھ پہ کلیمؑ کے قدم آئے ہیں...... میں وہی باعظمت جگہ ہوں...... محبوب! تو بھی قدم دے...... تا کہ یہ طور کو سعادت حاصل ہو جائے...... بیت اللحم یہ نہ کہے...... کہ مجھ پہ عیسیٰؑ (روح اللہ) کے قدم آئے ہیں...... یقیناً بڑی عظمت کی بات ہے...... لیکن مصطفیٰ ﷺ تیرے قدم بھی آ جائیں...... تا کہ اس کی عظمت میں اور اضافہ ہو جائے...... مدین یہ نہ کہے...... شعیبؑ کے قدم مجھ پہ پڑے تھے...... اس میں کوئی شک نہیں...... کہ بڑی عظمت کی بات ہے...... لیکن محبوب ﷺ آپ کے قدم آئیں...... تا کہ اس کی عظمت میں اور بھی اضافہ ہو جائے...... اس کو یہ ناز ہو کہ صرف ایک پیغمبر کا قدم نہیں...... امام الانبیاء کے قدم بھی زمین پر ان حصوں میں آئے ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... سفر میں مَیں موسیٰؑ کی قبر سے گزرا...... تو حضور ﷺ نے فرمایا...... کہ میں نے کلیمؑ کو دیکھا...... وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ...... موسیٰؑ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے......(۱) کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے...... تو حضور ﷺ اوپر تھے...... موسیٰؑ قبر میں تھے...... تو قبر کھلی تھی یا بند تھی......؟ کیسے دیکھا......؟ کیونکہ یہ سارا واقعہ سارا معجزہ تھا...... تو یہاں پر کھڑے ہو کر وہاں کی چیزیں دیکھ لینا...... یہ بھی نبوت کا معجزہ ہے......

---

(۱) زرقانی ص ۸۵ ج ۸ بیروت، الخصائص الکبریٰ ص ۱۵۲ ج ۱، سیرت مصطفیٰ ص ۲۹۲ ج ۱

ایک بات اور ہے...... وہ یہ کہ کیسے دیکھا...... جیسے ان جگہوں کو دیکھا...... جن کو کسی نے نہیں دیکھا...... معراج کی رات کیسے دیکھا؟

حضور ﷺ کا نرالا معجزہ:

حدیث میں آتا ہے...... کہ حضور ﷺ نماز پڑھاتے تھے...... تو ظاہر ہے...... کہ آپ کا رخ کعبے کی طرف ہوتا...... پیچھے اگر کوئی آدمی نماز کے اندر کوئی ایسا عمل کرتا...... جو آداب نماز کے خلاف ہوتا...... حضور ﷺ اُس کو بلا کر کہتے...... کہ تو نے ایسا کیوں کیا......؟ ایک صحابی ؓ نے پوچھا...... محبوب! یہ کیا بات ہے...... آپ تو آگے دیکھ رہے ہوتے ہیں...... فرمایا اللہ نے مجھے اتنی قوت عطا کی ہے...... کہ جیسے سامنے کی چیز کو میں دیکھتا ہوں...... پیچھے کی چیز کو بھی دیکھتا ہوں...... یہ نبوت کی خصوصیت ہے...... یہ خصائص نبوت ہے...... حضور ﷺ کی ایک دوسری خصوصیت...... کہ کلیم قبر میں نماز پڑھ رہے تھے...... کیا کر رہے تھے......؟ نماز مردے پڑھتے ہیں یا زندہ......؟

مسئلہ سمجھ آیا...... کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں...... لیکن ان کی زندگی کا احساس ہم نہیں کر سکتے...... کیسے زندہ ہیں......؟ ہمیں اس بارے میں کوئی پتہ نہیں کہ کیسے زندہ ہیں...... حضور ﷺ نے فرمایا...... میں نے کلیم ؑ کو دیکھا...... ایک بات! دوسری بات یہ ہے...... کہ وہ نماز کونسی تھی......؟ بھائی نماز عمل ہے...... اور اعمال کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے......؟ وہ تو قبر ہے...... آخرت کی منزلیں ہیں...... وہاں پر تو نماز کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... تو وہاں نماز کیوں ہے......؟ تو علماء نے لکھا ہے...... کہ دنیا کی عبادت تکلف کی ہے...... قبر میں نماز تلذذ کی ہے...... سمجھیں! یہاں ہم مکلف ہیں...... اللہ کا حکم ہے نماز پڑھو...... اور جب نماز پڑھنے کا آدمی عادی ہو جائے...... تو وہاں پر لذت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتا ہے...... کہ اسے جو نماز میں سرور آتا ہے...... اور کسی چیز میں نہیں

آتا.....اب وہاں نماز کے بارے میں خدا کا حکم نہیں.....لیکن اس لیے پڑھ رہا ہے.....کہ زندگی بھر مزہ جو آتا رہا اسی لئے پڑھ رہا ہے۔

کسی شیخ نے کہا ہے.....دن میں روزانہ پانچ سو دفعہ درود پڑھا کرو.....اب پانچ سو دفعہ پڑھتے پڑھتے اس کی عادت بن گئی.....اس نے روزانہ ہزار دفعہ پڑھنا شروع کر دیا.....تو کسی نے کہا.....کہ آپ کو تو استاد نے پانچ سو دفعہ پڑھنے کا کہا تھا.....تو کہنے لگا مزہ آتا ہے.....اس لیے ہزار دفعہ بھی پڑھ لیتا ہوں.....اس لیے تلذذ حاصل کرنے کے لیے پڑھتا ہوں.....حضرت موسیٰؑ اسی لئے نماز پڑھ رہے تھے۔

قیامت کے دن اللہ قاری قرآن کو کہے گا.....کہ قرآن پڑھتا جا جنت کے درجوں پہ چڑھتا جا..... بھائی وہاں قرآن پڑھنے کی کیا ضرورت ہے.....خدا کی طرف سے فرض تو نہیں ہے..... یہاں تو فرض ہے..... پڑھنا واجب ہے..... پڑھنا ضروری ہے..... سیکھنا وہاں ضروری نہیں..... وہاں پر ہم لذت حاصل کرنے کے لیے پڑھیں گے..... یہاں پر اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے پڑھتے ہیں۔

سفرِ معراج اور انسانی عقل:

حضور ﷺ فرماتے ہیں.....کہ پھر میری سواری بیت المقدس پہنچی.....اب یہاں دو تین باتیں بڑی عجیب کہہ کر میں اس منزل کو یہاں ختم کرتا ہوں.....اگلے جمعہ سے آسمانوں کی منزلیں شروع کروں گا..... میں اسے بڑا مختصر کروں گا.....اب اس پر ایک دو باتیں نوٹ کریں.....معراج حضور ﷺ کا زمین پر ہوا یا آسمانوں پر بھی.....؟ یہ سوال میں نے پہلے بھی کیا تھا۔

زمین کا تذکرہ کیا.....عرش معلیٰ کا کیوں نہیں کیا.....؟ زمین کا تذکرہ کیا..... سدرۃ المنتہیٰ کا کیوں نہیں کیا.....؟ صرف زمین کا تذکرہ کیوں کیا.....؟ غور سے جواب سمجھنا

......مسئلہ آپ کو سمجھ آجائے گا...... کہ یہ سفر الوکھا تھا...... سفر کیسا تھا...... عقل میں سمانے والا نہیں تھا...... چنانچہ حضور ﷺ جب واپس آئے...... تو حضور ﷺ نے ان لوگوں کو بتایا...... اگر اللہ کے نبی ﷺ یوں فرمادیتے...... کہ رات میں عرش معلی پر گیا تھا...... اہل ایمان نے تو ویسے بھی ماننا تھا...... لیکن دنیا کے مادہ پرست لوگ ہمیشہ کے لیے انکار کردیتے...... کہ عقل مانتی نہیں ہے...... میری بات سمجھ آرہی ہے......؟ عقل مانتی نہیں...... مسجد اقصیٰ کا تذکرہ کرنے سے عقل کو ماننا پڑا کیسے......؟

سفر معراج کو سمجھانے کے لیے ایک مثال:

میں اس پر آپ کو ایک مثال دینا چاہتا ہوں...... وہ ایسے میں ایک دعویٰ کروں سمجھانے کے لیے...... کہ میں رات کوئٹہ گیا تھا...... اور رات ورات واپس آگیا...... یا میں کراچی گیا تھا...... رات ورات میں واپس آگیا...... تو آپ میں اگر کسی نے کراچی دیکھا ہوا ہو...... اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہوا ہوگا...... اور آپ کو یہ بھی پتا ہو...... کہ اس سے پہلے میں کراچی کبھی نہیں گیا...... تو پہلے تو آدمی کہے گا...... کہ عقل نہیں مانتی...... کہ رات میں جائے...... اور رات ورات واپس آجائے...... یہ کوئی بات ہے......؟ اس میں اتنی طاقت کہاں سے آئی......؟ تو جو عقل مند آدمی ہے وہ یہ کہے گا...... اچھا یار اس سے پوچھتے ہیں...... بتاؤ کراچی کے اسٹیشن کتنے ہیں......؟ بتاؤ کینٹ کہاں پر ہے......؟ بتاؤ مزار قائد کس جگہ پر ہے......؟ بتاؤ فلاں علاقے کون سی جگھوں پر ہیں......؟

اُس شہر کے متعلق جو چیزیں ہیں...... آپ ان سے وہ سوالات کریں گے...... اس لیے کہ آپ نے اس شہر کو دیکھا ہوا ہے...... اور اگر میں آپ کو ساری باتیں صحیح بتادوں...... تو پھر تو آپ کو یقین ہو جانا چاہیے...... کہ یہ واقعی دیکھ کے آئے ہوں گے...... اس لیے کہ آپ کو پہلے پتا تھا...... کہ میں نے کراچی نہیں دیکھا...... اور یہ مجھے پتا تھا......

کہ لوگوں نے کراچی دیکھا ہوا ہے...... میں اتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہوں...... اگر کسی نے مجھ سے پوچھ لیا...... تو میں صحیح نہ بتا سکا...... تو جھوٹا ہو جاؤں گا...... اور اگر میں یہ دعویٰ کروں...... کہ میں رات افریقہ گیا تھا...... اور آپ میں سے بھی کسی نے نہیں دیکھا...... تو آپ مجھ سے کوئی سوالات نہیں کر سکتے...... کہ آپ کیسے گئے افریقہ......؟ کیا دیکھ کر آئے......؟ کیسی چیزیں تھیں؟ اس لیے کہ آپ نے دیکھا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک ایک چیز کا صحیح جواب دینا:

اللہ نے مسجد اقصیٰ کا تذکرہ اس لیے کیا...... کہ محبوب! ان کافروں نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہوئی ہے...... آپ اس سے پہلے کبھی نہیں تشریف لے گئے...... قرآن نے کہا...... مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ...... محبوب ﷺ مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تشریف لے گئے...... جب اللہ کے نبی ﷺ مسجد اقصیٰ گئے...... اور واپس آئے...... حضور ﷺ نے صبح کو بتایا...... تو کافروں نے پیغمبر ﷺ سے یہ سوال کیا...... کہ اتنی جلدی آنا جانا عقل سے ماورا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... نہیں میں گیا ہوں...... انہوں نے پوچھا...... اچھا پھر آپ ہمیں بتائیں...... آپ کیسے گئے......؟ آپ وہاں کیا دیکھ کر آئے ہیں......؟ مسجد کا نقشہ کیسا ہے......؟ مسجد کا محل وقوع کیسا ہے...... مسجد کے دروازے کتنے ہیں......؟ مسجد کی کھڑکیاں کتنی ہیں......؟ مسجد کا محراب کیسا ہے...... مسجد کا رخ کس طرف ہے......؟

یہ ساری چیزیں ان لوگوں نے پوچھیں...... اور اللہ کے پیغمبر ﷺ نے ان کو جواب میں ایک ایک چیز صحیح بتائی...... تو کافر ماننے پر مجبور ہو گیا...... کہ واقعی محمد ﷺ رات کے ذرے میں گئے ہونگے ...... واپس تشریف لائے ہونگے...... عقل نہیں مانتی...... لیکن یہ باتیں کہتا صحیح ہے...... اس لیے ہماری عقل مانے یا نہ مانے محمد ﷺ کی صداقت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا...... جب زمین کی بات سچی ہو گئی...... تو نبی ﷺ کی زبان سے آسمانوں کی بات

بھی یہی ہوگی...... میری بات آپ کو سمجھ آ گئی......؟ میں اپنی بات آپ کو سمجھا سکا ہوں......
کہ نہیں......؟

حضور ﷺ کا معراج سے واپسی پر قافلوں سے گزرنا:

بیت المقدس کا تذکرہ اس لیے کیا...... تاکہ آسمانوں کے معراج کی تحقیق ہو جائے...... اگر حضور ﷺ آسمانوں کا تذکرہ کرتے...... تو آسمان تو کسی نے دیکھے نہیں تھے...... حضور ﷺ سے کوئی کیا پوچھتا......؟ بیت المقدس کا تذکرہ کیا تو پوچھنے والوں نے پوچھا...... اور حضور ﷺ نے بتایا...... نتیجہ وہی سامنے آیا۔

چنانچہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے...... کہ حضور ﷺ نے یہاں تک ان کو بتایا...... کہ میں جب جا رہا تھا...... تو تمہارا فلاں قافلہ مجھے فلاں جگہ پر ملا...... دو آدمی ایک اونٹ پر سوار تھے...... جب میری سواری وہاں سے گزری...... تو اس براق کی تیز رفتاری کی وجہ سے ان کا اونٹ بدکا...... اور ایک آدمی گرا...... اور اس کا بازو ٹوٹ گیا...... یہ حضور ﷺ نے بتایا...... جب وہ آئے...... تو اس کا بازو دیکھ لینا...... وہ آیا تو واقعی بازو ٹوٹا ہوا تھا...... اور اس نے بتایا...... کہ کوئی چیز ہمارے ہاں سے گزری...... اور میں ایسے گر پڑا...... اور میرا بازو ٹوٹ گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... کہ ایک قافلہ صبح جس وقت سورج طلوع ہوگا...... مکہ میں داخل ہوگا...... وہ فلاں قافلہ ہے...... جب صبح سورج طلوع ہو رہا تھا...... تو وہ قافلہ آ گیا
حضور ﷺ نے فرمایا...... تمہارا فلاں قافلہ مجھے فلاں منزل پر ملا...... میں وہاں سے گزرا...... تو اس میں فلاں فلاں لوگ تھے...... وہ دوپہر کو آئے گا...... چنانچہ وہ قافلہ دوپہر کو آ گیا......
حضور ﷺ نے فرمایا...... کہ ایک قافلے کو میں فلاں جگہ دیکھ کر آیا ہوں...... وہ آج شام کو سورج غروب ہوتے وقت آئے گا...... تو لوگ باہر بیٹھے ہوئے انتظار میں تھے...... جب

سورج غروب ہوا......ایک نے کہا سورج غروب ہوا قافلہ نہیں آیا......دوسرے نے کہا ......وہ آگیا ہے......تو یہ ساری باتیں سچی ثابت ہوئیں......اس سے مسئلہ سمجھ میں آیا......کہ حضور ﷺ نے خواب نہیں دیکھا تھا......حقیقتاً آنکھوں سے معراج کیا تھا۔

حضرت جبرئیلؑ کا براق باندھ کر امت کو مسئلہ سمجھانا:

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى ......اللہ کہتے ہیں محبوب! ہم آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئے...... یہ پہلی منزل تھی جو اللہ نے عبور کرائی...... جب میں مسجد اقصیٰ پر پہنچا......تو وہاں ایک پتھر تھا......حضور ﷺ فرماتے ہیں جبرئیلؑ نے اپنی انگلی سے اس میں سوراخ کیا...... کہتے ہیں اس میں سوراخ پہلے سے موجود تھا......اور وہاں پر جتنے انبیاء علیہم السلام تھے......ان کی سواریاں باندھی جاتی تھیں......حضور ﷺ فرماتے ہیں...... جبرئیلؑ نے اس پتھر کے ساتھ سواری کو باندھ دیا...... براق کو باندھنے میں امت کو مسئلہ سمجھ آیا......؟ کہ جناب آپ جمعہ پڑھنے آئے کس چیز پر آئے ہو......؟ انہوں نے کہا جی سائیکل پر آیا ہوں......کہاں ہے......؟ باہر کھڑا ہے......لاک کیا ہے...... ؟ نہیں جی اللہ کے سہارے پر کھڑا کیا ہے......تو فرمایا یوں نہ کہا کرو...... پہلے لاک کرو ......پھر کہو اللہ کے سہارے پر کھڑا کیا ہے...... آپ کس چیز پر آئے......؟ جی میں کار پر آیا ہوں......کہاں ہے......؟ جی گاڑی باہر کھڑی ہے...... جناب آپ نے اسے محفوظ کیا ہے......؟ لاک کیا ہے......؟ تالا لگایا ہے......؟ انہوں نے کہا نہیں اللہ کے سہارے پر چھوڑ کر آیا ہوں......فرمایا یوں نہ کیا کرو اللہ کا سہارا بہت بڑی چیز ہے......لیکن اپنے حفاظتی انتظام پورے کرنے کے بعد کہو کہ اے اللہ جو میں کرسکتا تھا وہ تو میں نے کیا اب تیرے حوالے ہے حالانکہ یہ نورانی براق پیغمبر ﷺ کی خدمت کے لیے آیا تھا......(۱)

---

(۱) زرقانی ص۳ ۱ ج۸ بیروت، سیرت حلبیہ ص۸۳؛ ج۲

اس نے بھاگ نہیں جانا تھا...... جبرئیلؑ نے باندھا اس لیے تا کہ امت کو مسئلہ سمجھ آئے...... کہ اپنی سواری کی حفاظت خود کیا کرو دوسروں کے سہارے پر نہ ڈالا کرو۔

جمعہ کی نماز کے بعد کچھ لوگ کبھی کبھی آ کے کہتے ہیں...... کہ جوتی چوری ہوگئی...... تو مولوی صاحب نے یہاں نگرانی کرنی تھی......؟ بھائی وہ جو چوری ہوگئی آپ کی چیز تھی، آپ اسے سامنے رکھتے...... آپ کی چیز تھی آپ اس کو اندر لے آتے...... آپ خود اس کی حفاظت کرتے۔

یہ معراج نے مسئلے سمجھائے ہیں...... معراج نے بتایا...... کہ اپنی چیز کی حفاظت خود کیا کرو...... اللہ کے نبی ﷺ اس دروازے سے بیت المقدس کے اندر داخل ہوئے کتابوں میں لکھا ہے...... کہ اس دروازے کا نام تھا ''باب محمد'' حضور ﷺ کے نام کی نسبت سے وہ دروازہ ہے...... جس سے محمد رسول اللہ ﷺ داخل ہوں گے۔

سفر معراج کی تصدیق چوکیدار بیت المقدس کی زبانی:

روم کا ایک بادشاہ تھا...... حضرت ابوسفیان یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے...... یہ وہاں اس رومی بادشاہ کے پاس گئے ہوئے تھے...... ادھر سے صحابہؓ بھی پہنچے...... بڑی لمبی داستان ہے...... وہ قصہ میں نہیں سنانا چاہتا...... آپ کو اختلاف ہو گیا تھوڑا سا تو بادشاہ نے پوچھا...... کہ یہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے...... جس کے یہ صحابہ آئے ہوئے ہیں ...... یہ کیسا آدمی ہے......؟

حضرت ابوسفیان سے وہاں سوال و جواب کا بہت سارا مکالمہ اچھا خاصہ ہوا...... جو بات بادشاہ پوچھتا گیا حضرت ابوسفیان نے نہایت دیانت داری اور صداقت اور شرافت سے ساری باتیں صحیح بتائیں ...... کہ اس پیغمبر ﷺ میں یہ خوبی ہے...... یہ خوبی ہے...... حضرت ابوسفیان کہتے ہیں...... کہ حضور ﷺ پر تنقید کرنے کا مجھے کوئی موقع نہ

ملا......حالانکہ اس وقت تو میں کافر تھا...... اُس وقت ہم گئے تھے ......کہ اس بادشاہ کو روکیں......کہ مسلمانوں کے ساتھ رواداری نہ برتے......لیکن مجھے موقع نہ ملا......کہ میں اُن کے خلاف کوئی بات کہوں......صرف ایک بات کہی......اس کو سمجھئے وہ یہ کہی......کہ باقی ساری باتیں اُس کی ٹھیک ہیں......لیکن وہ یہ کہتا ہے ......میں رات ورات بیت المقدس بھی گیا......آسمانوں پر بھی گیا...... یہ ساری ہماری عقل نہیں مانتی ......یہ حضرت ابو سفیان نے کہا......کہ وہاں بادشاہ کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا......وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا......اُس نے کہا یہ واقعہ کب کا ہے......؟ کہا یہ واقعہ فلاں موقع کا ہے......اُس نے کہا میں بیت المقدس کا چوکیدار ہوں......دروازے بند کرتا ہوں......جس رات کی بات آپ کر رہے ہیں......اُس رات کو جب میں نے بیت المقدس کے دروازے بند کیے......تو ایک دروازہ ایسا بھی تھا...... جب میں اس کو بند کرنے کے لیے گیا......تو دروازہ مجھ سے نہ ہلا...... میں بڑا پریشان ہوا......کہ یہ کیوں نہیں بند ہوتا......؟ میں نے اور لوگوں کو جمع کیا......تو میرے پاس لوگ بھی آئے......انہوں نے آ کر ہلایا......دروازہ پھر بھی نہ ہلا...... چنانچہ میں مستری کو بلا کر آیا......انہوں نے آ کر اس دروازے کو دیکھا......دیکھنے کے بعد اُس نے کہا......ایسے محسوس ہوتا ہے......کہ اس دیوار اور چھت کا وزن دروازے پر آ گیا ہے......اب رات کو تو کچھ نہیں ہو سکتا......صبح اس کو دیکھیں گے یہ لوگ واپس چلے گئے ......صبح جس وقت میں آیا ......تو مسجد انوارات اور تجلیات سے بھری ہوئی تھی......خوشبو مہک رہی تھی ......میں نے دروازے کو ہاتھ لگایا......دروازہ بالکل ٹھیک تھا......خود بخود بند ہو گیا تمہاری اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے واقعی اس رات وہ محمد ﷺ آیا ہو گا جس کے استقبال میں آسمانوں کی طرف سے حکم تھا کہ دروازہ بھی رات کو کھلا رہا......(۱) یہ سارے واقعات اس بات کی نشاندہی ہیں

---

(۱) سیرت حلبیہ ص ۴۸۳ ج ۲، معارف القرآن ص ۴۴۱ ج ۵

کہ حضور ﷺ اس جسم کے ساتھ معراج پر گئے...... خواب نہیں تھا...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جب میں اس دروازے کے اندر داخل ہوا...... تو جتنے انبیاء آئے تھے...... وہ اور دروازوں سے آئے...... باب محمد سے صرف محمد ﷺ ہی داخل ہوئے...... اس سے ایک مسئلہ اور سمجھ آیا...... کہ بعض مقامات پر آپ دیکھتے ہوں گے...... کہ عوامی دروازے اور ہوتے ہیں...... اور امام کا دروازہ علیحدہ ہوتا ہے...... امام صاحب اِدھر سے آئیں...... علیحدہ مسجد میں آئیں...... اپنا خطبہ دیں...... جمعہ پڑھائیں...... نماز پڑھائیں...... اور وہاں سے علیحدہ چلے جائیں...... تو اگر کسی جگہ ایسا اہتمام ہو...... تو یہ خلاف شرع نہیں...... اس لیے کہ بیت المقدس میں داخل ہونے کے لیے جو رسول اللہ ﷺ کا دروازہ تھا...... ایسا دروازہ کسی کا نہیں تھا...... خاص دروازے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جب میں اندر گیا...... تو جبرئیلؑ نے دروازہ بند کر دیا...... کیوں؟ اس میں بھی ایک حکمت تھی...... مسئلہ سمجھانا مقصود تھا...... وہ یہ تھا...... کہ دروازے کو اس لیے بند کیا جا رہا ہے...... تا کہ کوئی قادیانی کوئی کانا اندر نہ داخل ہو...... اس سے پہلے جتنے ہیں...... سارے نبی ہیں...... آپ آخری داخل ہوئے ہیں...... آپ پہ نبوت کا دروازہ بند ہے...... یہ دروازہ باب محمد، محمد کے نام والا دروازہ اس لیے بند کر رہے ہیں کہ آپ پہ نبوت ختم ہے...... آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا...... آخر میں آئے...... (۱) دروازہ بند ہوا...... سب سے آخر میں آئے...... کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں...... محبوب......! مصلے پر آپ سب سے آگے جائیں گے...... کہ آپ امام الانبیاء ہیں۔

حضور ﷺ کا مسجد اقصیٰ میں جاتے ہی مصروف ہو جانا:

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جب میں اندر چلا گیا...... تو میں نے دیکھا......

(۱) زرقانی ص۱۱۲ ج۸

کہ بہت بڑی جماعت ہے...... بڑے حسین اور خوبصورت چہرے ہیں...... جبرئیل نے فرمایا...... کہ اے اللہ کے نبی...... یہ انبیاء کی جماعت ہے...... میں نے سب کو دیکھا کہ وہ اپنی عبادت میں مصروف تھے...... اس سے بھی ایک مسئلہ سمجھ میں آیا...... کہ اگر آپ کسی جگہ عبادت کی نیت سے جائیں...... ذکر اذکار کے لیے جائیں...... وعظ ونصیحت سننے کے لیے جائیں...... تو جاتے ہی پہلے وہ کام کیا کریں...... اپنے اور کام نہ کیا کریں۔ حضور ﷺ بھی جاتے ہی عبادت میں مصروف ہو گئے...... انبیاء بھی عبادت میں مصروف تھے...... نماز باجماعت کا اہتمام ہوا...... اس کے بعد نبیوں سے ملاقات بھی ہوئی...... اس کے بعد ایک دوسرے سے تعارف بھی ہوا...... کہ یہ تعارف اور ملاقاتیں پہلے جا کے نہ شروع کیا کریں...... کہ اصل مقصد ہی فوت ہو جائے...... پہلے جس مقصد کے لیے آدمی جائے وہ کام کرے...... باقی تعلقات، بات چیت اور معاملات بعد میں ہوں...... اس لیے حاجی جب حج پر جایا کریں...... تو پہلے حج کیا کریں...... یہ خرید وفروخت پہلے جاتے ہی نہ شروع کر لیا کریں...... یہ باتیں ساری بعد میں ہونی چاہئیں...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جس وقت میں اندر گیا...... تو میں نے اندر جا کے نوافل پڑھے۔

بیت المقدس میں حضور ﷺ کی امامت:

میرے دل میں ایک خیال آیا......(۱) کہ یہ انبیاء سارے موجود ہیں...... شاید کوئی نماز ہو...... اور ان میں کوئی امامت کرائے...... یہ کن کے دل میں خیال آیا......؟ (حضور ﷺ کے دل میں)

اور اس کا اظہار حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے...... مسلم شریف کی روایت میں ہے...... ہمارے

---

(۱) صحیح مسلم ص ۹۵ ج ۱، زاد المعاد ص ۳۹۰ ج ۲ بیروت، زرقانی ص ۱۰۶ ج ۸

جو جاہل ملاں تقریر کرتے ہیں...... جن بے چاروں کے پاس علم نہیں ہوتا...... وہ پھر اپنے خطابت کے جوبن اور ذوق میں کہتے ہیں

- آدمؑ سوچتے تھے میں آدم صفی اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- نوحؑ کہتا تھا میں نجی اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- ابراہیمؑ سوچتے تھے میں خلیل اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- عیسیٰؑ سوچتے تھے میں روح اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- یوسفؑ سوچتے تھے میں صدیق اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا

فلاں نبی سوچتا تھا...... کہ آج میں امام بنوں گا...... میں کہتا ہوں...... کہ نبیوں پہ جھوٹ نہ بولو...... بقول اُن لوگوں کے کہ نبی سوچتے تھے...... وہ سوچتے تھے...... تو تمہیں کس نے بتایا؟ ایک آدمی سوچ رہا ہے...... اور بتا نہیں رہا...... تو آپ کو کس نے بتا دیا......؟ وہ یہ سوچتے تھے...... اور یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے...... کہ جس کی کوئی حد نہیں...... اس لیے کہ ایک لاکھ انبیاء علیہم السلام اپنی امامتیں کرانے نہیں آئے...... بلکہ مصطفیٰ کی امامت میں نماز پڑھنے کے لیے آئے تھے...... اللہ نے اُن کو جمع ہی اس لیے کیا تھا...... وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ...... اے نبیو، رسولو......! میں تمہیں بھیج رہا ہوں...... سب سے آخر میں اپنا محبوب بھیجوں گا...... اُس کے سر پہ ختم نبوت کا تاج رکھوں گا...... آج اللہ نے اُس وعدے کو پورا کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں جمع کیا...... محبوب ﷺ کو بھیجا...... ہر نبی کو پتا تھا...... امامت محمد ﷺ نے کرنی تھی...... ہم ان کے مقتدی بنیں گے...... ہم امام بننے کے لیے نہیں آئے...... کوئی نبی یہ نہیں سوچ رہا تھا...... کہ میں امامت کراؤں گا۔ اگر کوئی پیغمبر سوچے...... تو اُس کی نبوت پہ حرج آجائے...... یہاں حضرت درخواستی آئیں...... اور یہ سب کو پتا ہو...... کہ آج انہوں نے یہاں خطبہ جمعہ دینا ہے...... اب میں

جو جاہل ملاں تقریر کرتے ہیں......جن بے چاروں کے پاس علم نہیں ہوتا......وہ پھر اپنے خطابت کے جوبن اور ذوق میں کہتے ہیں

- آدمؑ سوچتے تھے میں آدم صفی اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- نوحؑ کہتا تھا میں نجی اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- ابراہیمؑ سوچتے تھے میں خلیل اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- عیسیٰؑ سوچتے تھے میں روح اللہ ہوں...... میں امامت کراؤں گا
- یوسفؑ سوچتے تھے میں صدیق اللہ ہوں......میں امامت کراؤں گا

فلاں نبی سوچتا تھا......کہ آج میں امام بنوں گا......میں کہتا ہوں......کہ نبیوں پہ جھوٹ نہ بولو......بقول اُن لوگوں کے کہ نبی سوچتے تھے......وہ سوچتے تھے......تو تمہیں کس نے بتایا؟ ایک آدمی سوچ رہا ہے......اور بتا نہیں رہا......تو آپ کو کس نے بتا دیا......؟ وہ یہ سوچتے تھے......اور یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے......کہ جس کی کوئی حد نہیں......اس لیے کہ ایک لاکھ انبیاء علیہم السلام اپنی امامتیں کرانے نہیں آئے...... بلکہ مصطفیٰ کی امامت میں نماز پڑھنے کے لیے آئے تھے......اللہ نے اُن کو جمع ہی اس لیے کیا تھا......وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ......اے نبیو، رسولو......! میں تمہیں بھیج رہا ہوں......سب سے آخر میں اپنا محبوب بھیجوں گا......اُس کے سر پہ ختم نبوت کا تاج رکھوں گا......آج اللہ نے اُس وعدے کو پورا کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں جمع کیا......محبوب ﷺ کو بھیجا......ہر نبی کو پتا تھا......امامت محمد ﷺ نے کرنی تھی......ہم ان کے مقتدی بنیں گے......ہم امام بننے کے لیے نہیں آئے......کوئی نبی یہ نہیں سوچ رہا تھا......کہ میں امامت کراؤں گا۔اگر کوئی پیغمبر سوچے......تو اُس کی نبوت پہ حرج آجائے...... یہاں حضرت درخواستی آئیں......اور یہ سب کو پتا ہو......کہ آج انہوں نے یہاں خطبہ جمعہ دینا ہے......اب میں

سوچوں کہ شاید نماز میں پڑھاؤں گا...... تو میری یہ بے وقوفی ہے...... کہ میں آیا اُنکے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے ہوں...... میں کیسے سوچ سکتا ہوں...... کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام آئے محبوب ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تھے...... اُنہوں نے کچھ نہیں سوچا۔

بیت المقدس میں جبرائیل کے آذان دینے میں حکمت:

ایک بات اس پر اور بھی یاد کریں...... ایک کتاب ہے اُس میں لکھا ہے ......وہاں بیت المقدس میں آذان ہوئی...... آذان جبرئیلؑ نے دی...... یہاں اور بھی مسئلہ یاد کرلیں...... حضور ﷺ نے زندگی میں کبھی بھی آذان نہیں دی...... کیوں نہیں دی......؟ آذان میں ہے......حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ......حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ......آؤ نماز کی طرف...... آؤ کامیابی کی طرف......اور اللہ کے نبی ﷺ آذان میں یہ کہیں......اور کوئی امتی نماز پہ نہ جائے......تو کافر ہو جائے گا...... بلال! تو اذان میں کہہ......اگر یہ نہیں آئیں گے...... تمہارے کہنے کی وجہ سے نہ آئیں...... فاسق ہو جائیں گے......کافر تو نہیں بنیں گے...... میں محمد ﷺ ان کو کفر سے نکال کر اسلام میں لانا چاہتا ہوں...... نبی ﷺ کو امت کا احساس تھا

کلمہ اور اذان میں محمد ﷺ کا نام:

اس لیے پیغمبر ﷺ نے کبھی اذان نہیں دی...... جبرئیلؑ نے آذان دی......اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ...... اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ...... اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ......اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ......سارے کہو جبرئیلؑ، یہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کھڑے ہیں ......کسی کا نام نہیں لیتے......فرمایا نہیں......آج یہ سارے کے سارے اس کی نبوت کا اقرار کریں گے......اس لئے ان سب کو اللہ نے جمع کیا ہے......تا کہ قیامت تک کی انسانیت کو پتا چل جائے...... کہ اب کلمے میں بھی محمد کا نام ہوگا......آذان میں بھی محمد کا نام ہوگا۔

معراج نے مسئلہ سمجھایا ہے......جو خدا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی موجودگی میں محمد رسول اللہ ﷺ کی آذان میں سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کسی نبی کا نام خدا برداشت نہیں کرتا......وہ خدا قیامت تک آذان میں علی کا نام بھی برداشت نہیں کرتا......آذان وہی جو بیت المقدس میں دی گئی......جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام نہیں آیا......تو قیامت تک اس آذان میں اور بھی کسی کا نام نہیں آئے گا......مسئلہ سمجھ میں آیا ہے......؟

صفیں بن گئیں......حضور ﷺ فرماتے ہیں......کہ جب صفیں ترتیب سے بن گئیں......تو جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا محبوب ﷺ آگے بڑھیے......آپ ﷺ ان تمام انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے امام ہیں۔حضور ﷺ فرماتے ہیں......کہ میں امامت کے لیے آگے آیا۔(۱)

مصطفیٰ ﷺ موجودگی میں امامت:

مصلے پر حضور ﷺ نے نماز پڑھائی......اور انبیاء علیہم السلام نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی......تو اس نے بھی ایک اور مسئلہ سمجھا دیا......میں نے بتایا......کہ معراج میں مسائل ہیں......معراج کوئی قصہ نہیں......کوئی کہانی نہیں......معراج کا ایک ایک لفظ،ایک ایک مسئلہ بیان کرتا ہے......کیا مسئلہ سمجھ آیا......؟ کہ محبوب ﷺ جہاں آپ ہوں......وہاں امام آپ ہی ہوں گے......اور امام کوئی نہیں ہو سکتا۔

مصطفیٰ ﷺ جہاں موجود وہاں امامت رسول اللہ ﷺ کی ہوگی......اور کسی کی نہیں ہوگی......آپ ﷺ مکے میں تھے۔

---

(۱) سیرت حلبیہ ص ۴۹۰ ج ۲

تو امام خود تھے...... آپ ﷺ مدینے میں تھے...... تو امام خود تھے...... آج آپ ﷺ بیت المقدس میں ہیں...... تو امام خود ہیں...... آپ ﷺ بیت المعمور میں پہنچے...... تو فرشتے مقتدی تھے...... امام محمد رسول اللہ ﷺ تھے...... مسئلہ سمجھایا گیا...... جہاں مصطفیٰ ﷺ ہوں...... وہاں امامت کوئی نہیں کراسکتا...... اگر یہ عقیدہ ہو...... کہ اگر حضور ﷺ میرے اور آپ کے پاس بھی یہاں موجود ہیں...... مولوی صاحب مصلے پر کھڑا ہو جائے...... یہ شان نبوت میں توہین ہوگی...... جہاں مصطفیٰ ﷺ ہوں...... امام خود ہوں گے۔

حضور ﷺ حجرے میں تھے...... ابوبکر مصلے پر تھے...... جب حضور ﷺ حجرے سے باہر آئے...... تو صدیق ؓ پیچھے ہٹے...... اللہ کے محبوب ﷺ مصلے پر آئے۔ صدیق ؓ کو کہا اپنی جگہ پر ٹھہر......! صدیق ؓ وہاں رکے رہے...... حضور ﷺ نے امامت ابوبکر ؓ کی کرائی...... ابوبکر ؓ نے امت کی امامت کی...... لیکن ابوبکر ؓ نبی کے تابع رہا...... خود امام نہیں بنا...... اس لیے کہ جب محمد رسول اللہ ﷺ خود موجود ہوں...... تو امام محمد ﷺ خود ہوں گے...... مسئلہ سمجھ آیا؟

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا نماز میں فاتحہ نہ پڑھنا:

ایک مسئلہ اور بھی سمجھ آیا...... کہ حضور ﷺ نے فرمایا...... لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ...... جو شخص الحمد نہ پڑھے...... اس کی نماز نہیں ہوتی...... جو الحمد نہ پڑھے...... تو اس کی نماز سارے کہہ دو نہیں ہوتی...... یہ حدیث ہے...... اور حدیث پر ہمارا ایمان ہے...... تو جب حضور ﷺ معراج پر گئے...... اُس وقت الحمد اتر چکی تھی...... اور یہ ذہن میں رکھو...... کہ الحمد قرآن ہے...... ایک ملک میں ایسا فتنہ پھیلا ہوا ہے...... جو کہتے ہیں الحمد قرآن نہیں...... جو سورۃ فاتحہ کو قرآن نہ مانے...... وہ قرآن کی پوری سورۃ کا منکر ہے...... اور یہ وہ قرآن ہے جس کو اللہ نے قرآن کہا ہے۔

توجہ کرنا...... حضور ﷺ مصلے پر آئے...... امام الانبیاء نے نماز پڑھائی...... سب سے پہلی سورت اقرأ اُتری تھی...... دوسرے نمبر پر سورت مزمل کی ابتدائی آیتیں اتریں...... تیسرے نمبر پر سورت مدثر کی ابتدائی آیتیں اتریں...... چوتھے نمبر پر سورت القلم کی ابتدائی آیتیں اتریں...... اور پانچویں نمبر پر پہلی مکمل سورت فاتحہ اُتری ہے...... اللہ کے نبی ﷺ پہ فاتحہ اتر چکی تھی...... اس لیے حضور ﷺ نے جب نماز پڑھائی...... تو حضور ﷺ نے فرمایا الحمد کے بغیر نماز نہیں ہوتی...... تو ہمارا عقیدہ ہے...... کہ حضور ﷺ نے الحمد پڑھی تھی...... کیونکہ حضور ﷺ نے خود فیصلہ فرمایا تھا...... کہ الحمد کے بغیر نماز نہیں ہوتی...... اب ایک مسئلہ اور بتاؤ...... الحمد قرآن ہے کہ نہیں......؟ قرآن کس پر اُترا......؟ موسیٰ پر یا حضور ﷺ پر......؟ (حضور ﷺ پر) حضور ﷺ سے پہلے کسی نبی کو ملا......؟ الحمد حضور ﷺ سے پہلے کسی نبی کو ملی......؟ تو یہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی پیچھے کھڑے تھے...... ان میں سے الحمد کسی نے پڑھی...... نہ سیکھی...... نہ یاد کی...... معراج نے مسئلہ بتایا...... کہ لوگو اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی نماز امام الانبیاء ﷺ کے پیچھے سورت فاتحہ کے پڑھے بغیر ہو جاتی ہے...... تو قیامت تک جو شخص امام کے پیچھے آمین کہہ رہا ہے...... کھڑا ہوا ہے...... امام کی قرأت پر اعتماد کر کے ابوحنیفہ کا مقلد اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے...... آپ مجھ سے بحث کریں...... مولوی تو نے کیوں نہیں پڑھی......؟ آپ قاری صاحب کو کہیں آپ نے کیوں نہیں پڑھی......؟ یہ کہہ دینا...... مفتی بن کے فتویٰ لگا دینا کہ جو فاتحہ نہیں پڑھتا...... اُسکی نماز نہیں ہوتی...... جو نہیں پڑھتا...... اس کی نہیں ہوتی...... یہ فتویٰ سوچ کے لگایا کرو...... کہیں تمہارا فتویٰ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں پر نہ لگ جائے...... ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے فاتحہ نہیں پڑھی...... اُن کی نماز کیوں ہوگئی......؟ جب حضور ﷺ نے فرمایا...... فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی...... تو اُن کی ہو کیوں گئی......؟ یہ بھی حضور ﷺ نے بتا دیا فرمایا...... مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ...... جب کسی کا کوئی امام ہو...... بشرطیکہ امام کو مانتا ہو...... نہ

اپنا امام بنائے......امام ہو اور جس کا امام نہیں......اُس سے ہماری بحث نہیں......فرمایا جس کا امام ہو......امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے......(۱) محمد ﷺ امام تھے......جب انہوں نے پڑھی......تو مقتدیوں کی ہوگئی۔

اے اللہ......! اس سارے مجمع کو حج کرا......اے اللہ اس سارے مجمع کے حال پر رحمتیں نازل فرما......ان سب کے گناہوں کو معاف فرما...... بھائی یہ دعا میں نے مانگی......یا آپ نے مانگی......؟ آپ کی ہوئی کیوں......؟ بھائی دعا میں نے کی......آپ نے جو کہا......آمین، آپ میری دعا میں شامل ہو جاتے ہیں......امام الانبیاء ﷺ نے بتایا......

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ . صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ.

مقتدی نے کہا آمین ...... تو ان کی بھی ہوگئی...... میری بات سمجھ آگئی......؟ معراج پہ ایک مسئلہ اور یاد کرلو......بس اب تقریر ختم کرتا ہوں باقی باتیں اگلے جمعہ ہونگی......وہ یہ ہے......کہ حضور ﷺ آئے جبرئیل ؑ نے ہاتھ پکڑ کر مصلی دیا......کس نے دیا......؟ (جبرائیل نے)

ایک مصلیٰ یہ ہے......کہ جو جبرئیل ؑ دے رہا ہے......ایک مصلیٰ شب وصال کا وہ ہے......کہ جو امام الانبیاء ﷺ ابوبکر ؓ کو دے رہے ہیں

یہاں نماز ایک ہے......وہاں نمازیں سترہ ہیں......یہ نماز وقتی ہے......وہ نمازیں ابدی ہیں یہ نماز نفلی ہے......وہ نمازیں فرضی ہیں......یہاں پر ہاتھ پکڑنے والا جبرئیل ہے۔

---

(۱) مسند احمد بن منیع بحوالہ فتح القدیر ص ۲۹۵ ج ۱، اتحاف الخیر بزوائد المسانید العشرۃ ص ۳۴۳ ج ۲ للامام البوصیری وقال صحیح علی شرط الشیخین عن عبد اللہ بن شداد ص ۳۴۳ ج ۲، مؤطا امام محمد عن جابر ص ۹۴، کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۰۲، روح المعانی ص ۱۳۴ ج ۹، مسند احمد ص ۳۳۹ ج ۳ عن ابی الزبیر، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۱، مؤطا امام محمد عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد ص ۹۸

یہاں پر ہاتھ پکڑنے والا جبرئیل ہے...... مصلے پر جس کو کھڑا کیا جارہا ہے وہ امام الانبیاء ہیں...... جس کو سید الملائکہ نے کھڑا کیا...... وہ سید الانبیاء بنے...... وہاں پر سید الانبیاء نے ہاتھ پکڑا...... ابوبکرؓ کو مصلے پر کھڑا کیا...... وہ سید الصحابہ بنے...... ارے جس کو مصلے جبرئیل نے دیا ہے...... ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی نے انکار نہیں کیا...... جس کو مصلے محمد کریم ﷺ نے دیا ہے...... علیؓ سمیت ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ میں سے بھی انکار کسی نے نہیں کیا...... یہ مصلے بھی برحق...... وہ مصلے بھی برحق...... یہاں کی امامت بھی برحق...... وہاں کی امامت بھی برحق...... یہاں ایک نماز تھی...... وہاں سترہ نمازیں تھیں ...... مسئلہ سمجھایا گیا...... یہ اس کو آگے کر دیا...... کہ امام الانبیاء کی موجودگی میں ساری نمازیں پڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حکایاتِ معراج النبی ﷺ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ...... ٥ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ...... سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ ٥ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ٥ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاہِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ ٥وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

آقا تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا　　میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

تمہید:

قابلِ صد اعزاز و تکریم...... بزرگو...... دوستو اور بھائیو......!

دروازے بند کر دیے...... تالے لگا دیے جائیں ...... اور اُن کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ......سب کچھ سجا دیا گیا......اور سجانے کے بعد خدا نے دروازے بند کر کے کہا ......کہ جس وقت محبوب ﷺ تشریف لائیں جبرئیل ؑ ساتھ آئے...... پوچھنا ساتھ کون ہے......اگر کہے جبرئیل ؑ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں......تو دروازہ کھولنا......اگر اکیلا جبرئیل آئے......تو یہ درواہ نہ کھولنا......کہ آج کی رات کو سجایا ہی محبوب ﷺ کے لیے ہے ......اس لیے عقل اور فطرت کا تقاضیٰ تھا......کہ آسمانوں کا دروازہ بند ہوتا......اللہ کے محبوب ﷺ کا پہلا قدم وہاں

آنا چاہیے...... چنانچہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ میں جب وہاں پہنچا ...... تو فرشتوں نے میرا استقبال کیا...... حضرت آدمؑ کی میں نے زیارت کی...... تو حضرت آدمؑ وہاں پر تشریف فرما تھے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں ...... کہ مجھے جبرئیلؑ نے کہا...... فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ......(۱)ان کو سلام کیجئے...... یہ آپ کے ابا آدمؑ ہیں ...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ میں نے آدمؑ کو سلام کیا...... حضرت آدمؑ نے سلام کا جواب دیا...... میں نے کہا ...... فَـــرَدَّ السَّلَامَ...... ابا جان سلام قبول ہو...... فرمایا ...... مَرْحَباً بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ...... اللہ کے نیک نبی ﷺ میرے نیک بیٹے ...... !نیک فرزند تجھ پہ سلام ہو

شب معراج کے رہبر:

گویا کہ آقا ﷺ نے سلام کیا ...... آدمؑ نے بھی سلام کا جواب دیا...... اس سلام اور جواب سے تین چار مسئلے سمجھ میں آتے ہیں ...... جو میں مسائل آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں ...... اُن مسائل پر غور کریں...... سب سے پہلا مسئلہ یہ سمجھ میں آیا...... کہ جس وقت آدمی کہیں پر جائے...... تو دروازہ کھٹکھٹائے ...... دروازہ کھٹکھٹانا...... یہ رہبر کا کام ہوتا ہے...... امیر یا متکلم کا نہیں ...... یہ جماعتیں چلتی ہیں...... ایک جگہ سے دوسری جگہ جب یہ گشت کرنے کے لیے جاتے ہیں...... تو جماعت میں ایک شخص رہبر ہوتا ہے...... جو سب سے پہلے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے...... تو اس سفر کے رہبر جبرئیل امین تھے ...... اور اس سفر میں کارواں محمد رسول اللہ ﷺ تھے...... تو دروازہ حضور ﷺ نے نہیں کھٹکھٹایا ...... مسئلہ سمجھایا گیا ...... کہ دروازہ کھٹکھٹانا رہبر کا کام ہے...... جماعت کے امیر کا نہیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۵۲۷ ج ۲، زرقانی ص ۳۰ ج ۸

اور جب دروازہ کھٹکھٹائے ......تو کوئی پوچھے کون......؟ تو جواب میں مَیں ہوں نہیں کہنا چاہیے ......میں یہ کوئی جواب نہیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے کہا......اَنَا جِبرَئِیلُ......میں جبرئیلؑ ہوں......یہ نہیں کہا مَیں ہوں......بلکہ نام بتایا ......کہ جبرئیل ہوں......مسئلہ کیا سمجھ میں آیا......کہ اپنا نام بتایا کرو......میں فلاں آدمی کھڑا ہوں......حدیث پاک میں آتا ہے......حضور ﷺ کے گھر ایک دفعہ ایک شخص آیا......مشکوٰۃ شریف میں غالباً روایت ہے......اس نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا ......تو حضور ﷺ نے پوچھا (مَنْ) کون......؟ تو اس نے کہا......اَنـــا......میں......حضور ﷺ نے فرمایا......مَا اَنَا اَنَا یہ "اَنَا اَنَا" "میں میں" کیا ہوتا ہے......؟ اپنا نام بتاؤ......کہو میں فلاں آدمی آپ کے دروازے پر آیا ہوں......اَنَا کہنے کا کیا مطلب......؟(۱)

واقعہ معراج امت کے مسائل کا حل:

ایک بات دوسری یہ ہے......کہ اگر وہ یہ بھی پوچھ لیں "ساتھ بھی کوئی ہے" تو بات کھل کے کہنی چاہیے ......کہ میرے ساتھ فلاں آدمی آیا ہے......یہ نہیں کہنا چاہیے نہیں میں اکیلا ہوں......تاکہ جھوٹ نہ ہو جائے......جبرئیلؑ نے کہا......کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں ......

ایک بات ایک مسئلہ اس سے اور بھی سمجھ آیا ہے...... یہ معراج قصہ نہیں ...... معراج امت کے مسائل کا حل ہے......اس لیے معراج سے مسئلے ملتے ہیں۔

ایک مسئلہ اور بھی یہ سمجھ آیا......کہ جس وقت کوئی آدمی دروازہ کھٹکھٹائے فوراً جا کر دروازہ مت کھول دیا کرو ...... پوچھا کرو ......کون ہے ......؟ میری بات سمجھ آ رہی ہے ؟

---

(۱) مشکوۃ ص ۴۰۰ ج ۱، عن جابر رواہ البخاری و مسلم

بھائی یہاں تو گولی چلنے کا خطرہ ہے...... آسمانوں پر تو کوئی خطرہ نہیں...... لیکن انہوں نے پوچھا کون......؟ تو جبرئیل نے کہا...... میں جبرئیل ہوں ...... اس سے مسئلہ سمجھ میں آیا...... کہ جب آپ کے پاس کوئی آدمی ملنے کے لیے آئے ...... آکر وہ دروازہ کھٹکھٹائے...... تو آپ فوراً دروازہ نہ کھولا کریں...... پہلے پوچھا کریں کون ہے......؟ اگر وہ آدمی اس قابل ہے...... کہ آپ اس سے ملاقات کریں...... وہ آپ کے پاس آجائے...... تو دروازہ کھولیں...... اگر کوئی غیر ہے...... تو آپ فوراً دروازہ نہ کھولیں...... کہیں ایسا نہ ہو...... کہ کوئی آپ کا دشمن ہو...... جس سے آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے...... اللہ کے نبی ﷺ کی شریعت بتاتی ہے...... کہ آپ کو ہم نقصان دینا نہیں پسند کرتے...... اس لیے معراج نے مسئلہ بتایا...... کہ دروازہ کھٹکھٹانا بھی سنت ہے...... سوال کرنا بھی سنت ہے...... کہ کون ساتھ آیا ہے...... جواب میں اپنا نام بتانا چاہیے...... اور دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے ایک رہبر ہو جو آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا کرے...... جس کا وہ راستہ دیکھا بھالا ہو...... عام آدمی کو کسی کا دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہوتی...... معراج نے مسئلے بیان کیے۔

جبرئیلؑ کا ہر ایک سے تعارف کرانا:

حضور ﷺ فرماتے ہیں جب میں آدمؑ سے ملا...... تو میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں...... کہ بھائی درجے کے لحاظ سے، عظمت کے لحاظ سے، مرتبے کے لحاظ سے حضرت آدمؑ کا درجہ زیادہ ہے...... یا حضور ﷺ کا......؟ (سارے کہیں حضور ﷺ کا درجہ حضرت آدمؑ سے زیادہ ہے)

سو عام طور پر ہوتا یہ ہے...... کہ کم درجے والا آدمی زیادہ درجے والے کو سلام کرتا ہے...... لیکن یہاں زیادہ درجے والا محمد رسول اللہ منقبت مرتبے اور اعزاز کے لحاظ سے حضرت آدمؑ کو سلام کر رہے ہیں...... عقل یہ کہتی تھی...... کہ آدمؑ سلام کرتے...... لیکن کام

الٹا ہوا...... حضور ﷺ نے سلام کیا...... یہ کیوں......؟ یہ بھی ایک مسئلہ بتایا گیا ہے...... کہ سلام کرنے کا حق اس کو ہے...... جو باہر سے آئے...... (میری بات سمجھیں) جو باہر سے آئے...... ہم یہاں پچاس...... سو آدمی بیٹھے ہیں...... ایک شخص اچانک باہر سے آئے ......اور اگر یہ جلسہ، یہ تقریر، یہ گفتگو اور یہ جمعہ کا خطبہ نہ ہو رہا ہو...... تو آنے والے کا حق ہے کہ وہ آ کر السلام علیکم کہے...... یوں نہیں...... کہ وہ آدمی وہاں پر ہے...... آپ کا دیکھا بھالا ہے...... آپ کا کوئی اچھا دوست ساتھی آ گیا...... آپ یہاں سے اٹھ کر کہیں...... السلام علیکم آپ نہ سلام کریں...... سلام کرنا آنے والے کا حق ہے...... بیٹھے ہوئے لوگوں کا حق نہیں۔ اس لیے وہ آ کر سلام کرے...... پھر آپ اٹھیں...... اس کو وعلیکم السلام بھی کہیں...... اس سے ملیں بھی سہی...... ہاتھ بھی ملائیں...... گلے بھی لگائیں...... لیکن سلام کرنا آنے والے کا حق ہے...... بیٹھے ہوئے کا حق نہیں...... حضرت آدمؑ پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے...... اللہ کے محبوب ﷺ بعد میں تشریف لائے ہیں...... تو جو آیا ہے سلام ان کا حق تھا...... اس لیے محبوب ﷺ نے سلام کیا...... آدمؑ نے سلام نہیں کیا...... سلام میں ایک اور بات بھی سمجھ آئی ...... کہ اگر ملاقات ہو مدتوں بعد یا ایسی ملاقات ہو...... کہ جس میں تعارف مقصود ہو...... تو صرف السلام علیکم کہنا مقصود نہیں...... وہ جو درمیان میں رہبر ہے...... اس کا اخلاقی فریضہ ہے...... وہ دونوں کا تعارف کرائے...... جب جبرئیلؑ نے تعارف کرایا۔

شب معراج کو باپ کو بیٹے کا اور بیٹے کو باپ کا تعارف کرایا جانا:

حضور ﷺ ان کو سلام کیجیے...... یہ آپ کے ابا آدمؑ ہیں...... اور حضرت آدمؑ کو کہا...... یہ آپ کے بیٹے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں...... یوں نہیں کہ جیسے ہمارے ہاں قاری صاحب، صوفی صاحب، نام کسی کا کوئی نہیں جانتا...... یہ جی ہمارے دوست ہیں...... یہ دوست کراچی میں رہتے ہیں...... یہ کوئی تعارف نہیں...... نام بتاؤ...... کہ یہ فلاں شخص ہے،

فلاں جگہ سے آیا ہے...... اس لیے جبرئیلؑ نے تعارف میں نام بتایا...... کہ یہ آپ کے ابا آدمؑ ہیں...... آدمؑ کو کہا...... کہ یہ آپ کے بیٹے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں...... سلام جواب ہوا، مکالمہ ہوا...... یہ ساری گفتگو ہمیں مسائل بتا رہی ہے۔

اس سے ایک اور مسئلہ بھی سمجھ میں آیا...... کہ حضرت آدمؑ کو اللہ کے پیغمبر ﷺ نے السلام علیکم کہا...... حضرت آدمؑ نے وعلیکم السلام کہا...... اور اس سلام میں تعارف تھا...... کہ یہ آپ کا بیٹا ہے...... حضور ﷺ کو بتایا...... کہ یہ آپ کے ابا آدمؑ ہیں...... آدمؑ کو بتایا گیا...... یہ آپ کے بیٹے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں...... تو معراج میں باپ نے بیٹے کو پہچان لیا...... بیٹے نے باپ کو پہچان لیا...... پندرھویں صدی کے قوال کو ابھی تک بات سمجھ میں نہیں آئی...... یہ تیلے کی دھن پہ کہتا ہے...... کہ اللہ ہی جانے کون بشر ہے...... اللہ ہی جانے کون بشر ہے...... یہ بے وقوف یہاں اُڑا ہوا ہے...... معراج اس لیے ہوا تھا...... کہ پہچان لیا جائے...... کہ باپ اور بیٹا کون ہیں...... عظمت کس کو اللہ نے عطا کی ہے...... بیشک بیٹا ہے...... لیکن وہ کہہ رہا ہے...... اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخَرَ......

میں ابن آدمؑ کا سردار ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں...... کیوں؟ اس پر بھی آپ کو ایک نکتہ بتاؤں...... حالانکہ کسی کو سرداری کا تاج مل جائے...... یہ فخر ہے کہ نہیں؟ (فخر ہے)

حضور ﷺ کے باعظمت ہونے کی وجہ:

حضور ﷺ نے فرمایا...... قیامت کے دن میرے ہاتھ میں لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا ہوگا...... اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں...... (۱) حالانکہ یہ فخر کی بات ہے کہ نہیں......؟

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۵۱۳ ج ۲، ترمذی ص ۲۰۲ ج ۲

کہ کسی کو پرچم مل جائے...... یہ خوشی کی چیز ہے نا......؟ بھائی یہ خوشی کی چیز ہے...... فخر کی چیز ہے...... کسی کو قوم کا سردار بنا دیا جائے...... یہی خوشی اور فخر کی چیز ہے کہ نہیں......؟ لیکن حضور ﷺ فرماتے تھے...... وَلَا فَخْرَ ...... مجھے اس پہ کوئی فخر نہیں...... کیوں کہ اس میں ایک باریک نکتہ ہے...... اگر ذہن میں بیٹھ گیا...... تو بات سمجھ آ جائے گی...... وہ یہ ہے...... کہ میرے آپ کے اور محبوب ﷺ میں یہ فرق ہے...... کہ ہم فخر کرتے رہے ہیں سرداری پر، فخر کہ میں سردار بن گیا...... میں فخر کروں گا امامت پر...... کہ میں امام بن گیا ہوں...... میں فخر کروں گا...... کہ مجھے یہ مسجد مل گئی ہے...... میں فخر کروں گا...... کہ مجھے یہ منصب مل گیا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... ولا فخر...... یہ چیزیں میرے لیے فخر کا باعث نہیں...... اس لیے کہ ہمیں عزت ملی ہے...... اس مصلے کی وجہ سے...... اس لیے میں فخر کروں گا...... کہ مصلےٰ مجھے مل گیا...... مجھے عزت ملے منبر کی وجہ سے...... تو میں فخر کروں گا...... کہ منبر مجھے مل گیا......

اللہ کے نبی ﷺ کو آدمؑ کی سرداری کا تاج ملنا...... یہ حضور ﷺ کی عزت کا سبب نہیں۔

توجہ کرنا...... بات سمجھنے کی کوشش کریں...... حضور ﷺ کے بامحترم ہونے کا، باکمال ہونے کا، باعزت ہونے کا سبب یہ نہیں...... کہ آدمؑ کی اولاد کے سردار ہیں...... اس لیے حضور ﷺ سب کے آقا ہیں...... اس لیے حضور ﷺ محترم نہیں...... کہ حضور ﷺ کے ہاتھ میں جھنڈا ہے حضور ﷺ کی تو عظمت اس لیے ہے کہ اللہ نے انہیں اپنا محبوب بنایا ہے

امت محمدیہ کا فخر کرنا:

اب یہاں بات اور ہے...... مجھے عزت منبر کی وجہ سے ملی ہے...... اس لئے میں نے منبر پہ فخر کیا...... پیغمبر ﷺ نے اس بات کو عزت کی چیز نہیں سمجھا...... حضور ﷺ کو اگر فخر ہے...... تو صرف اس بات پر کہ میں اللہ کا محبوب ہوں...... باقی جتنی چیزیں ہیں...... کسی پہ حضور ﷺ نے فخر نہیں کیا...... بلکہ یوں کہہ دوں...... کہ قیامت کے دن جھنڈے کو فخر

کہ میں محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہوں...... حضور ﷺ کو فخر نہیں...... کہ جھنڈا میرے ہاتھ ہوگا...... بلکہ پرچم کو فخر ہے...... کہ آج میں محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہوں۔ آج آدمی فخر کرتا ہیں ہے سرداری مجھے مل گئی......اور کل قیامت کے دن اولاد آدم فخر کرے گی...... کہ ہم محمد ﷺ کی سرداری میں آئے ہیں...... یہ میرے آپ کے لیے تو فخر کی بات ہے...... کہ ہم محمد ﷺ کی سرداری میں کھڑے ہیں...... مصطفیٰ ﷺ کے لیے کوئی فخر کی بات نہیں...... کہ رسول اللہ ﷺ آدمؑ کی اولاد کے سردار بن گئے...... سرداری نبوت ﷺ پہ فخر کرتی ہے...... رسالت کو ذات اقدس کے تعلق سے شرف ہے...... کسی شاعر نے عجیب انداز میں کہا...... نبوت ناز کرتی ہے...... کہ ختم الانبیاء آپ ہیں...... وہاں نبی ﷺ ناز کرتے ہیں......

- آدم کو فخر ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں...... نوحؑ کو فخر ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں
- ابرہیم کو فخر ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں...... یوسف کو خوشی ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں
- یونسؑ کو خوشی ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں...... زکریاؑ کو خوشی ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں
- عیسیٰ کو خوشی ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں...... یحیٰؑ کو خوشی ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں
- یوسفؑ کو خوشی ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں...... کلیمؑ کو خوشی ہے...... کہ میں نبی بنا ہوں

محبوب کا سب سے بڑا اعزاز:

یہاں پر پیغمبر ﷺ کو خوشی نہیں...... یہاں نبوت خوش ہے...... کہ خدا نے مجھے محمد ﷺ کے گھر میں بھیج دیا ہے...... نبوت کو فخر ہے...... کہ میری نسبت رسول اللہ ﷺ سے ہوگئی ہے...... رسالت کو شرف ہے...... کہ میں حضور ﷺ کے گھر میں آگئی ہوں...... اس سے بڑا اعزاز مجھے اور کیا ملتا...... کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے پاس مجھے بھیج دیا ہے...... (تو بات میں وہاں سے شروع کروں جہاں میں نے چھوڑی) سلام ہوا۔ حضرت آدمؑ اور حضرت محمد ﷺ کی اس سلام کے دوران گفتگو ہوئی...... (مسائل کیا سمجھ آئے؟) کہ سلام کرنا آنے

والے کا حق ہے...... بیٹھے ہوئے لوگوں کا حق نہیں۔

اس پر ایک سوال آپ کے ذہن میں آنا چاہیے...... نہیں آتا تو میں لے آتا ہوں...... پھر اس کا جواب آپ کو سمجھاتا ہوں...... سوال یہ ہے...... کہ حضرت آدمؑ سے نبی کریم ﷺ کی ملاقات زمین پر ہوگئی تھی...... کہ نہیں......؟ (بیت المقدس میں) باقاعدہ ملاقات ہوئی...... وہاں تعارف بھی ہوا...... حضرت آدمؑ نے وہاں تقریر بھی کی...... حضرت آدمؑ نے کہا...... اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْاَرْضِ ...... میں وہ شخص ہوں...... اے اللہ تیرا شکر یہ ادا کرتا ہوں ...... تو نے مجھے زمین کی خلافت عطا فرمائی ہے...... تو نے مجھے ابوالبشر بنایا ہے...... تو نے مجھے مسجود ملائک بنایا ہے...... یہ باتیں بابا آدمؑ سے زمین پر ملاقات میں ہوگئی تھیں......

باپ اور بیٹے کا معراج:

تو جب تعارف ہوگیا تھا...... تو آسمانوں کی ملاقات میں یہ کیوں کہا گیا...... کہ یہ آپ کے ابا آدمؑ ہیں...... اور آدمؑ کو کہا گیا...... کہ یہ آپ کے بیٹے محمد ﷺ ہیں...... اتنی جلدی آدمؑ بھول گئے...... یا حضور ﷺ بھول گئے تھے......؟ کہ دوبارہ تعارف کی ضرورت پڑی...... میری بات سمجھ آئی ہے......؟ بھولا کوئی بھی نہیں...... تعارف کیوں ہوا......؟ اس بات کو سمجھیں...... یہاں پر حضور ﷺ سے تعارف ہوا بحیثیت امام کے...... کہ آپ ﷺ انبیاء کی امامت کا تاج پہن رہے تھے...... اور جب حضور ﷺ گئے آسمانوں پر تو...... اس بات کو سمجھنا...... وہاں اللہ کے محبوب ﷺ آسمانوں پہ شب اسریٰ کے دلہا بن کے گئے...... اور وہ تاج آسمانوں کی عظمتوں کا کسی کو نہیں دیا گیا...... صرف محمد ﷺ کو آسمانوں کا معراج دیا گیا...... کہ اب میری بات سمجھنا ...... جب ایک دلہے کو نہلا کر ...... اسے کپڑے پہنا کر ...... اسے سجا کر...... سنوار کر...... سہرے پہنا کر مجمع میں لایا جاتا ہے...... تو ایک آدمی

دلہے کے ساتھ ہوتا ہے..... جو اس کو پکڑتا ہے..... کیا کہتے ہیں اس کو.....؟ بولو یار! آپ کے ہاں کچھ نہیں کہتے..... اب یہ اس کے ساتھ ہوتا ہے..... دلہا جانتا ہے..... کہ یہ میرا باپ بیٹھا ہے..... باپ بھی جانتا ہے..... کہ میرا بیٹا آج دلہا بن کے آرہا ہے..... بات غور سے سمجھنا..... لیکن یہ جو ساتھ پکڑ کے پھر رہا ہوتا ہے..... باپ کے پاس لے آتا ہے..... اور آ کے کہتا ہے..... کہ یہ آپ کے ابو ہیں..... ان کو سلام کریں..... تو دلہا سلام کرتا ہے..... باپ سے کہتا ہے..... چاچا جی..... ! مبارک ہو..... تیرا بیٹا دلہا بن کے آیا ہے..... سلام کریں..... اب یہ تعارف کرایا جا رہا ہے..... اس لیے نہیں..... کہ باپ بیٹے کو نہیں پہنچانتا..... بیٹا باپ کو نہیں پہنچانتا..... یہ پہچانتے ایک دوسرے کو ضرور ہیں..... لیکن یہ اعزاز اس وقت بیٹے کو مل رہا ہے..... اس سے پہلے نہیں ملا..... باپ کی خوشی میں اضافے کے لیے..... بیٹے کی عظمت میں اضافے کیے لیے یہ تعارف کرایا جا رہا ہے کہ مبارک ہو..... آج تیرا بیٹا اس حیثیت سے آیا ہے..... کہ ایسی حیثیت اس سے پہلے کبھی نہیں تھی..... حضرت آدمؑ بھی پہچانتے تھے..... حضور ﷺ بھی پہچانتے تھے..... جبرئیلؑ نے تعارف اس لیے کرایا..... کہ آدمؑ آپ کو معلوم ہو جائے..... کہ آپ کا معراج تو زمین تک تھا..... آج تیرا بیٹا عرش بریں پر جا رہا ہے..... یہ وہ دلہا آ رہا ہے۔

علماء نے ان میں بھی حکمتیں لکھی ہیں..... میں نے سات آسمانوں کی منزلیں آج پوری کر دی ہیں..... یہ میرا خیال تھا..... اس لیے باقی آسمانوں کا تعارف تھوڑا سا کرا دیتا ہوں..... تاکہ اگلے جمعہ میں معراج کی تقریر مکمل کر سکوں..... پھر اگلی باتیں اس سے اگلی تقریروں میں شروع کر سکوں..... تین جمعے مسلسل ہو گئے..... چونکہ یہ ایک مضمون چل رہا ہے..... اس پر ایک بات اور چھوٹی سی یاد کر لیں..... حضرت آدمؑ کی اس ملاقات میں حضور ﷺ فرماتے ہیں..... کہ بابا آدمؑ کے دائیں بائیں میں نے دیکھا..... کہ حضرت آدمؑ ایک طرف دیکھتے ہیں..... وہاں کچھ روحیں ہیں..... دوسری طرف بھی ہیں..... ایک طرف

حسین چہرے ہیں......دوسری طرف بھدے چہرے ہیں......ایک طرف دیکھتے ہیں......تو خوش ہوتے ہیں......اور دوسری طرف دیکھتے ہیں......تو آنسو بہاتے ہیں...... میں نے پوچھا......کہ یہ کیا ہے......؟ جبرئیلؑ نے مجھے بتایا......کہ یہ آدمؑ کی نیک اولاد ہے...... کیوں کہ اولاد اسکی ہے......اوران کے اچھے اعمال ہیں......ان کو دیکھتے ہیں......تو بابا آدمؑ خوش ہوتے ہیں......اور اس طرف آدمؑ کی وہ اولاد ہے...... جو بد کردار اور غلط اعمال کرنے والے ہیں...... جو اسی باپ کے بیٹے ہیں......اور بیٹے اگر غلط کام کریں......تو باپ کو دکھ ہوتا ہے......آدمؑ جب ان کو دیکھتے ہیں......تو آدمؑ کو افسوس ہوتا ہے۔

انبیاء سے ملاقات اور اس کی کچھ حکمتیں:

ایک بات یہاں پر اور بھی چھوٹی سی سمجھ لیں......کہ حضرت آدمؑ کی یہ ملاقات آسمانوں پر کیوں ہوئی......اور چند پیغمبروں کو چنا گیا......کہ جن کی آسمان پر ملاقات ہوئی......اس سے زیادہ اور کی نہیں۔

- پہلے آسمان پر آدمؑ سے ملاقات ہوئی۔
- دوسرے آسمان پر حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔
- تیسرے آسمان پر سیدنا یوسفؑ سے ملاقات ہوئی۔
- چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔
- پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ سے ملاقات ہوئی۔
- چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔
- اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی......(۱) بس یہ اتنے نبیوں سے ملاقات ہوئی۔

---

(۱) مشکوٰۃ ص۵۲۹ ج۲، صحیح البخاری، صحیح المسلم

باقی سب کی ملاقاتیں زمین پر..... ان چند حضرات کی ملاقات آسمان پر ہوئی..... اس میں حکمتیں کیا تھیں.....؟ اس کو سمجھئے..... پہلے آسمان پر آدمؑ کی ملاقات میں یہ حکمت تھی..... کہ محبوب! آدمؑ آپ کے ابا ہیں..... لیکن وہ پہلے آسمان پر اور آپ بلندیوں پر جا رہے ہیں..... آدمؑ اللہ کا خلیفہ بنا..... آپ کو اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی امامت کا تاج پہنایا ہے..... آدمؑ کو خدا جنت سے زمین پر لایا ہے..... خدا تجھے زمین سے عرش بریں پہ لے کر جا رہا ہے..... آدمؑ کو مسجود ملائکہ بنایا ہے..... اس کو فرشتوں نے سجدہ کیا ہے..... لیکن محمد ﷺ تو وہ ہیں..... کہ اللہ بھی اللہ کی رحمت کے فرشتے بھی اور قیامت تک آنے والے سارے محمد.....! تجھ پہ درود پڑھا کرتے ہیں..... آدمؑ کو ایک دفعہ فرشتوں کا سجدہ ہوا ہے..... مصطفیٰ! تجھ پہ، تیری قبر پہ، تیرے روضے پہ قیامت تک رحمت کی برسات گھٹا برس رہی ہے..... اور درود وسلام کے تحفے اور نذرانے پیش ہو رہے ہیں۔

آپ ﷺ کے لیے انعامات کے دروازوں کا کھلنا:

اس ملاقات میں سمجھنا مقصود تھا..... کہ آپ ﷺ کو گھبرانا نہیں چاہئے..... اس لیے کہ آپ ﷺ بڑے امتحان دے چکے ہیں..... اب آپ ﷺ کے لیے انعامات کے دروازے کھل رہے ہیں..... حضور ﷺ فرماتے ہیں..... پھر میں آسمان ثانی کی طرف گیا..... دوسرے آسمان کی طرف میں نے عروج کیا..... سفر کی وہی کیفیتیں ہیں..... جو میں ابتداء میں بتا چکا ہوں..... میں ساری دہراؤں تو فائدہ کوئی نہیں..... یا براق پہ سفر ہوا..... یا سیڑھی رکھی گئی..... اس پر براق چڑھا..... جو بھی انداز تھا..... حضور ﷺ فرماتے ہیں..... کہ جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا..... تو وہی طریقہ تھا..... دروازہ کھٹکھٹایا گیا..... پوچھا گیا..... کون.....؟ بتایا گیا جبرئیل..... پوچھا گیا..... ساتھ کون ہے..... بتایا گیا..... محمد رسول اللہ..... دروازہ کھولا گیا..... کہا آپ کا تشریف لے آنا..... ہمارے لیے

مبارک، خوشی اور فخر کا باعث ہے..... تو فرمایا..... جب دروازہ کھلا..... تو میں اندر چلا گیا۔ اس دوسرے آسمان پر میری ملاقات حضرت عیسیٰؑ سے ہوئی..... یہ وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں..... کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ''روح اللہ'' کہا ہے..... ''کلمۃ اللہ'' کہا ہے..... کہ اللہ کی روح..... اللہ کا کلمہ..... یہ وہی پیغمبرؑ ہیں..... کہ جن کی اماں کو قرآن مجید نے ''صدیقہ'' کہا ہے..... جس کی عظمت کے لیے پوری ''سورت مریم'' اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اتاری ہے..... عیسیٰؑ کی عظمت اور تقدس اور پاکدامنی کا تذکرہ کیا۔

حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات میں حکمت:

اس ملاقات میں بھی بہت ساری اسرار و رموز اور حکمتیں تھیں..... لیکن میں ساری چھوڑ دیتا ہوں..... ایک بات بتانا چاہتا ہوں..... کہ محبوب! عیسیٰؑ کے ساتھ اُن کے اپنے مخالف ہوئے تھے..... ان لوگوں نے عیسیٰؑ کے قتل کی سازشیں کی تھیں..... عیسیٰؑ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی..... لیکن میری قدرت ان کی تدبیر پر غالب آ گئی تھی..... میں نے عیسیٰؑ کو زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیا ہے..... محبوب! آپ کو بھی گھبرانا نہیں چاہیے..... عنقریب ایک وقت آنے والا ہے..... کہ جس وقت آپ دنیا میں تشریف لے جائیں گے..... آپ مکے سے مدینے کی طرف جائیں گے..... جیسے عیسیٰؑ کے قتل کی ان لوگوں نے سازش کی تھی..... ایسے آپ کے قتل کی بھی سازش ہوگی..... جیسے میں نے عیسیٰؑ کو بچایا تھا محبوب.....! آپ کو بھی بچاؤں گا..... عیسیٰؑ کو آسمانوں پہ بٹھا دیا ہے..... لیکن محبوب تو امت کی جدائی نہیں برداشت کر سکتا..... اس لیے میں تجھے مکے سے مدینے لا کر ہمیشہ کے لیے مدینہ میں جگہ دوں گا..... تا کہ تو اپنی امت میں بھی رہے..... اور کافروں سے تو محفوظ ہو جائے..... اللہ کی امان میں بھی آ جائے..... اس ملاقات میں حضور ﷺ کو یہ حوصلہ دلانا مقصود تھا..... تفصیل کا وقت نہیں..... کہ اور آگے چلوں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف ؑ سے ملاقات ہوئی...... اور تفصیل وہی تھی...... دروازہ کھٹکھٹانے کا انداز، سوال وجواب کا انداز، اندر پہنچنے کا انداز...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... میں نے جب یوسف ؑ کو دیکھا...... تو یوسف ؑ اتنا حسین جوان تھا...... اتنا خوبصورت انسان تھا...... اتنے حسین اور باکمال آدمی تھے۔ حدیث کے الفاظ ہیں...... اَعۡجَبَنِیۡ حُسۡنُ یُوۡسُفَ...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ یوسف ؑ کے حسن نے مجھے حیران کر کے رکھ دیا...... یعنی امام الانبیاء ﷺ کہتے ہیں...... یوسف ؑ اتنے حسین تھے...... کہ میں حیرت میں پڑ گیا...... کہ کتنا حسین ہے...... فرمایا...... اتنا خوبصورت میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا...... حضرت یوسف ؑ کو حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا...... اس میں ایک مسئلہ عجیب آئے گا...... کہ کیا وہ حضور ﷺ سے بھی زیادہ خوبصورت تھے...... تو اس نکتے کو اماں عائشہ صدیقہ ؓ نے حل کیا...... جب اماں سے کسی نے پوچھا ...... کہ یوسف ؑ حسین تھے یا حضور ﷺ زیادہ حسین تھے......؟ تو فرمایا سوچو......! حسن یوسف کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو ملانا چاہتے ہو...... ایک تو اس پر مولانا قاسم نانوتوی ؒ نے بڑی پیاری بات کہی تھی...... کہ جمال کو تیرے کب پہنچے حسن یوسف کا۔

وہ دل ربائے زلیخا تو شاہدِ ستار

اس پہ زلیخا فدا ہے...... تو تو اللہ کا محبوب ہے...... اسے زلیخا نے اپنا محبوب بنا رکھا ہے...... تجھے رب نے اپنا محبوب بنایا ہے...... تیرے حسن کا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔

مردانِ عرب کا حسن محمد ﷺ کو دیکھ کر جانوں کے نذرانے پیش کرنا:

پھر اس پر علماء نے عجیب جملہ لکھا ہے...... کہ یوسف ؑ بڑے حسین تھے...... لیکن یوسف ؑ کا حسن، حسن محمد کے بغیر پوری کائنات میں جاوی تھا...... سیدنا یوسف حسن محمد ﷺ سے ہٹ کر باقی ساری کائنات میں سب سے زیادہ حسین تھے...... اللہ نے جتنا حسن یوسف ؑ

پہ کھپایا اتنا حسن سیدنا یوسف کے بغیر کسی اور پر نہیں کھپایا...... اس لیے کہ اللہ کے محبوب ﷺ اتنے حسین تھے...... کہ اماں عائشہ صدیقہ ؓ فرمایا کرتی تھیں...... کہ جنھوں نے حسن یوسف ؑ کو دیکھا ہے...... ان عورتوں نے انگلیاں کاٹی ہیں...... لیکن جنھوں نے حسن محمد ﷺ کو دیکھا ہے...... انہوں نے گردنیں پیش کی ہیں...... جنہوں نے حسن یوسف کو دیکھا...... وہ انگلیاں کٹانے والی عورتیں تھیں ...... حسن محمد ﷺ پہ جانیں دینے والے مردان عرب تھے...... مردان عرب ''عرب کے مرد''...... وہاں زنان مصر کی انگلیاں کٹی ہیں...... یہاں مردان عرب کی گردنیں کٹی ہیں...... حسن یوسف پہ جن عورتوں نے انگلیاں کٹوائیں...... قرآن کہتا ہے...... وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا...... پگلی ہوگئیں...... ان کا دماغ خراب ہوگیا...... حواس باختہ ہوگئیں...... یوسف ؑ کا حسن دیکھ کر پچا نہ سکیں...... قسم اٹھا کر کہا کہ انسان ہی نہیں...... کوئی آسمانی فرشتہ ہے...... بے وقوفی کے عالم میں انگلیاں کٹیں...... ان کو پتا نہ چل سکا...... کہ ہماری انگلیاں کٹ گئی ہیں...... لیکن مردان عرب تو حسن محمد ﷺ کو دیکھ کر جان کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔ یہ بے ہوش ہوکر انہوں نے جان نہیں دی...... پاگل بن کر جان نہیں دی ...... پیغمبر ﷺ کے حسن کو سمجھ کر ...... رعنائیوں کو سمجھ کر...... جوہر کو سمجھ کر...... کمالات کو سمجھ کر...... باہوش وحواس ہوکر جان کا نذرانہ پیش کیا ہے...... بے ہوش ہوکر جان نہیں دی...... جتنا ہوش نبی ﷺ کے دیوانوں کا تھا...... اتنا ہوش کسی کا بھی نہیں تھا...... باہوش ہو کے جان دی...... جن عورتوں نے حسن یوسف پہ جان دی...... کتابوں میں ہے...... ان کو کلمہ ہی نصیب نہیں ہوا...... وہ مسلمان نہیں ہوئیں ...... طعنے دینے کے لیے آئی تھیں...... تو زلیخا نے ان کو بٹھا دیا اچھا بیٹھو میں تمہیں دکھاتی ہوں...... یوسف کیسا ہے......؟ لیکن یہاں پر منظر اور تھا۔

حسن محمد ﷺ کو دیکھنے والوں کو انعام خداوندی:

جنہوں نے حسن محمد ﷺ کو دیکھا...... جس کی نظر پڑتی گئی...... وہ اللہ کے ہاں اتنا مقبول ہوتا گیا...... کہ قرآن کہتا ہے...... رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ...... جنت کے ٹکٹ حسن محمد ﷺ کو دیکھنے والوں کو دنیا میں ملے۔

اس ملاقات میں بھی ایک حکمت تھی...... وہ حکمت یہ تھی...... کہ حضرت یوسفؑ کو اپنوں نے کنویں میں ڈالا تھا...... یاد ہے مخالف غیر تھے یا اپنے...... ؟ اپنے مخالف ہے...... تو محبوب! نہ گھبرائیں...... مکے کے قریشی ہیں...... تو آپ کے اپنے...... اپنے ہی مخالف ہیں...... لیکن نتیجہ سب کے سامنے ہے...... کہ اپنے جو ڈال رہے تھے...... وہی اپنے برتن لے کے آئے تھے...... کہ یوسفؑ تیرے دربار سے کچھ لینے آئے ہیں...... مصطفیٰ...... ! نہ گھبرایئے...... یہ تیرے اپنے تجھے آج مکے سے نکالنے کی سازش کر رہے ہیں...... کل ایک وقت آئے گا

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ. وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡ خُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجاً. فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّاباً.

جب آپ فاتحانہ انداز میں مکۃ المکرّمہ میں داخل ہوں گے...... پھر یہی ہوں گے...... جو محمد تیرے قدموں میں آئیں گے...... اپنے سر جھکائیں گے...... تیرا کلمہ پڑھیں گے...... تیرے ہاتھوں سے جنت کا ٹکٹ لیں گے...... اگر یوسفؑ کے بھائی لوٹ کر آ گئے تھے...... مصطفیٰ! تیری برادری بھی تیرے قدموں میں لوٹ کر آئے گی۔

مسئلہ ایک اور بھی سمجھانا تھا...... یوسفؑ قید میں رہے تھے...... ؟ حضور ﷺ بھی تین سال شعب ابی طالب کی قید میں رہے...... اور یوسفؑ سات سال قید میں رہے...... یوسفؑ کو جب ہم نے قید سے نکالا...... انعام دیا...... اسے تخت پہ بٹھایا...... محمد! اب ہم

تجھے شعب ابی طالب کی قید سے نکال کر انعام دے رہے ہیں...... تجھے عرش پر بٹھا رہے ہیں......حضور ﷺ فرماتے ہیں......میں اس سے اگلے آسمان پر گیا......تفصیل کا ٹائم نہیں ......وقت بالکل نازک ہوگیا ہے......اور میں نے ابھی چھ سات آسمانوں کی منزلیں طے کرنی ہیں......اور اگلے جمعہ میں بتاؤں گا......کہ حضور ﷺ نے معراج میں امت کے مناظر کیا کیا دیکھے......نیکوں کا کیا انجام دیکھا......نماز پڑھنے والوں کو کس حال میں دیکھا......روزہ رکھنے والوں کو کس حال میں دیکھا......زکوٰۃ دینے والوں کو کس حال میں دیکھا......شرابیوں کو کس حال میں دیکھا......چوروں کو کس حال میں دیکھا......ڈاکوؤں کو کس حال میں دیکھا......بدمعاشوں کو کس حال میں دیکھا......بدکردار لوگوں کا کیا انجام دیکھا...... غلط بولنے والوں کا کیا انجام دیکھا......لڑانے والوں کا کیا انجام دیکھا......

یہ باتیں ان شاء اللہ آئندہ آنے والے خطبے میں کہوں گا......اب میں صرف منزل پوری کردوں......کہ ساتویں آسمان تک حضور ﷺ کیسے پہنچے......؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں......اس سے اگلے آسمان پر میری ملاقات حضرت ادریسؑ سے ہوئی......ادریسؑ انبیاء میں وہ ہیں......جو صاحب تدریس ہیں......بہترین مدرس ہیں......حضرت ادریسؑ کو تعلیم دینے کا بہترین طریقہ آتا تھا......تو اللہ نے کہا......میرے محبوب ﷺ وہ صرف مدرس ہے......تو معلم کتاب وحکمت اور وَيُزَكِّيهِمْ ہے۔

تو تلاوت آیات بھی کرتا ہے......تعلیم کتاب بھی دیتا ہے......تعلیم حکمت بھی دیتا ہے ......لوگوں کے دلوں کو پاک کرکے تزکیہ بھی کرتا ہے......ادریسؑ بے شک عظیم ہے ......اس کو تدریس کا درجہ ہم نے دیا......کہ چوتھے آسمان پہ بٹھایا...... تجھے تعلیم اور تزکیے کا درجہ دے رہے ہیں......لیکن تجھے عرش پہ پہنچا رہے ہیں۔

اگلے آسمان پر گئے......تو حضرت ہارونؑ سے ملاقات ہوئی......تو اس میں بھی ایک سبق تھا......کہ حضرت ہارونؑ نے قوم کو دیکھا......انہوں نے بچھڑے کی پوجا شروع

کردی...... حضرت ہارونؑ نے حوصلے سے کام لیا...... صبر و تحمل سے کام لیا...... جذباتی نہیں

ہے...... مار دھاڑ نہیں شروع کر دی...... ایک دم ان کے ساتھ لڑائی نہیں لڑی......

اشارہ اس طرف تھا...... کہ یہ کی زندگی آپ ﷺ کے جذباتی پن دکھانے کی

نہیں...... کلیمؑ گئے...... حبیب ﷺ کے گھر کتاب آئی...... دوسرا کہا...... میاں بڑا فرق

ہے...... کلیمؑ طور پہ پہنچا ہے...... حبیب ﷺ عرش بریں پر پہنچے ہیں...... کلیمؑ طور پہ

جائے...... تو جوتی اتارنے کا حکم ہے...... محمد ﷺ عرش بریں پہ جائے...... تو جوتے پہن کر

جانے کا حکم ہے...... توجہ کرنا...... کلیمؑ طور پہ گئے تو کہا...... رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ

دیدار کرا...... رب نے کہا...... لَنْ تَرَانِیْ...... تجھ میں طاقت ہی نہیں ہے۔

حبیب ﷺ وہ ہے...... جو اللہ کے قرب میں ابھی سو رہے ہیں...... زمین پر کلیمؑ

منت کرتا ہے...... خدا انکار کرتا ہے...... حبیب ﷺ وہ جو میٹھی نیند کرتا ہے...... خدا انتظار کرتا

ہے...... محبوب ﷺ آ میں تیرے انتظار میں ہوں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی معصومیت:

یہاں پر ایک بات عجیب میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں...... اہل سنت والجماعت کا اور ہمارے بزرگوں کا متفقہ عقیدہ ہے...... کہ سارے انبیاء علیہم السلام پاک ہیں...... معصوم یعنی گناہوں سے ہیں پاک ان کے جسم اتنے متبرک اور پاک ہیں...... کہ یہ عام مکھیاں میرے آپ کے کھانے پر بیٹھ جاتی ہیں...... گندگی پر بھی بیٹھ جاتی ہیں...... میرے آپ کے جسم پر بھی بیٹھ جاتی ہیں...... میں نیند سے اٹھوں...... اگر منہ نہ دھوؤں تو میرے منہ اور چہرے اور آنکھوں پر بیٹھ جاتی ہیں۔

علماء نے لکھا ہے...... کہ یہ گندی مکھی نبی ﷺ کے پاک جسم پر بھی نہیں بیٹھتی...... ایک بات یہ ہے اور جو کپڑا پیغمبر ﷺ کے جسم پر لگ جائے...... وہ اتنا محترم ہو جاتا ہے......

کہ مکھی کپڑے پر بھی نہیں بیٹھتی...... جو جوتا نبی پاک ﷺ کے قدموں میں آ جائے...... وہ اتنا بابرکت اور محترم ہے...... کہ وہ گندی مکھی اس جوتے پر بھی نہیں بیٹھتی۔

جسم پر غلاظت و گندگی کا تصور:

اس سے بھی بڑی بات کہہ دیتا ہوں...... حوصلے سے سنیے اور جا کر علماء سے تحقیق کیجئے...... اللہ کا نبی ﷺ جس جگہ قضائے حاجت کے لیے جائے...... حضور قضائے حاجت کے لیے جس جگہ جائیں...... وہ جگہ عام طور پر گندگی کی جگہ ہوتی ہے...... لیکن جہاں نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے جائیں...... اس جگہ سے مشک و عنبر کی خوشبو مہکا کرتی ہے...... اور وہاں پر گندی مکھی نہیں بیٹھا کرتی...... نبی ﷺ کے جسم میں غلاظت اور گندگی کا تصور ہی نہیں۔

اس بات کا تصور ہی نہیں ہے...... تو میں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے...... کہ موسیٰ پاک تھے...... ان کے کپڑے پاک تھے...... ان کے جوتے مبارک پاک تھے کہ نہیں......؟ وادی بھی پاک...... کلیم بھی پاک...... پاؤں میں جوتا مبارک بھی پاک...... پھر خدا کیوں کہتا ہے...... کہ جوتا اتار کے جاؤ......؟ میری بات سمجھ رہے ہیں......؟ کلیم پاک یا ناپاک......؟ وادی پاک یا ناپاک......؟ اور جو پاؤں میں جوتا تھا وہ پاک یا ناپاک......؟ پاک کلیم...... پاک جوتا پہن کر...... پاک وادی پہ جا رہے ہیں...... اور اللہ کہتے ہیں...... جوتا اتار...... آقا ﷺ پر بحث نہیں...... حضور ﷺ بھی پاک حضور ﷺ کا جوتا مبارک بھی پاک...... حضور ﷺ کا جسم اطہر بھی پاک حضور ﷺ عرش پر گئے...... ہمیں کوئی اعتراض نہیں...... نہ کسی کو اعتراض کرنا چاہیے...... سوال یہ ہے...... کہ کلیم کو جوتے اتارنے کا حکم کیوں دیا......؟

بات کو سمجھیں......! نزاکت والی بات ہے...... بات کو سمجھیں گے تو سمجھ آ جائے گی...... اس لیے کہ کلیم کا معراج طور پر تھا، عرش پر نہیں...... محبوب ﷺ کا معراج تھا عرش

ہے......! یہ یہاں جوتے پہن کے جاتا...... وہ وہاں جوتے پہن کر جاتے...... تو دنیا یہ کہتی جس کو جہاں معراج ہوا ہے...... وہ وہیں جوتوں سمیت گیا ہے...... اس لیے کلیمؑ تو یہاں جوتے اتار...... اور محبوب تو وہاں جوتے پہن کر جا...... یہ زمین پہ اتارے...... تو عرش پر یں پہن...... تا کہ کلیم اور حبیب ﷺ کا فرق واضح ہو جائے...... کہ یہ زمین پر معراج کرے...... تو اسے جوتے اتارنے کا حکم ہے...... محمد ﷺ تو عرش پہ جوتے پہن کر آئے...... کہ تیری آمد میں قیامت تک عرش بھی ناز کرتا رہے...... جوتے ناپاک نہیں تھے۔

ساری دنیا کا اسلام قبول کرنا:

محبوب ﷺ اور کلیمؑ کا فرق بتانا مقصود تھا...... عظمت بتانا مقصود تھی...... حضرت موسیٰؑ کو بہت بڑی طاقت کا مقابلہ کرنا پڑا...... فرعون کی طرف اشارہ تھا...... محبوب! آپ کو بھی بڑی طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے...... قیصر و کسریٰ کے شاہوں کے ساتھ آپ نے ٹکر لینی ہے...... کلیمؑ نے نہیں گھبرایا...... اللہ نے اس کو فتح عطاء کی تھی...... آپ بھی نہ گھبرائیں...... آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے...... کہ روم و ایران کی سلطنتیں تہس نہس ہو جائیں گی...... مصطفیٰ! ساری دنیا تیرا اسلام قبول کر لے گی۔

خلیل اور حبیب میں فرق:

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا...... تو حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی...... حضرت ابراہیم خلیل تھے...... اور حضور ﷺ اللہ کے حبیب تھے...... خلیل بھی یار اور دوست کو کہتے ہیں...... اور حبیب بھی دوست کو کہتے ہیں...... دونوں میں فرق یہ ہے...... کہ خلیل وہ یار ہے جس سے کچھ لیا جائے...... حبیب اسے کہتے ہیں جسے سب کچھ دیا جائے...... ابراہیم تو خلیل ہے...... جان پیش کر خلیل ہے...... مال پیش کر خلیل ہے...... وطن پیش کر خلیل ہے...... اپنی اولاد پیش کر خلیل ہے...... جان پیش کر......!

چنانچہ خلیلؑ نے آگ میں جان پیش کی تو خلیل ہے...... مال پیش کر کے مہمانوں پر قربان کیا خلیل ہے...... وطن پیش کر...... گھر بار چھوڑ دیا خلیل ہے...... اولاد پیش کر...... اسماعیلؑ کو چھری کے نیچے دے دیا...... خلیل وہ ہے جس سے لیا جائے...... محبوب وہ ہوتا ہے...... جسے دیا جائے...... حضور ﷺ تھے حبیب......! اس لیے قرآن نے کہا پیارے تو تو محبوب ہے...... تو جو مانگے گا عطا کروں گا...... یہاں پر ملاقات میں ایک مسئلہ سمجھانا مقصود تھا...... کہ خلیل تو اپنی آنکھوں سے دیکھ......! کہ جو تیرا دادا خلیل ہے...... آج وہ ساتویں آسمان پر ہے...... مصطفیٰ ہم تمہیں محبوب ہونے کے ناطے سے عظمت عطاء کررہے ہیں...... کہ خلیل نیچے ہے...... تو اوپر جارہا ہے...... خلیل تو اپنی آنکھوں سے دیکھ...... کہ جس بیٹے کی آمد کیلئے تو نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر دعائیں مانگی تھیں...... کہ ربنا و ابعث فیهم رسولاً ...... آج دیکھ تیری دعا اور تمنا بن کر آنے والا محمد...... آج تو یہاں بیٹھا ہے...... یہ محبوب ﷺ اس سے بھی اوپر جارہا ہے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... بیت المعمور قبلہ ہے...... جو بیت اللہ کے بالکل اوپر ہے...... اگر اوپر سے بیت المعمور کو گرایا جائے...... تو وہ بیت اللہ کی چھت پر آکر بیٹھ جائے گا...... فرمایا اس کے اردگرد ستر ہزار فرشتے دن رات چوبیس گھنٹے طواف کرتے ہیں۔

حدیث میں ہے...... کہ جس دن سے وہ قبلہ بنا...... اور فرشتوں نے اس کا طواف شروع کیا...... اس دن سے قیامت تک جو فرشتہ ایک مرتبہ طواف کر چکا...... اس کی باری دوبارہ نہیں آئے گی...... وہ ایک عجیب قبلہ ہے...... وہاں پر حضور ﷺ نے فرشتوں کی امامت کرائی...... ابراہیمؑ سے وہاں ملاقات ہوئی...... اس قبلے کی دیوار سے حضرت ابراہیمؑ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے...... حضرت ابراہیمؑ نے اس امت کے نام سلام بھیجے...... عَلَيْهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ...... سارے کہہ دو...... بھائی جب کوئی سلام بھیجے...... تو اس کا جواب دینا فرض ہوتا ہے...... اس لیے علماء نے لکھا ہے...... کہ درود ابراہیمی پڑھا کرو...... یہ جو نماز ہم

زمین پر پڑھتے ہیں.....اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

حضرت ابراہیم کا پیغام امت محمدیہ کے نام:

جب درود میں ابراہیمؑ کا تذکرہ آئے گا.....تو سلام کا جواب ہو جائے گا.....جو سلام ابراہیمؑ نے دیا تھا.....حضرت ابراہیمؑ نے ایک سلام دیا.....اور ایک چھوٹا سا پیغام دیا.....وہ پیغام آپ کو سنا کر تقریر ختم کر دیتا ہوں۔ابراہیمؑ نے فرمایا.....اپنی امت کو جا کر کہنا.....کہ لوگو! جنت کی زمین بڑی زرخیز زمین ہے..... جنت کی زمین بڑی خوشنما زمین ہے..... جنت کی مٹی بڑی زرخیز ہے جنت کا پانی بڑا میٹھا ہے..... جنت کی ہوا بڑی خوشبودار ہے..... جنت کی نعمتیں بڑی عمدہ ہیں لیکن جنت کی حیثیت چٹیل میدان کی طرح ہے..... اگر تم وہاں سے باغ لگانے کا انتظام کر کے آؤ.....تو جنت میں تمہیں باغات ملیں گے..... اور اگر ایسے آ گئے.....تو خالی جنت میں آؤ گے.....اور ابراہیمؑ نے بتایا.....کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ کر انہیں کہہ دینا.....کہ کثرت کے ساتھ.....اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.......(۱)

جب سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اس قسم کے کلمات کہا کرو.....کہ ایک دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہو ایک درخت جنت میں ایسا لگتا ہے.....کہ پانچ سو سال تک تیز رفتار گھوڑا دوڑتا رہے..... تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا.....اس لیے بھائی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے یہ تسبیحات سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ..... ان کا ورد کیا کریں.....ان کے پڑھنے سے کم از کم جنت میں وہ باغ لگ جائیں.....وہ درخت لگ جائیں.....

---

(۱) [illegible] واخرجه الترمذی والطبرانی عن ابن مسعود

جو ابراہیمؑ نے ارشاد فرمائے..... حضور ﷺ فرماتے ہیں..... ابراہیمؑ کے دائیں بائیں میں نے چھوٹے چھوٹے اور بڑے خوبصورت بچے دیکھے..... (۱) ایک طرف تو انتہا درجے کے حسین تھے..... اور دوسری طرف بھی بہت ہی حسین مگر ان کی نسبت کچھ کم تھے..... اور حضرت ابراہیمؑ ان سے اپنا دل بہلا رہے ہیں..... اور اُن سے باتیں کر کے ان کا دل بہلا رہے ہیں۔

میں نے پوچھا جبرئیل.....! یہ کیا ہے.....؟ بتایا یہ وہ کم سن بچے، کم عمر نابالغ بچے جو بچپنی کے عالم میں ماں باپ سے جدا ہو جاتے ہیں..... اللہ ان کی ارواح کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچا دیتا ہے..... اور سیدنا خلیلؑ ان بچوں کا دل بہلاتے ہیں..... ان کے ساتھ خوش ہوتے رہتے ہیں..... ابراہیمؑ کے دائیں طرف جو بچے نظر آ رہے ہیں..... یہ ان بچوں کی روحیں ہیں..... جو مسلمان بچوں کی ارواح ہیں..... اور جو بائیں جانب ہیں..... یہ غیر مسلم اور کافروں کے بچوں کی ارواح ہیں..... لیکن چونکہ چھوٹا بچہ فطرت اسلام پر ہوتا ہے..... جب تک ماں باپ کے مذہب کو نا اپنائے..... اس وقت تک اس کا کوئی قصور نہیں ہوتا..... صرف اس کے نسب میں کفر ہونے کی وجہ سے یہ کافر کا بیٹا ہے..... اس لیے بائیں جانب رکھ دیا گیا ہے..... ورنہ یہ بھی جنت میں جائے گا..... اور یہ بھی حسین بن کر جائے گا۔ یہ ساری حضور ﷺ نے چیزیں خود دیکھیں..... اس کے بعد حضور ﷺ نے اگلا سفر کیا..... جس سفر پر ان شاء اللہ آئندہ جمعہ گفتگو کروں گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۲۹ ج ۲

عظمت معراج النبی ﷺ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ...... o بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِكَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ...... o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاكِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ......

آقا تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

تمہید:

قابل صد اعزاز وتکریم......واجب الاحترام......بزرگو......دوستو اور بھائیو!

رجب المرجب کے تقریباً تین جمعوں میں معراج النبی ﷺ کے عنوان کو میں نے اس سال بڑے شرح وبسط کے ساتھ تفصیلی طور پر بیان کیا ہے......اور اس میں پہلی تین خطبے سمجھ لیں......یا تین جمعہ سمجھ لیں اُن پر میں نے گفتگو کی ہے......تو اس میں پہلے جمعہ پر معراج کا فلسفہ بیان کیا تھا۔

دوسرے خطبہء جمعہ میں میں نے زمین کے معراج کی کیفیت بتائی تھی......اور

گزشتہ خطبہ جمعہ میں حضور ﷺ کی معراج کی حکایت جو زمین سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ کا سفر تھا...... اُس میں انبیاء کی ملاقاتیں بھی تھیں...... اور بھی بہت ساری باتیں تھیں...... ان پر میں نے گفتگو کی تھی۔

آج سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر کی کچھ باتیں اور معراج کی رات اللہ کے نبی ﷺ کو ملنے والے خاص انعامات اور اسی طریقے سے معراج میں امت محمدیہ کے نام جو ہدیہ اور تحفہ یہ دو چار باتیں ان شاء اللہ تعالیٰ میں کوشش کروں گا...... کہ پیش کروں۔

بلندیوں پر جانے والی ذات:

گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں، مَیں نے یہ بات عرض کی تھی...... کہ نبی کریم ﷺ جب سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے...... تو سدرۃ المنتہیٰ وہ ایک ایسی جگہ جو کائنات کی انتہا ہے۔ آسمان اور دنیا میں جتنے فرشتے رہتے ہیں...... ان سب کی آخری انتہا وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس کو سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہتے ہیں...... کہ منتہیٰ کے معنیٰ ہیں آخری جگہ...... نیچے سے اوپر جائیں...... تو وہ آخری جگہ ہے اور اوپر سے جو مخلوق نیچے آئے...... اس کی وہ آخری جگہ ہے...... یعنی جو اوپر فرشتے رہتے ہیں...... وہ نیچے نہیں آتے...... اور جو نیچے رہتے ہیں...... جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور اس زمین و آسمان کے نظام کو چلانے والے فرشتے یہ اس سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر نہیں جاتے...... اور جو اوپر فرشتے رہتے ہیں...... حاملین عرش، اللہ کے قرب و جوار میں رہنے والے فرشتے وہ نیچے نہیں آتے...... تو سدرۃ المنتہیٰ کائنات کی ایک ایسی جگہ ہے...... کہ اوپر کی چیزیں نیچے نہیں آتیں...... نیچے کی اوپر نہیں جاتیں...... یہ دونوں کے درمیان انتہا ہے...... اوپر والوں کیلئے بھی وہ آخری انتہاء نیچے سے اوپر جانے والوں کیلئے بھی وہ آخری انتہاء کائنات میں ایک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں...... وہ اوپر بھی گئے...... نیچے بھی آئے...... اور کوئی ایسی ہستی نہیں۔

یہ اعزاز محمد رسول اللہ ﷺ کو ملا...... کہ محبوب نے عالم بالا کی چیزیں بھی دیکھیں...... اور عالم اسفل کی چیزیں بھی دیکھیں...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ جس وقت میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا...... تو میری اگلی منزل شروع ہوئی...... اس سدرۃ المنتہیٰ پر میری سواری رُک گئی...... براق رُک گیا...... منزلیں رُک گئیں...... جبرئیل امین رُک گئے...... اور میں نے جبرئیل امین سے کہا...... تم تو میرے اچھے دوست ہو...... زمین کے رفیق سفر ہے...... آسمانوں پر تم نے میری رفاقت کا شرف حاصل کیا

اب یہ ایسے مقام پر جہاں میں اکیلا اور تن تنہا ہوں...... آپ مجھے اکیلا چھوڑ کے جانا چاہتے ہیں...... آپ میرے ساتھ آگے چلئے تو جبرائیل امین نے کہا...... کہ محبوب ﷺ یہ میری انتہا ہے...... اگر میں یہاں سے ایک پل کے برابر بھی آگے گیا تو میرا پورا جسم جل جائے گا میرے پَر جل جائیں گے میں ایک بال کے برابر بھی آگے نہیں جاسکتا حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرئیل رک گئے فرشتے رک گئے...... میری براق وہاں پر ٹھہر گئی۔(۱)

حضور ﷺ انوارات اور تجلیات کے پردوں میں:

اُس سے اوپر مجھے ایک سواری ملی...... جس کا نام رفرف تھا...... اور وہ ایک عجیب سواری تھی...... اس کی کوئی کیفیت وضاحت سے نہیں بتائی جاسکتی...... کہ وہ کس قسم کی تھی...... جس نے اللہ کے محبوب ﷺ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا...... اور حضور ﷺ انوارات اور تجلیات کے پردوں میں لپٹے ہوئے...... اللہ کے قرب میں گئے...... محبوب ﷺ فرماتے ہیں...... پھر میں بلندیوں کی طرف چلا گیا...... ایک آواز آتی تھی...... اُدْنُ مِنِّیْ...... محبوب میرے اور قریب ہوجاؤ......(۲)

---

(۱) صحیح البخاری ص۵۴۹ ج۱، سیرت النبی ص۲۴۴ ج۳، فتح الباری ص۲۷۴ ج۷ باب المعراج، زرقانی ص۹۲ ج۶، نسیم الریاض ص۳۳۶ ج۲، معارج النبوۃ ص۴۵۲ ج۲، ترمذی ص۱۶۳ ج۲، (۲) معارج النبوۃ ص۴۵۱ ج۲

فرمایا وہ قریب کہنے کا جملہ مجھے کہیں اور قریب لے جاتا تھا...... پھر آواز آئی تھی...... میرے اور قریب ہو جاؤ...... پھر وہ قریب ہونے کا جملہ مجھے اور قریب کر دیتا تھا......اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا...... میرے سینے میں ایک ٹھنڈک سی ہے...... میری کمر پر مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اپنی قدرت اور رحمت کا ہاتھ رکھا......اور میرے لیے انوارات کے دروازے کھل گئے...... اس قرب میں جب میں پہنچا...... جہاں پر کوئی چیز نہیں تھی...... تو اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں...... کہ اچانک مجھے ایک آواز محسوس ہوئی......اور وہ غیب سے ایک آواز تھی......اور اس آواز کے جملے تھے۔

محبوب......! اس جگہ ٹھہریے...... ذرا رک جائیے...... آپ کا رب آپ پر سلام بھی پڑھنا چاہتا ہے...... اللہ آپ کا اکرام بھی کرنا چاہتا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... پھر مجھے کوئی چیز نہ محسوس ہوتی تھی...... کہ میں اپنے چلنے کی کیفیت محسوس نہیں کر سکتا...... رکنے کی بھی...... اس جملے سے میں رکا...... تو اللہ کے نبی فرماتے ہیں...... مجھ پر وہ سلام کی رحمت کی بارش ہوئی...... اللہ نے میرا اکرام واعزاز کیا۔

غیبی ندا:

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... میں حیران اس بات پر تھا...... کہ یہ آواز محمد ٹھہریے...... آپ کا رب آپ پر سلام بھی پڑھتا ہے...... آپ کا اکرام بھی کرتا ہے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... مجھے حیرانی اس بات کی تھی...... کہ یہ آواز ابوبکر صدیق ؓ کی زبان میں تھی...... میں نے سوچا...... کہ اس جگہ جبرئیل بھی نہیں...... میکائیل بھی نہیں...... فرشتے بھی نیچے رک گئے...... میرا براق بھی نیچے رہ گیا...... کائنات بھی نیچے رک گئی...... صدیق کو تو میں ویسے زمین پر چھوڑ کر آیا ہوں...... اللہ کے اس قرب میں اوپر کی منزلوں میں یہاں پر زمین و آسمان کی بھی کوئی چیز نہیں پہنچ سکی...... سدرۃ المنتہیٰ کی چیزیں اوپر نہیں آئیں...... یہاں

ابوبکرؓ کی آواز کہاں سے آگئی...... کہ صدیق مجھے کہتا ہے...... کہ محبوب ٹھہریئے آپ کا رب آپ پر رحمت بھیجنا چاہتا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... میرے دل میں جب یہ سوال آیا...... تو فوراً اللہ کی طرف سے مجھے جواب آیا...... کہ محبوب! ہم نے ایک فرشتہ ایسا تیار کیا ہے...... جس کو ہم نے ابوبکرؓ کی زبان دی ہے...... اوراس کے ذمہ صرف یہی لگایا ہے...... کہ اس معراج کی رات آپ کی تسلی کے لیے وہ یہ جملے کہے گا...... اور صدیقؓ کی آواز میں یہ کلمات کہے گا...... تا کہ دنیا کو پتا چل جائے...... کہ ابوبکر کو نبی ﷺ کا وہ قرب نصیب ہوا ہے...... جس قرب پہ نہ کوئی جبرئیل پہنچ سکا ہے...... نہ کوئی فرشتہ پہنچ سکا ہے...... اس مقام پر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ صرف میں پہنچا۔

حضور ﷺ اور اللہ کے قرب کا فاصلہ:

قرآن مجید کی سورۃ النجم میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کے آسمانی معراج کا تذکرہ کیا...... جن میں یہ آیات بڑی مشہور ہیں...... کہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

اللہ کے محبوب فرماتے ہیں...... میں اللہ جل جلالہ کے اُس قرب میں پہنچا...... اُن مقامات پر پہنچا...... جہاں صرف دو کمان یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا...... اس کے علاوہ اور کوئی فاصلہ نہیں تھا میں اس قرابت میں چلا گیا...... اس پر محدثین نے بھی، مفسرین نے بھی، اہل علم نے بھی زبردست بحث کی ہے...... کہ اس قرب سے مراد حضور اور جبرئیل کے درمیان کی ملاقات ہے...... یا حضور اور خدا تعالیٰ کے درمیان کا تعلق اور قرب کی بات ہے ...... اس پر بحثیں علماء نے کی ہیں...... کچھ محققین کی رائے یہ ہے...... کہ اس سے مراد حضرت جبرئیل کی ملاقات ہے...... کہ جس کو اللہ کے قرآن نے خود کہا...... کہ محبوب نے معراج کی رات جبرئیل کو بڑے قریب سے دیکھا...... اور حضور نے فرمایا میں نے اس قرب سے

دیکھا...... کہ وہ اللہ کا اتنا عظیم المرتبت فرشتہ تھا...... کہ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ...... قوت والا تھا...... طاقت والا تھا...... امانت دار تھا اللہ کے قرب میں رہ رہا تھا...... فرمایا یہ جبرئیل کی صفات ہیں...... حضور ﷺ نے جبرائیلؑ کو اس قرب میں دیکھا ہے...... اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا...... میں نے جبرئیل کو دو مرتبہ اپنی اصلی حالت پر دیکھا ہے...... ایک مرتبہ جبرئیلؑ کو اس وقت دیکھا...... جب میں یہاں زمین پر تھا...... اور حضرت جبرائیلؑ مجھ پہ پہلی وحی لے کے آئے تھے...... بڑے قریب سے میں نے دیکھا...... وہ جبرائیل کی کیفیات دیکھیں...... کہ پوری روئے زمین پر اس کے پَر پھیلے ہوئے مجھے محسوس ہوئے...... دوسرا فرمایا جب میں سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا...... اُس آخری منزل پر اللہ کے قرب میں پہنچا...... جبرئیل نے مجھے اپنی اصلی حقیقت دکھائی، اپنی اصلی کیفیت دکھائی۔

ایک تو علماء نے یہ لکھا ہے...... کہ اس سے مراد جبرئیلؑ کی ملاقات ہے...... اور بعض محققین نے کہا ہے...... کہ جبرئیل کی ملاقات تو حضور ﷺ پہلے بھی کر چکے تھے...... اس رات بھی ہوئی۔ لیکن معراج کی حکمتوں میں یہ جبرئیلؑ کی ملاقات اصل مقصود نہیں...... اس سے اصل ملاقات اللہ کی مقصود ہے...... کہ اللہ کا قرب اپنے محبوب ﷺ کو ہوا...... اور اتنے قریب پہنچے ہیں...... حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے...... لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ......(۱) مجھے اللہ کے ہاں ایک ایسا مقام بھی حاصل ہوا ...... جس پر نہ کوئی نبی پہنچ سکا...... نہ کوئی فرشتہ پہنچ سکا...... یا خدا تھا یا مصطفیٰ تھا...... تیسری وہاں کوئی ہستی نہیں پہنچی۔

---

(۱) صحیح البخاری ومسلم وترمذی بحوالہ سیرت النبی ص ۲۴۹ ج ۲، صحیح المسلم ص ۸۴ ج ۱ معرباب ذکر سدرۃ المنتہیٰ، ترمذی ص ۱۶۳ ج ۲

حضور ﷺ فرماتے ہیں..... کہ اس قرب میں مجھے وہ جگہ ملی..... اس پر جو قابل غور بات ہے..... اُس پر آپ غور کریں..... ایک حدیث میں ہے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے..... کہ حضور ﷺ نے فرمایا..... رَأیٰ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ(۱)

میں نے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ہے..... یعنی اپنے اللہ جل جلالہ کے انوارات اور تجلیات کی زیارت دو مرتبہ کی ہے..... اس پر جن حضرات نے یہ بحث کی..... کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات اللہ کو نہیں دیکھا..... اور کچھ نے یہ بحث کی..... کہ حضور ﷺ نے دیکھا ہے..... یہ بحث آج کے علماء کی نہیں..... اور علماء نے لکھا ہے..... خود صحابہ میں بھی محققین صحابہ ؓ اس پر آپس میں بھی اختلاف کر گئے تھے..... عائشہ صدیقہ ؓ فرمایا کرتی تھیں..... عبداللہ ابن مسعود جیسا فقیہ صحابی، ابو ہریرہ جیسا محدث صحابی اور حضرت علی جیسا صحابی اور دیگر بڑے صحابہ فرمایا کرتے تھے..... کہ نہیں حضور ﷺ نے اللہ کی اصل حقیقت کو دیکھا..... جسے مخلوق میں سے کوئی نہیں دیکھ سکا..... اب اس میں یہ اختلاف رہا..... کہ اماں عائشہ ؓ یہ کیوں فرماتی ہیں..... اور ان صحابہ ؓ نے یوں کیوں کہا..... بھائی وہ ہمارے بڑے ہیں..... ہم ان کے اختلاف میں نہیں پڑتے..... لیکن ہم ایسی بات تو کہہ سکتے ہیں جس میں دونوں کا اتفاق ہو جائے..... کم از کم ہم ان کا اختلاف نہ اُچھالیں..... ان کی محبت پیش کر دیں..... لوگ حضرت ؓ علی اور حضرت معاویہ ؓ کا اختلاف اُچھالتے ہیں..... ہم کہتے ہیں..... کہ ہم دونوں کی محبت کی بات کہیں..... تاکہ دونوں کا احترام برقرار رہے..... تو ہم ایسی بات کہیں..... کہ جس میں اُن صحابہ کا احترام بھی برقرار رہے..... اور اماں عائشہ ؓ کی عظمت بھی برقرار رہے..... تو جو اعتدال کے علماء ہیں..... انہوں نے ایک بڑی توجیح لکھی

(۱) فتح الباری ص۲۲۷ ج۷ عن ابن عباس، رواه الطبرانی فی الاوسط باسناد قوی، ترمذی ص۱٦٤ ج۲



ہے..... جس کو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں..... وہ یہ کہ اماں عائشہ صدیقہؓ کا قول یہ کہ جو کہتا ہے..... حضور ﷺ نے اللہ کو دیکھا..... اُس نے حضور ﷺ پر بہتان باندھا.....(۱) اس کا مطلب یہ ہے..... کہ حضور ﷺ نے اس عالم دنیا میں اللہ کو نہیں دیکھا ..... جو یہ کہتا ہے..... کہ اس دنیا کی نگاہ سے اس عالم جہاں میں اللہ کو کوئی دیکھ سکتا ہے..... وہ بہتان باندھتا ہے..... جھوٹ بولتا ہے..... اس لیے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے دربار میں درخواست کی تھی..... اے اللہ مجھے اپنا دیدار کرا تو خدا نے کہا..... لَنْ تَرَانِیْ..... تجھ میں طاقت ہی نہیں ہے..... تو دیکھ ہی نہیں سکتا..... کلیم نہ تجلی برداشت کر سکے..... نہ دیکھ سکے..... دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا..... تو اس جہان میں حضور ﷺ نے بھی نہیں دیکھا..... اور جو کہتا ہے حضور ﷺ نے اللہ کو دیکھا..... اِس پر اُن کی تحقیق بڑی خوبصورت ہے..... وہ کہتے ہیں..... جہاں دیکھا وہ یہ جہاں ہی نہیں تھا..... اس عالم میں دیکھا ہی نہیں..... نہ یہ زمین تھی..... نہ یہ آسمان تھا..... نہ یہ دنیا تھی..... نہ یہ جہان تھا

وہ تو ایک عالم بالا تھا..... سدرۃ المنتہٰی سے اوپر..... عرش معلّٰی سے اوپر..... حتیٰ کہ ایک روایت میں آتا ہے..... حضور ﷺ فرماتے ہیں..... کہ میں اللہ کے عرش سے بھی اوپر چلا گیا..... اُس قرب میں پہنچے..... جہاں پر کوئی نہیں پہنچا.....(۲) اسکا اس جہان سے کوئی تعلق نہیں

---

(۱) صحیح البخاری کتاب التفسیر، امام نووی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کا یہ قول صحت نہیں ہو سکتا (شرح مسلم نووی نولکشور ص ۹۷ بحوالہ سیرت النبی ص ۲۵۰ ج ۳، مزید تفصیلی دلائل کے لیے دیکھئے سیرت مصطفیٰ ص ۳۰۵ تا ۳۰۷ ج ۱، علامہ ابن حجر اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ان مراد ابن عباس هنا برؤية العين المذكورة جميع ما ذكره صلى الله عليه وسلم في تلك الليلة الاء التي تقدمه ذكرها" (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری ص ۲۷۷ ج ۷) یہی بات شارح بخاری علامہ عینی حنفی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری میں لکھی ہے دیکھیے عمدۃ القاری ص ۶۰۹ ج ۱۱

(۱) لم يتجاوزها احد الا رسول الله صلى الله عليه وسلم (عمدة القاری ص ۶۰۶ ج ۱۱)

زمین سے کوئی تعلق نہیں...... چاند، سورج، ستاروں سے کوئی تعلق نہیں...... فضاء، خلا، ہوا سے بھی کوئی تعلق نہیں...... اس عالم سے کوئی تعلق نہیں...... حضور ﷺ نے وہاں دیکھا...... جہاں قیامت کے دن ساری کائنات اللہ کو دیکھ سکے گی...... جنت میں جب سارے جنتی چلے جائیں گے...... تو وہاں اللہ کے دیدار کا ایک وقت متعین ہوگا...... جیسے ہمارے ہاں جمعہ کے دن ایک وقت متعین ہوتا ہے...... ہم یہاں جمع ہوتے ہیں...... اجتماع ہوتا ہے...... دین کی باتیں سنتے ہیں...... علماء بیان کرتے ہیں...... تو وہاں اللہ جل جلالہ کے دیدار کا ایک وقت متعین ہوگا...... اس میں وہ سارے لوگ اکٹھے ہوں گے اور پھر حدیث میں آتا ہے...... سب سے پہلی صف انبیاء کی ہوگی...... پھر اس کے بعد صدیقین، شہداء، صالحین نیک لوگ پھر بعد والے لوگ ہونگے...... اور پھر اس ترتیب سے کہ درمیان میں اللہ اپنی ذات کا جلوہ دکھائیں گے...... کہ ہر آدمی اپنے سامنے اللہ جل جلالہ کا دیدار کرے گا۔

علماء نے لکھا ہے...... کہ جو شخص جتنی جلدی مسجد میں آئے گا...... اتنی ہی قریب بیٹھ کر اللہ جل جلالہ کا دیدار کرے گا...... جو اپنے خطیب کی گفتگو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنے گا...... وہ قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کی انوارات والی آنکھوں میں اپنی نظر ڈال کر اللہ کا دیدار کرے گا...... ہم یہاں جنت کا تصور نہیں کر سکتے۔

حدیث میں آتا ہے...... کہ جنت کی اگر کوئی حور اپنے جسم کے کپڑے کا ایک پلڑا تھوڑا سا اس عالم دنیا میں آسمان کے نیچے یوں ظاہر کر دے...... تو اس سورج کی روشنی چھپ جائے...... دنیا ساری تہس نہس ہو جائے...... ان کی کوئی قوت برداشت اس کے اندر نہیں رہتی...... وہ اتنا عظیم ترین جہان ہے...... اس لیے یہ انسان جب وہاں پہنچے گا...... اس میں قوت بھی اسی کے مطابق ہوگی...... انوارات بھی اس میں اسی کے مطابق ہوں گے...... اس وقت جو حافظ قرآن کے سر پر تاج پہنایا جائے گا...... اس کی روشنی اتنی ہوگی...... کہ دنیا دیکھ کر کہے گی...... کہ یہ کسی امت کے نبی آرہے ہیں...... تو جواب ملے گا نبی

نہیں آرہے..... بلکہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے حافظ قرآن کے والدین کا اعزاز ہے..... حافظ کا کتنا اعزاز ہوگا.....؟

حضور ﷺ فرماتے ہیں..... پھر تمہارا اس آدمی کے متعلق جس کے سینے میں پورا قرآن محفوظ ہو کیا خیال ہے..... تو یہ سارے انوارات کہاں پر نظر آئیں گے.....؟ (جنت میں) یہ دنیا جنت کی متحمل نہیں..... کہ ہم اس دنیا میں رہ کر جنت کو دیکھ سکیں۔

دنیا میں رہ کر جنت کے مناظر:

اس دنیا میں جائیں گے..... تو جنت کے انوارات برداشت ہوں گے..... لیکن ہمارے آقا اس دنیا میں وہاں گئے کہ نہیں گئے.....؟ سارے کہیں حضور ﷺ اس دنیا میں جنت میں تشریف لے گئے

پھر اس دنیا میں رہتے ہوئے..... حضور ﷺ نے جنت کے مناظر دیکھے..... اس دنیا میں رہتے ہوئے..... حضور ﷺ نے جنت کی کیفیات کا ملاحظہ فرمایا..... تو محبوب ﷺ وہاں پر پہنچے..... جہاں اللہ کے انوارات اور دیدار ہوگا..... اللہ کی ذات کے جلوے ہوں گے..... جو صحابہ رؤیت باری تعالیٰ کے حق میں ہیں..... ان کی دلیل یہ تھی..... کہ حضور ﷺ اُس وقت اس جہان میں نہیں..... حضور ﷺ اُس جہان میں تھے..... اماں عائشہ صدیقہ ؓ کا جو قول ہے..... اس کا اس جہاں کے متعلق فیصلہ ہے..... جو یہ کہے..... کہ یہاں حضور ﷺ نے اللہ کو دیکھا ہے..... وہ نبی ﷺ پر جھوٹ باندھ رہا ہے..... جو یہ کہے..... کہ حضور ﷺ نے وہاں دیکھا ہے..... جہاں قیامت کے دن ساری مخلوق جا کر دیکھے گی..... وہ حقیقت ہے..... اس کا کوئی انکار نہیں کیا جاسکتا..... خصوصیت یہ ہے..... کہ ہم دیکھیں گے..... مرنے کے بعد..... محشر آنے کے بعد..... قبر سے گزرنے کے بعد..... قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد..... جزاء و سزا کے بعد..... اور قیامت کے دن میدان حشر سے گزر کر جنت

میں پہنچنے کے بعد دیکھیں گے...... یہ منازل طے کریں تو تب جا کر اللہ کے انوارات کا دیدار ہوگا...... اور محبوب ﷺ نے اس جہان میں تمام منزلوں کو طے کرنے سے پہلے اللہ کا دیدار کرلیا...... اس قرب میں حضور ﷺ سب سے پہلے پہنچے...... اس لیے فرمایا...... میں نے اپنے رب کو دیکھا...... اور بڑے قریب سے دیکھا...... اب اس چیز کو دیکھنے کے بعد اس کا کسی کے سامنے اظہار کر دیا جائے...... کہ وہ کیسی تھی...... اس کا سمجھانا بس کی بات نہیں...... اس لیے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے اوپر اور کچھ نہیں کہا...... ایک روایت ہے جو کہ امام مسلم نے نقل کی ہے...... اس میں اتنا ہے...... کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا...... نــــــورانــــــی اراہ......(۱) ایک نور تھا جسے میں دیکھ رہا تھا...... ایک روشنی تھی...... جس کے جلوے میں دیکھ رہا تھا...... انوارات تھے...... جن پردوں میں، مَیں لپٹا چلا جا رہا تھا۔

رؤیت باری تعالیٰ پر ایک عجیب نکتہ:

سید عطاء المنعم شاہ صاحب بخاری ؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے صاحب زادے ہیں...... پچھلے دنوں ان کا انتقال ہوا ہے...... انہوں نے ایک عجیب توجیح بیان فرمائی...... انہوں نے فرمایا...... بھائی جو موسیٰ ؑ کے متعلق مشہور ہے...... کہ موسیٰ ؑ اللہ جل جلالہ کو نہ دیکھ سکے...... اور رسول اللہ ﷺ نے دیکھا...... یہاں اللہ کی ذات کو دیکھنا مقصود نہیں...... ایک ہے ذات خداوندی...... اور ایک ہے تجلیات خداوندی...... جیسے سورج ہے ...... جو وہاں پر موجود ہے...... ایک ہے سورج کی شعاعیں...... اور اس کی روشنی جیسے آئینہ سامنے رکھ لیا جائے...... سورج کی کرنیں اور عکس اس آئینے کے اندر پڑتا ہے...... میں اور آپ اس کو آئینے میں بھی غور سے نہیں دیکھ سکتے...... حضرت موسیٰ ؑ اللہ کی ذات کی تجلی نہیں

---

(۱) صحیح المسلم ص ۹۸ باب الاسراء، ترمذی تفسیر سورۃ النجم ص ۱٦٤ ج ۲

برداشت کر سکے......ذات خدا کو دیکھنا......تو بہت دور کی بات تھی......اللہ نے بھرپوری تجلی بھی نہیں ڈالی۔

جلالین تفسیر کی ایک کتاب ہے......اس میں لکھا ہے......کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے انوارات اور تجلیات میں سے صرف اتنی تجلی جیسے سوئی کا سوراخ اور ناکا ہوتا ہے......اس کے برابر کوہ طور پہ ڈالی......جس سے طور بھی ریزے ریزے ہوگیا......کلیمؑ بھی گرے اور بے ہوش ہوگئے......(۱) تو پہاڑ اتنی تجلی نہ برداشت کر سکا......کلیمؑ اتنی تجلی نہ برداشت کر سکے......حضور ﷺ نے اللہ کی ذات کو نہیں دیکھا......اس پر کوئی بحث نہیں لیکن اللہ کے انوارات اور تجلیات میں پردوں میں لپٹے رہے......اور اتنے لپٹے اتنے لپٹے جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا......کلیمؑ اس تجلی کو برداشت نہیں کر سکا......رسول اللہ ﷺ ان تجلیات کو برداشت کرتے چلے گئے......یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی......میں اگر اس موضوع کو چھیڑ کر کھڑا ہو جاؤں......تو یہ لمبی بحث ہے......اور یہ بحث ایسی ہے......کہ عوام الناس میں ویسے بھی بیان کرنے کی نہیں ہے......سمجھانے کے لیے میں نے ایک دو باتیں کہیں

اگلی بات سمجھئے......حضور ﷺ فرماتے ہیں......کہ میں اللہ کے جب اس قرب میں پہنچ گیا......تو اس قرب میں پہنچنے کے بعد دنیا میں ایک اصول ہے......یار کو یار ہدیہ اور تحفہ دیا کرتا ہے......محبت کا تقاضہ ہے......کہ دوست، دوست کو کوئی چیز پیش کرتا ہے......ایک دوست دوسرے دوست سے جب ملے......اور ملاقات ہو......تو لوگ اس آرزو اور تمنا میں ہوتے ہیں......مدت کے بعد آیا ہے کوئی چیز لایا ہوگا......مدت کے بعد ایک آدمی جارہا ہے......یار ملنے آیا تھا......آج یار کو کوئی ہدیہ ہی دے چھوڑوں۔

---

(۱) عن انس انه ﷺ قرء فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا واشار بطرف ابهامه على نملة اصبعه اليمنى فساخ الجبل ولابي الشيخ بعضه واشار بخنصره. كذا في الاتقان كما في حديث اخرجه احمد والترمذي والحاكم بحواله حاشيه جلالين جز ٢٩ ص ١٤٠ ج ١

محبوب ﷺ کی رب سے ملاقات:

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... جب میں اللہ کے قرب میں پہنچا...... تو پھر غیب سے ایک ندا آئی...... کہ میرے محبوب تم میرے لیے کیا لائے ہو......؟

علماء نے لکھا ہے...... کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا تحفہ پیش کیا...... جو اللہ کے پاس نہیں تھا...... اللہ کے دربار میں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہدیہ پیش کیا...... جو اللہ کی ذات کے پاس نہیں ہے...... اب یقیناً آدمی یہ سوچتا ہے...... کہ ایسی کون سی چیز ہے...... جو اللہ کے پاس نہیں...... تو میں نے وہاں ایک بات کہہ دی...... میں نے کہا ایسی کون سی چیز ہے...... جس کو میں دیکھتا ہوں...... آپ دیکھتے ہیں...... اللہ نہیں دیکھتا...... اور اگر خدا دیکھے تو پھر وہ خدا ہی نہیں...... یہ بات میں نے کہہ دی...... پھر میں تقریر کرنا شروع ہوگیا...... اور وہ بات درمیان میں رہ گئی...... میرے ذہن میں بھی نہیں رہی...... تقریر کے اختتام پر ایک بابا بیٹھا تھا...... کہنے لگا مولوی جی وہ چیز تو بتاؤ...... ایسا نہ ہو کہ ہم کافر ہو کے مر جائیں...... تو میں اب وہ قصور والی بات آپ کو یہاں نہیں بتاتا۔

حضور ﷺ نے بطور ہدیہ اللہ کی دربار میں کیا چیز پیش کی:

لیکن یہ بات ضرور بتاتا ہوں...... کہ اللہ کے حضور ایک ایسا تحفہ رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا...... کہ اللہ کے پاس نہیں تھا...... اور وہ کیا چیز ہے......؟

اللہ جل جلالہ عاجزی انکساری اور عبادت سے پاک ہے...... اللہ کے پاس یہ چیز نہیں کہ خدا کسی کے سامنے جھکے...... اللہ کسی کی عبادت کرے...... اللہ کسی کے سامنے انکساری پیش کرے...... اللہ کسی کے سامنے تواضع پیش کرے

اللہ ان تمام کیفیات سے پاک ہے...... اللہ کے نبی ﷺ نے اس وقت جو تحفہ پیش کیا فرمایا...... اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ...... اے اللہ میں تیرے حضور یہ

تین تحفے پیش کرر ہاہوں.....میری جانی عبادت تیرا حق ہے.....میری مالی عبادت تیرا حق ہے.....میری زبانی عبادت تیرا حق ہے

میں جو کچھ زبان سے کہوں..... یہ بھی تیری خاصیت ہے.....مخلوق کا حصہ نہیں.....میں جو کچھ اپنے مال کے طور پر پیش کروں..... یہ بھی تیری خاصیت ہے.....مخلوق کا حصہ نہیں..... میں اپنی زبان کی قربانی پیش کروں..... میں اپنے مال کی قربانی پیش کروں..... یہ ساری عبادتیں صرف تجھ کو ہی زیب دیتی ہیں..... یہ مخلوق میں سے کسی کا حصہ نہیں..... یہ میں وہ انکساری پیش کرر ہا ہوں.....عبادت پیش کرر ہاہوں.....تواضع پیش کرر ہاہوں.....اِیَّاکَ نَعْبُدُ.....خالصتاً تیری عبادت ہم کرتے ہیں..... یہ عبادت کا وہ تحفہ ہے..... یہ نیاز مندی کا وہ تحفہ ہے.....انکساری کا وہ تحفہ ہے..... عاجزی کا وہ تحفہ ہے..... یہ جھکائی کا اور عاجزی کا حد یہ ہے..... جو اللہ کے نبی ﷺ نے خدا کے دربار میں پیش کیا.....اللہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے.....اللہ کسی کے سامنے جھکتا نہیں.....اللہ کسی کی عبادت نہیں کرتا.....اللہ کسی کا رکوع نہیں کرتا.....اللہ کسی کا سجدہ نہیں کرتا..... اللہ کسی کے سامنے جھکتا نہیں۔

جس چیز سے رب پاک ہے.....پیغمبر ﷺ نے وہ چیز بطور ہدیہ اللہ کی دربار میں پیش کی.....اے اللہ تو ان سب سے پاک ہے.....ہم تیری دربار کے سامنے منکسر المزاج ہیں.....اس لیے میں عبادت کا تحفہ تیرے حضور پیش کرتا ہوں

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ.....تو جب کوئی چیز دی جائے.....حضور ﷺ نے فرمایا.....کہ ہدیے بھی دیا کرو.....اور لیا بھی کرو.....چونکہ محبت اسی میں بڑھتی ہے جب آپ کو کوئی چیز دے.....تو آپ اسے لیں.....تو حضور ﷺ کو اللہ نے جواب میں فرمایا.....اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضور ﷺ کی طرف سے پیش کردہ تحائف:

میرے محبوب ﷺ پھر تین تحفے مجھ سے لیجئے.....اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ.....میرے پیارے نبی تجھ پر سلام ہو.....رحمت ہو.....برکت ہو.....یہ تین چیزیں دینا چاہتا ہوں.....آپ نے تین قسم کی عبادتیں دی ہیں.....جانی عبادت دی ہے.....مالی عبادت دی ہے.....زبانی عبادت دی ہے.....میں بھی تین چیزیں دیتا ہوں.....رحمت دیتا ہوں.....برکت دیتا ہوں.....سلام بھی دیتا ہوں۔

تین تحفے تیرے میرے پاس ہیں.....اور تین تحفے میری طرف سے آپ کے پاس ہیں.....ہدیہ دونوں طرف سے ملا.....اس پر ایک بات بڑے غور سے سنیں.....اور اس کو محبت کے درجے میں اور ذوق میں سنیں..... جب ہدیے ایک دوسرے کو دیے اور لیے جاتے ہیں.....اور ھدیہ لینے اور دینے والے ان دونوں میں آپس کا تعلق محبّ اور محبوب کا ہوتا ہے۔

بات کو بڑی غور سے سمجھیں.....ایک طرف محبوب ہو.....اور دوسری طرف محبّ ہو..... ایک ہدیہ اپنے محبّ کو محبوب دیتا ہے .....اور ایک ہدیہ محبّ دیتا ہے..... دونوں ہدیوں میں ایک عجیب سا فرق ہوتا ہے.....وہ کیا.....؟ کہ جو چیز محبوب پیش کرے اپنے محبّ کو.....تو محبّ یہ کہتا ہے..... یہ چیز میرے محبوب کی ہے..... میں کسی کو نہیں دیتا.....دنیا میں ایک اصول ہے.....کہ میرے پاس میرے محبوب کا ہدیہ ہے.....میں کسی کو کیوں دوں.....میرا کوئی خاص تعلق دار دوست ہو.....ایسا محبوب ہو.....جس سے میرا کوئی قلبی تعلق ہو.....اور وہ اگر مجھے کوئی چیز لا کر دے.....تو میں اسے عزیز جانوں گا.....اور لوگوں سے کہوں گا..... بھائی یہ نہیں دیتا.....کوئی اور چیز مانگ لو..... یہ تو میرا یار دے کر گیا ہے..... یہ تو اُس نے خاص طور پر مجھے دی ہے.....کسی کے لیے نہیں.....بعض کو کیونکہ

عادت ہوتی ہے..... کسی کو کوئی ہدیہ دیتے ہوئے آدمی کہہ دیتا ہے..... کہ یہ چیز صرف آپ کے لیے ہے..... کسی اور کے لیے نہیں..... تو حضور ﷺ نے بھی کہا..... اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ

اے اللہ میری مالی عبادت جانی عبادت، زبانی عبادت صرف اور صرف تیرا حق ہے..... کسی اور کا حق نہیں ہے..... اب یہ محبوب کا تحفہ محبت کے پاس تھا..... اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ کے لیے خاص کر دیا..... علماء نے لکھا ہے..... کہ یہ تحفہ رب کی دربار میں اتنا قبول ہوا..... کہ اللہ نے بھی کہا..... کہ یہ محبوب کی دی ہوئی چیز ہے..... میں مخلوق میں کسی پہ تقسیم نہیں کرنا چاہتا..... حضور ﷺ کے آنے سے پہلے دنیا عبادت کرتی تھی..... لوگ باپ کی بھی عبادت کرتے تھے..... ماں کے سامنے بھی سجدہ ریز ہوتے تھے..... بادشاہ کے تختوں کو بھی سجدہ کرتے تھے..... حکمرانوں کے سامنے بھی سجدہ کرتے تھے..... حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے بھی سجدہ کیا تھا..... یہ سارے واقعات ہوتے رہے..... اللہ یہ تحفہ مجھے دے رہے ہیں..... میں اپنی ذات کے لیے نہیں لیتا..... اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا..... ہم سب پہ تیری رحمت ہو۔

محدثین نے لکھا ہے..... کہ اس "نا" جمع متکلم کی ضمیر میں..... حضور ﷺ کی قیامت تک کی امت ہے..... حضور ﷺ نے اپنی ذات کے لیے نہیں..... ساری امت پہ اس کو تقسیم کیا ہے..... وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ..... کہ پھر ان میں مقربین اور صالحین کو پھر چنا..... کہ ان پر بھی تیری خاص رحمت ہو..... اے اللہ یہ تحفہ کیا! میں اپنے لیے نہیں لینا چاہتا..... جو رحمتیں تو مجھے دے میں ان کو اپنی امت میں تقسیم کروں جو برکتیں تو مجھے عطا کرے..... میری امت پہ بھی ہوں..... جو عظمتیں تو مجھے عطا کرے..... وہ میری امت کو بھی ملیں..... جو سلام تو مجھے عطا کرے..... وہ میری امت پہ بھی تقسیم ہوں۔

اللہ کی عطاء محمد کی تقسیم:

اس لیے فرمایا......اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ......(۱)اللہ مجھے دے دیتا ہے اور میں اسے تقسیم کرتا ہوں......اپنے پاس رکھتا نہیں ہوں......یہ محبّ اور محبوب کی ایک ملاقات تھی......جو کہ بڑی عجیب تھی......شب اسریٰ اور معراج کی رات بہت ساری باتیں ہیں......ان میں ایک دو اور یاد کرلیں......حضور ﷺ نے فرمایا......مجھے معراج کی رات تین تحفے بڑی عظمت کے ساتھ ملے......جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے......اُن میں تو ایک تحفہ ملا......سورۂ بقرہ کی آخری آیات طیبات یہ شب معراج میں وہاں پر عطا ہوئیں......اٰمَنَ الرَّسُوْلُ......سے لے کر اس سورۃ کے آخر تک......اس میں ایمانیات کا تذکرہ بھی ہے......اور کچھ دعائیں بھی ہیں......جو اللہ سے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے......اشارہ اس طرف ہے......کہ اگر ایمان مضبوط ہوگا......اور ان چیزوں پہ ایمان لانا ضروری ہے......جو معراج کی رات محبوب ﷺ کو عطا کی گئیں......تب تو مومن کہلا سکتے ہو......اور اگر ان میں سے کسی ایک کا انکار کروگے......تو مومن نہیں رہوگے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں......دوسرا تحفہ جو معراج کی رات اللہ نے مجھے عطا فرمایا......وہ شفاعت کبریٰ کا تاج تھا......کہ کل قیامت کے دن پوری دنیا جب نفسی نفسی کے عالم میں ہوگی۔

قیامت کے دن تاج شفاعت:

محبوب ﷺ آج ہم معراج کی رات تجھ سے وعدہ کررہے ہیں......آپ کو ایک

---

(۱)سیرت مصطفیٰ ص ۳۰۷ ج ۱، فتح الباری ص ۲۷۵ ج ۷، ترمذی ص ۱۶۳ ج ۲

انعام عطا کرنا چاہتے ہیں...... کہ کل قیامت کے دن ہم آپ کو ہی شفاعت کبریٰ کا تاج عطا فرمائیں گے...... آپ پوری انسانیت کی سفارش فرمائیں گے...... ہم حساب کتاب لینا شروع کریں گے...... اس میں سفارش آپ کی ہوگی...... حساب کتاب اللہ لے گا...... کسی نبی، ولی کی وہاں سفارش نہیں چلے گی...... آدمؑ سے عیسیٰؑ تک تمام انبیاء نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے...... وہاں اکیلے محمد ﷺ ہوں گے...... جو اس قرب میں بھی پہنچ کر نفسی نفسی کے عالم میں نہیں...... بلکہ وہاں امتی امتی کی کیفیت ہوگی۔

اس پر علماء نے ایک نکتہ لکھا ہے...... کہ معراج کی رات یہ عظمت بھی ایک عجیب تھی...... کہ حضور ﷺ جب اس دنیا میں تھے...... حضرت موسیٰؑ کا قصہ قرآن میں ہے...... کہ اللہ نے موسیٰؑ کو کہا...... کہ کلیم عصا پھینکو...... جب موسیٰؑ نے عصا ڈالا...... تو وہ سانپ بن گیا...... پہلی دفعہ کلیم گھبرا گئے...... یہ کیا ہوگیا ہے...... پریشان ہوئے...... اللہ نے کہا پکڑ اور گھبرا مت...... اَسَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ...... یہ جیسے تھا ہم ویسے بنا دیں گے۔ چنانچہ وہ عصا اپنی اصل حالت میں ہوگیا...... پھر موسیٰؑ اسی عصا کو لے کر وہاں پہنچے...... جہاں قوم کے سامنے جانا تھا...... تو حضرت موسیٰؑ نے جب وہ عصا زمین پر پھینکا...... تو وہ سانپ بن گیا...... تو بادشاہ بھی ڈرا...... اور اس کی قوم بھی ڈری...... فرعون کو بڑی پریشانی ہوئی...... سارے کے سارے گھبرا گئے...... میں آپ سے پوچھتا ہوں...... اس وقت موسیٰؑ عصا کو دیکھ کر گھبرائے......؟

میں نے لیہ میں ایک جگہ تقریر میں پوچھا...... کہ موسیٰؑ کیوں نہیں گھبرائے......؟ تو ایک آدمی نے کہا...... جھاکا اتر گیا تھا...... پنجابی میں کہا جھاکا اتر گیا سی۔

بھائی! موسیٰؑ کا جھاکا ختم ہوگیا...... پریشانی نہیں...... ان کو پتا تھا...... کہ یہ میرا معجزہ ہے...... عصا ہے۔

محبوب کی ساری کیفیات کو دیکھنا:

انہوں نے لکھا ہے..... آسمانوں کا حضور ﷺ کو یہ جو معراج اللہ نے عطاء کیا..... اور یہ قرب عطاء فرمایا..... اس کی مختلف حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی تھی..... کہ محبوب کل قیامت کے دن جو جنت کی کیفیات ہوں گی..... جو جہنم کی خوفناک کیفیات ہوں گی..... جو جنت کے حسین مناظر ہوں گے..... پوری دنیا کے سامنے جب وہ آئیں گے..... تو کچھ لوگ ان خوفناک مناظر کو دیکھ کر گھبرا رہے ہوں گے..... کچھ جنت کے حسین مناظر کو دیکھ کر متمنی ہوں گے..... کہ پتا نہیں ہمیں بھی یہ جگہ ملتی ہے..... کہ نہیں ملتی؟ ہمارا مقدر کیا بنتا ہے.....؟ یہ سب پریشان ہوں گے۔

ایک آمنہ کے در یتیم ہوں گے..... جس نے شب معراج یہ ساری منزلیں دیکھ لیں تھیں..... جنت کی کیفیات بھی دیکھی تھیں..... جہنم کی کیفیات بھی دیکھی تھیں..... جنت کے حسین مناظر بھی دیکھے تھے..... جہنم کی ہولناکیاں بھی دیکھ چکے تھے..... محبوب ﷺ دیکھ چکے..... تو قیامت کے دن حضور ﷺ پر ان خوفناک اور ہولناک مناظر کا کوئی اثر نہیں پڑے گا..... اس لیے قیامت کے دن ہر نبی نفسی نفسی کہہ رہا ہوگا..... حضور ﷺ اس وقت امتی امتی کہیں گے..... کہ جھاکا اتر چکا ہوگا..... معراج کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے۔

معراج کی اور بہت ساری حکمتیں ہیں..... جو میں نے پہلے جمعہ میں، دوسرے اور تیسرے جمعہ میں بتائیں..... ان میں سے ایک حکمت یہ بھی تھی..... کہ محبوب ﷺ وہ ساری کیفیات دیکھ چکے..... اللہ کے نبی ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں گے..... اللہ کے نبی ﷺ امت کے لیے رب کے حضور سر بسجود ہو کر امت کے لیے سفارش کریں گے..... کہ اے اللہ ان کا حساب لے..... حضور ﷺ فرماتے ہیں..... کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا تاج بھی

ملا...... تیسری چیز جو سب سے بڑی عظیم اس امت کے نام مجھے تحفہ میں ملی...... اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں معراج میں وہ پانچ نمازوں کا تحفہ ملا جو پچاس تھیں پھر پانچ ہوئی۔

معراج کی رات محبوب ﷺ کو عطاء کردہ کیفیات:

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... میں جب شب معراج آسمانوں پہ گیا...... تو میں نے مختلف آسمانوں پر فرشتوں کی کیفیات دیکھیں...... پہلے آسمان میں دیکھا...... کہ فرشتے قیام میں کھڑے تھے...... دوسرے آسمان میں دیکھا...... کہ فرشتے رکوع میں تھے...... تیسرے آسمان میں دیکھا...... کہ فرشتے سجدے میں تھے...... چوتھے آسمان پر دیکھا...... کہ فرشتے تشہد اور قعدے کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحلیل میں مصروف تھے...... پانچویں آسمان پر حضور ﷺ فرماتے ہیں...... میں نے دیکھا...... تو فرشتوں کی نگاہ کو دیکھا...... کہ وہ عبادت کا عجیب انداز ہے...... قدموں پر نظر ٹکی ہوئی ہے۔

ایک آسمان پر میں نے فرشتوں کو یہ دیکھا...... کہ وہ صرف اللہ کی تسبیح ہی تسبیح بیان کر رہے ہیں...... ایک آسمان پر میں نے فرشتوں کی یہ کیفیات دیکھیں...... کہ وہ اللہ کی حمد وثناء میں مصروف ہیں۔

مجھے یہ ساری کیفیات پسند آئیں...... دل میں تمنا ہوئی...... کہ اللہ میری امت کو ایسی عبادت عطاء کر...... جس میں پہلے آسمان سے لے کر ساتویں آسمان تک تمام فرشتوں کی عبادات مل جائیں...... تو شب معراج خدا نے پانچ نمازوں کا وہ تحفہ عطاء فرمایا...... جس میں پہلے آسمان سے لے کر آخری آسمان تک ہر فرشتے کی عبادت قیام بھی موجود ہے...... رکوع بھی موجود ہے...... سجدہ بھی موجود ہے...... تشہد بھی موجود ہے...... تلاوت بھی موجود ہے...... تسبیح بھی موجود ہے...... حمد وثناء بھی موجود ہے...... دعاء بھی موجود ہے استغفار بھی موجود ہے۔

جو کیفیات اللہ کے نبی نے فرشتوں کی دیکھیں تھیں...... معراج کی رات اللہ نے ساری کیفیات محبوب ﷺ کو عطاء فرما دیں...... پانچ نمازوں کا تحفہ دیا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں...... کہ پچاس نمازیں میں لے کر آیا...... توجہ فرمائیں......! اللہ کے قرب سے واپس آیا...... تو رحمت للعلمین ﷺ فرماتے ہیں...... واپسی آتے ہوئے جس وقت چھٹے آسمان پہ میرا گزر ہوا...... تو حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔

اس میں علماء نے ایک عجیب راز لکھا...... کہ حضور ﷺ جاتے ہوئے...... تو سب سے ملے...... آتے ہوئے صرف کلیمؑ سے ملے...... جاتے ہوئے میں نے پچھلے جمعہ آسمان کی منزلیں آپ کو بتائیں تھیں...... کہ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ ملے...... دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ اور یحییٰؑ ملے...... تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے ملاقات ہوئی...... چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے ملاقات ہوئی...... پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ سے ملاقات ہوئی...... چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی...... اور حکمتیں بھی میں نے بتائی تھیں...... حضور ﷺ کی ملاقات کے لیے ان نبیوں کو خدا نے کیوں چنا...... اور کوئی نبی کیوں نہیں آیا......؟ یہ ساری باتیں میں بتا چکا ہوں...... اب میں جو بات بتانا چاہتا ہوں...... وہ بڑی اہم ہے...... آپ اس کو سمجھیں...... جاتے ہوئے تو سب ملے...... آتے ہوئے اکیلے کلیم ملے...... اس میں کیا حکمت ہے...... اور کوئی نہیں ملا...... صرف موسیٰؑ کھڑے تھے...... اور کوئی نہیں تھا...... اس میں کیا حکمت تھی۔

اللہ کے دیدار کا حق:

علماء نے لکھا ہے...... کہ اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی...... کہ اکیلے موسیٰؑ تھے...... جنہوں نے دنیا میں یہ تمنا ظاہر کی تھی...... کہ اے اللہ جل جلالہ مجھے اپنا دیدار کرا...... میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں...... تیری ذات کے جلوے دیکھنا چاہتا ہوں...... تو اللہ نے

فرمایا تھا.....لــن تــرانــی .....کلیم تجھ میں طاقت نہیں.....تو مجھے دیکھ نہیں سکتا.....رب تمنا ہے.....طاقت ہو نہ ہو میرا دل کرتا ہے.....تو اپنا دیدار کرا دے.....اللہ نے فرمایا.....دیکھنا چاہتے ہو.....تو اس پہاڑ کو دیکھو..... پہاڑ پہ نظر ڈالی.....اللہ نے تجلی ڈالی..... پہاڑ ریزے ریزے ہو گیا.....کلیم بے ہوش ہو گئے.....نہ برداشت کر سکے۔

علماء نے ایک نکتہ یہاں اور بھی لکھا ہے.....موسیٰ نے جب اُس تجلی کو دیکھا..... کلیمؑ گرے اور بے ہوش ہو گئے .....اس وقت پہاڑ پر ایک جملہ لکھا ہوا دیکھا.....کہ کلیم یتیم کے مال کے قریب نہ جا.....اس لیے اللہ کی تجلیات کا دیدار اس کلیمؑ کا حق نہیں.....یہ محمد یتیم ﷺ کا حق ہے۔

جب دنیا کو حکم ہے یتیموں کا مال نہ کھاؤ.....تو اللہ یتیم کا مال کسی کو کیسے دے دیتا.....یہ حق ہی یتیم محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے.....تیرا حق نہیں.....کلیمؑ خاموش ہو گئے..... کہ میرا نمبر یہاں نہیں لگ سکتا.....تو شب معراج حضرت موسیٰؑ یہاں واپسی پہ اس لیے کھڑے تھے۔

سفر معراج سے واپسی پر حضرت موسیٰ کا حضور ﷺ سے بار بار ملنے میں حکمت:

یہاں علماء نے ایک حکمت لکھی ہے.....کہ آ کر راستے میں رک گئے.....کہ میں تو نہ دیکھ سکا.....لیکن اس کو تو دیکھوں جو دیکھ کے آ رہا ہے..... میں ان آنکھوں کو تو دیکھ لوں.....جو اللہ کے انوارات اور تجلیات کو دیکھ کے اور ان ساری رحمتوں کو برداشت کر کے آ رہی ہیں۔

آج کوئی ہمارا دوست حاجی صاحب حج کر کے آئے.....ہم سب ان کی زیارت کرنے کے لیے جاتے ہیں.....لوگ کہیں گے.....یہ تو وہی صاحب ہے.....جو پہلے بھی یہاں رہتے تھے.....آج کیوں ملنے آ گئے ہیں.....ہم کہیں گے آدمی تو وہی ہے.....لیکن

میں اس کو اس لیے ملنے آیا ہوں...... توجہ کرنا...... یہ آنکھیں وہ جگہ دیکھ کے آئی ہیں...... جو ہم نے نہیں دیکھیں...... حاجی صاحب وہی ہے...... جو پہلے اسی دکان پر بیٹھا تھا...... پہلے اسی مسجد میں نماز پڑھتا تھا...... پہلے بھی یہی کام کیا کرتے تھے...... لیکن پہلے یہ آنکھیں اس شہر کو دیکھتی تھیں...... اب یہ آنکھیں مدینہ دیکھ کے آئی ہیں...... بھائی جاتے ہوئے بھی تو کلیم ملے...... واپسی پہ کلیم کے ٹھہرنے کا کیا مقصد تھا......؟ حضرت موسیٰ حضور ﷺ سے ملنے کے لیے درمیان میں کھڑے تھے...... تو علماء نے لکھا ہے...... کلیم اس لیے کھڑے تھے...... کہ میں جاتے ہوئے تو ملا...... لیکن حضور ﷺ اس وقت رب کو دیکھنے کے لیے جارہے تھے...... اب میں آتے ہوئے اسلئے استقبال کررہا ہوں...... کہ میں تو نہ دیکھ سکا...... لیکن میں اُن آنکھوں کو تو دیکھ لوں جو دیکھ کر آرہی ہیں۔

اب ایک اور حکمت بھی سمجھیں...... صرف دیکھنا ہی مقصود نہیں تھا...... اگلی بات اس سے زیادہ اہم ہے...... جب اتنی بڑی عظیم شخصیت سے آدمی کی ملاقات ہو...... تو دل کرتا ہے بات بھی ہو...... صرف ملاقات نہ ہو...... بعض دفعہ ملاقاتیں ہوتی ہیں...... بات نہیں ہوتی...... آمنے سامنے آدمی بیٹھا ہے...... اٹھ کے چلا گیا ہے...... ملاقات ہوئی بات نہیں ہوئی...... کلیمؑ کی تڑپ تھی...... کہ کچھ بات بھی ہو جائے۔

ہر نبی کو اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی کا عالم:

حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا...... کہ اللہ کے حضور سے امت کے نام کوئی تحفہ ملا......؟ فرمایا ہاں پچاس نمازوں کا تحفہ ہے...... لوگ اپنے بھولے پن میں یا کم علمی کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں...... کہ موسیٰ کو اس امت کی بڑی خیر خواہی تھی...... حضور ﷺ تو پچاس لے کر آرہے تھے...... یہ مہربانی کلیمؑ نے کی...... کہ ہماری نمازیں پانچ کرادیں...... اور کچھ شریف لوگ یوں بھی کہہ دیتے ہیں...... کہ کلیمؑ ایک چکر حضور ﷺ کو اور لگوادیتے...... تو ان

پانچ سے بھی جان چھوٹ جاتی...... یہ بات نہیں توجہ کریں۔

جو بات میں سمجھانا چاہتا ہوں......آپ اس بات کو سمجھیں...... مسئلہ یہ نہیں......حضورﷺ خود رحمۃ للعالمین ہیں......محبوبﷺ کا اپنی امت کے ساتھ جتنا تعلق ہے......کلیمؑ کو اس امت کے ساتھ اتنا تعلق نہیں...... ہر نبی کو اپنی امت کے ساتھ ہمدردی وابستہ ہوتی ہے...... ہر نبی اپنی امت کا خیر خواہ ہے...... ہمارے آقاﷺ اس امت کے اتنے خیر خواہ ہیں......اتنا کوئی بھی نہیں۔

لیکن حضورﷺ نے نمازیں تھوڑی نہیں کرائیں...... یہاں کیوں ہوئیں...... حضورﷺ یہ نمازوں کا تحفہ اس لیے لے کے آ رہے تھے......کہ نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب ہے......اور حضورﷺ سمجھتے تھے......کہ یہ امت کا معراج ہے...... جیسے مجھے وہ قرب ملا ہے......میرے لیے خوشی کا باعث ہے......تو میری امت کے لیے بھی خوشی کا باعث ہوگا......اب موسیٰؑ نے ایک بات کہی......کہ محبوبﷺ یہ پچاس نمازیں آپ کی امت ادا نہیں کر سکے گی......دوبارہ جائیے......(۱)تو کتابوں میں لکھا ہے......ظاہراً تو ہمدردی امت کی ہوئی......حقیقت میں موسیٰؑ کام اپنا کرنا چاہتے تھے......حضرت موسیٰؑ کا اپنا کام کیا تھا......؟اس کو بھی سمجھیں کہ کلیمؑ نے جب حضورﷺ کے چہرہ اطہر کی طرف دیکھا......اور آنکھوں کے انوارات کو دیکھا......جو آنکھیں اللہ کی تجلیات کو دیکھ کر آ رہی تھیں

لیکن اب پھر جاتے ہوئے شرم آتی ہے:

کلیمؑ نے وہ نورانیت محسوس کی......کہ جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی......تو کلیم نے سوچا۔

---

(۱) صحیح البخاری ص ۵۰۰ ج ۱، فتح الباری ص ۲۷۳ ج ۲، عمدۃ القاری ص ۵۹۸ ج ۱۱

یہ اس قرب سے آیا ہے...... اتنی تجلیات میں کیا ہی لطف ہے...... کہ میں دوبارہ یہ تجلیات نہ حاصل کروں...... اس لیے کہا محبوب ﷺ پھر جائیے...... نمازیں تھوڑی کرائیے...... کہ یہ وہاں جائیں گے...... پھر قرب نصیب ہوگا...... پھر اور انوارات ہونگے...... اور تجلیات ہوں گی...... اور دیدار ہوگا...... پھر آقا ﷺ واپس تشریف لائیں گے...... تو میں پھر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھوں گا...... آقا ﷺ وہاں پہنچیں معراج ہوگا...... میں مصطفیٰ کو دیکھوں گا...... میرا معراج ہو جائے گا...... موسیٰ ؑ نے بھیجا...... حضور ﷺ تشریف لے گئے...... دوبارہ تشریف لائے...... کلیم ؑ نے محسوس کیا...... انوارات میں اضافہ ہے...... پھر کہا محبوب......! دوبارہ جائیے...... پھر حضور ﷺ تشریف لے گئے...... پھر واپس تشریف لائے...... پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی...... نو چکر لگے ۴۵ نمازیں معاف ہوئیں...... جب پانچ باقی بچیں...... تو اللہ کے کلیم ؑ نے کہا...... کہ محبوب ﷺ دل یہ چاہتا ہے...... ایک دفعہ پھر تشریف لے جائیے...... اگر اس میں مزید تخفیف ہو اور تخفیف کرا کے آئیے...... تو حضور ﷺ نے فرمایا...... کلیم ؑ میں بار بار گیا آیا ہوں...... اس میں کوئی شک نہیں...... کہ رحمتیں ہی رحمتیں ملی ہیں...... لیکن اب پھر جاتے ہوئے شرم آتی ہے...... کہ کہیں خالق یہ تحفہ لے ہی نہ لے......(۱) ہر دفعہ پانچ پانچ کم ہوئی ہیں...... کہ اگر یہ پانچوں خدا چھین لے...... تو میں امت کو جا کر کیا دوں گا...... اس لیے اب جاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

اس پر دو باتیں علماء نے لکھی ہیں...... جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں...... ان میں سے ایک بات یہ ہے...... کہ حضور ﷺ کو امت کے ساتھ کتنی ہمدردی ہے...... کہاں سطح آسمان...... کہاں عرش معلیٰ کا قرب...... نو چکر اللہ کے نبی ﷺ نے اس امت کے لیے لگائے...... ہر چکر پہ پانچ نمازوں کی تخفیف کرائی...... اور اگر اللہ بھی چاہتے۔

---

(۱) حتیٰ استحییت ولکن ارضیٰ واسلم (صحیح البخاری ص ۵۵ ج۱، فتح الباری ص ۲۷۴ ج۷، عمدۃ القاری ص ۹۹ ج ۱۱)

توایک ہی ساتھ پینتالیس معاف کر دیتے......لیکن خدانے پھر پانچ پانچ کا حساب رکھا...... تا کہ محبوب ﷺ بار بار آئے......میرا قرب بار بار حاصل کرے......میرے انوارات اور تجلیات کو بار بار دیکھے......بار بار واپس جائے......بار بار کلیمؑ محبوب کے قرب کو دیکھے۔

حضور ﷺ کا پانچ نمازوں کا تحفہ امت کے پاس لے کر آنا:

تو علماء نے اس پہ جو نکتہ لکھا ہے......وہ یہ ہے......کہ مصطفیٰ ﷺ کا کلیمؑ نے نو دفعہ دیدار کیا......محبوب ﷺ نے نو دفعہ اللہ کے انوارات کا دیدار کیا......کلیمؑ یہاں پر خدا کے انوارات اور تجلیات کی اتنی تجلی نہیں برداشت کر سکے...... جو سوئی کے سوراخ جتنی ہوتی ہے ......اور اللہ کے نبی ﷺ ان انوارات کے پردوں میں ایک دفعہ نہیں......نو دفعہ لپٹے ہیں...... اللہ کے اس قرب میں گئے ہیں...... جہاں پر کوئی نہیں پہنچ سکا......کلیمؑ حضور ﷺ کو دیکھ کر وہ قرب حاصل کرتے رہے...... براہ راست اللہ کے تجلیات کو برداشت نہیں کر سکے...... حضور ﷺ یہ پانچ نمازوں کا تحفہ امت کے پاس لے کر آئے......تو اللہ کے نبی ﷺ نے آکر بتایا......میں یہ نمازیں لے کر آیا ہوں......حدیث میں آتا ہے......حضور ﷺ نے جب بتایا پچاس کی پانچ بنیں......تو صحابہ روئے اور کہا محبوب ﷺ کیا بہتر ہوتا...... پچاس لے کر آتے ہم نمازیں پڑھتے تو سکون ملتا۔

اب تو محترمہ ہے(۱) پہلے اس کا ایک باپ تھا......اس نے ایک دن جس زمانے میں قومی اتحاد کی تحریک چلی ہوئی تھی......تو اسمبلی میں مذاکرات کی ایک ٹیم شروع ہوئی تھی......تین آدمی اس طرف سے تین آدمی اُسطرف سے تھے...... ادھر مولانا مفتی محمودؒ پروفیسر غفور ایک اور صاحب تھے نواب زادہ نصر اللہ خان......اور اس طرف بھی غالباً تین آدمی تھے......

---

(۱) پاکستان کی سابقہ وزیر اعظمہ بے نظیر بھٹو مرحومہ

در چلے گئے ہیں غالباً دنیا سے ذوالفقار علی بھٹو بھی مر گیا ہے...... مولانا کوثر نیازی بھی اللہ کے ہاں چلے گئے ہیں...... اسی طریقے سے ایک غالباً حفیظ پیرزادہ تھا...... تو ان کی جب گفتگو ہوئی...... وہ ایک بحث تھی...... ہمیں سیاسی بحثوں سے کوئی تعلق نہیں...... اور نہ اللہ کے گھر میں ان لوگوں کے تذکرے کی ضرورت ہے...... وہ اتنی محترم شخصیات نہیں...... کہ ہم خدا کے گھر میں ان کے تذکرے کریں۔

نماز کی فرضیت:

وہاں ایک اہم بات بڑی عجیب جو آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں...... وہ یہ کہ ایک دفعہ بھٹو نے مفتی محمود مرحوم " سے کہا...... کہ مفتی صاحب کیا مصیبت پڑ گئی ہے...... کہ جب آذان کا ٹائم آتا ہے...... آپ کھڑے ہوتے ہیں...... یہاں آذان دیتے ہیں...... نماز پڑھتے ہیں...... ہمیں بھی آپ کے پیچھے ساتھ پڑھنی پڑتی ہے...... کیا اچھا تھا پچاس نمازیں ہوتیں...... تم نمازیں پڑھتے رہتے...... ہم حکومت کرتے رہتے...... یہ ہنسنے کی بات نہیں...... کفر کا کلمہ ہے...... یعنی اس کے نزدیک نماز مولویت یا اسلاف کا حصہ ہے...... کسی چوہدری اور وڈیرے کا حصہ نہیں...... حالانکہ نماز مسلمان کا حصہ ہے...... داڑھی والے کا حصہ نماز نہیں...... مولوی کا حصہ نماز نہیں...... ہر وہ شخص جو پیغمبر ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے...... اس کے ذمے نماز فرض ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... بچہ جب سات سال کا ہو اسے نماز پڑھنے کو کہو...... جب دس سال کا ہو جائے تھپڑ مار کے اسے نماز پڑھاؤ...... اور فرمایا اس کے بعد اسے بستروں سے جدا کر دیا کرو...... (۱) اس لیے کہ وہ قریب البلوغ ہو جاتے ہیں...... اس لیے ان کو علیحدہ سلایا کرو...... بچوں کے ساتھ نہ سلایا کرو"

---

(۱) مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ص ۵۸ ج ۱)

اللہ کے نبی ﷺ کا حکم تو یہ ہے..... کہ بچہ سات سال کا ہو ترغیب سے کہو..... یہ پچھلے دنوں کلفٹن کے ایک جامعہ اسلامیہ میں حملہ ہوا تھا..... آپ کو یاد ہے..... حکومت نے اس مدرسے کو تالے لگا دیے تھے..... وہاں ایک عظیم الشان جامع مسجد بنی ہوئی تھی..... جو ضیاء الحق کے زمانے میں بنی..... بھٹو کے دور میں وہاں مسجد تین دفعہ بننے کا منصوبہ بنا..... تو اس نے کہا..... داڑھی والوں کے لیے نہ یہاں کوٹھی کی جگہ ہے..... اور نہ مسجد کی ہے..... چنانچہ اس نے اس مسجد کو مسمار کرادیا تھا..... بعد میں ضیاء الحق کے زمانے میں وہاں مسجد تعمیر ہوگئی..... مسجد کیا تعمیر ہوئی..... ایک بہت بڑا مدرسہ جامعہ اسلامیہ کلفٹن میں بن گیا..... تین سو طالب علم وہاں پر قرآن وحدیث کا علم حاصل کرر ہے تھے..... اس موجودہ ارباب اقتدار طبقے کا دماغ خراب ہوا..... اس نے کہا باپ کے نقش قدم پر چلنا ہے..... اس نے مسجد کو اگر ختم کرایا..... تو چلو میں تالے ہی لگا دوں..... اور میں یہ سمجھتا ہوں..... کہ اس نے پہلا پتھر پھینکا تھا..... کہ دیکھوں یہ مدارس والے کرتے کیا ہیں..... اس نے وہی کام کیا..... جو اس کے بڑے کیا کرتے تھے..... مدرسے کو تالے لگوادیے..... وہاں کے علماء اور طلباء کو اللہ جزائے خیر عطاء کرے..... کہ ان لوگوں کو جن کی محنتیں کارگر ہوئیں..... انہوں نے تین دن کا الٹی میٹم دیا..... تو دوسرے دن حکومت کو مدرسہ کھولنا پڑا..... حکومت مدرسہ کھولنے پر مجبور ہوگئی..... طلباء سڑکوں پر بیٹھ گئے..... رات کو باہر پڑے رہے..... کراچی جیسے شہر میں جہاں اکیلے سکون کے ساتھ کوئی آدمی گزر نہیں سکتا..... ہر طرف گولیاں برستی ہیں..... لیکن انہوں نے اس بات کی پرواہ نہ کی..... کھلے میدان میں آسمان کے نیچے بیٹھے رہے..... رات کو وہیں پر پڑھتے رہے..... حکومت ادارہ کھولنے پر مجبور ہوگئی..... انہوں نے اس مدرسے کو کھول دیا۔

تحفہ نماز کی مقبولیت:

میں بتانا یہ چاہتا تھا...... کہ پانچ نمازوں کا تحفہ یہ معراج کی رات ملا ہے...... لیکن اس تحفے کو وہی قبول کرے گا جو مؤمن ہوگا...... کافر نہیں قبول کرے گا...... اس لیے میری آپ سے درخواست ہے...... کہ پانچ نمازوں کا اہتمام کیا کریں...... اس لیے کہ یہ اس امت کا تحفہ ہے۔

اللہ مجھ کو اور آپ کو ہم سب کو معراج کے تحفے اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نماز تحفہ معراج

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَم...... ٥ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ...... ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ......یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ٥ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ٥ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَاُعْطِیَ خَوَاتِیْمُ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ ......(۱) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ ٥ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ٥ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ ٥وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمہید:

لائق صد تعظیم وتکریم...... قابل احترام بزرگو......دوستو......اور بھائیو......!

آج کے خطبہ میں آپ حضرات کے سامنے ''تحفہ معراج'' یعنی نماز کی فضیلت واہمیت کے حوالے سے گفتگو کروں گا...... میں نے جس آیت کریمہ کا سہارا لیا ہے...... وہ قرآن کریم میں اہل ایمان کو دوسرا خطاب ہے......یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... کہہ کر خطاب کیا ہے...... وہ آیت مبارکہ ہے...... جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے......اس آیت کا تعلق

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۹ ج ۲

غزوہ بدر کے شہداء کے ساتھ ہے...... جنگ بدر میں جب مسلمان تین سو تیرہ تھے......اور مشرکین ایک ہزار تھے......ان کا مقابلہ ہوا......تو اللہ نے اہل ایمان کو فتح دی......اور کفار شکست خوردہ ہوئے۔

یہ ایک لازمی امر ہوتا ہے......کہ جب دو قومیں آپس میں ٹکراتی اور لڑتی ہیں...... بے شک کوئی شخص کامیاب ہو......یا ناکام ہو......بہر حال اس کا اسباب کی دنیا میں ظاہری طور پر نقصان ہر ایک کا ہوتا ہے......تو بدر کے موقع پر چند صحابہ کرام جن کی تعداد سات لکھی گئی ہے...... وہ شہید ہوئے......اور کفار کے بھی ستر مارے گئے......اور ستر گرفتار ہوئے...... جو مسلمان شہید ہوئے......ان کے متعلق منافقین نے ایک بات کہی......کہ دیکھو جی......! وہ لوگ مر گئے......نعمتوں سے محروم ہو گئے......دنیا کی زندگی ان کے لیے ختم ہو گئی......تمام آسائشیں ان کی ختم ہو گئیں...... بیوی بچے خاندان قبروں میں پڑے ہوئے ہیں...... جنگ کا اس لڑنے کا کیا فائدہ ہوا......؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے سوالات کا جواب ان آیات کریمہ میں اسی جگہ پر دیا......کہ جو اللہ کے راستے میں شہید ہوتے ہیں......قتل ہوتے ہیں...... ان کو مردہ نہ کہو......ہم نے ان کو عظیم زندگی دی ہے......جس زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے

اللہ کی معیت و مدد کا ساتھ:

پھر اس سے پہلے اہل ایمان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تسلی کے طور پر یہ حکم دیا...... کہ يَآاَيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا......اے ایمان والو......اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ......اللہ سے صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرو......!

اللہ کی معیت اور اس کی مدد ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے......ان لوگوں کے ساتھ ہے...... جو اللہ کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں......اس وقت دو

تین باتیں ان آیات کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں...... کہ صبر کس کو کہتے ہیں......؟ نماز کیا ہے......؟ صابرین کے ساتھ اللہ کی معیت اور مدد کیا ہوتی ہے......؟ جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہو جائیں...... تو انہیں مردہ کیوں نہیں کہنا چاہیے......؟ اور ان کی زندگی کس قسم کی ہوتی ہے......؟ اور پھر اسی آیت میں یہ ہے...... کہ اللہ اہل ایمان کو مختلف مراحل سے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے آزماتے ہیں...... وہ کون کون سے طریقے ہیں...... اور ان کو آزمانے کا اللہ کے ہاں کیا نظام ہے......؟ پھر آخر میں اہل ایمان کا نتیجہ بیان کر دیا...... کہ جو لوگ ان آزمائشوں میں پورے اترتے ہیں...... اللہ کی طرف سے کتنے بڑے اجر و ثواب والے ہیں۔

آزمائش کے وقت کیا کرنا چاہئے:

يَـآاَيُّهَـاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اے ایمان والو......! اللہ سے مدد حاصل کرو...... اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہر مشکل میں اعانت اور اس کی مدد طلب کرو۔

اس کے دو ہی طریقے ہیں...... ایک تو یہ ہے...... کہ جب بھی کوئی آزمائش تم پر آئے...... تو اس پر صبر کرو...... اور صبر کے ساتھ ساتھ اللہ کے حضور نماز ادا کرو

صبر کے درجات:

تفسیر ابن عباس میں یہ ہے...... کہ صبر کے تین درجے ہیں...... کہ نیکی کے لیے طبیعت نہ چاہے...... اور اس نیکی کو کرنا...... یہ بھی صبر کا ایک درجہ ہے...... صبر کا معنی ہے جم جانا...... رک جانا...... مڑ جانا...... اور یہ صبر جم جانے کے معنی میں اور رک جانے کے معنی میں یہ قرآن میں ہے...... نبی کریم ﷺ کو اللہ نے حکم دیا...... وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ اے پیغمبر ﷺ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھیے...... ٹھہرائے

رکھے...... جو ایمان والے ہیں...... یعنی جماعت صحابہ یعنی آپ اپنے آپ کو ان سے جدا نہ کریں...... اور ان کو اپنے آپ سے جدا نہ کریں...... حق بات پر جم جانا...... اس کو صبر کہتے ہیں...... جس مؤقف کو تم صحیح سمجھتے ہو...... حق سمجھتے ہو...... سچ سمجھتے ہو...... اس کے اوپر ٹک جانا...... اور پکا ہو جانا...... حالات و حادثات کچھ بھی ہو جائیں...... کسی مخالف کی پرواہ کیے بغیر کسی کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنا...... اس کو صبر کہتے ہیں ...... اور اس کے تین درجے ہیں...... سب سے پہلا درجہ یہ ہے...... کہ نیکی کرنے پر صبر کرو...... طبیعت اس وقت نہیں چاہتی...... دل پریشان ہے جی اس عبادت کی طرف مائل نہیں ہو رہا...... تو آپ اگر نیکی کریں گے...... تو یہ آپ ایک صبر کا مقام حاصل کر رہے ہیں

صبر کا پہلا درجہ:

مثال کے طور پر سخت سردیوں کے عالم میں گرم نرم بستر میں صبح کے وقت آدمی پڑا ہوا ہے...... اور پانی ٹھنڈا یخ ہے...... جی نہیں چاہتا...... کہ اس وقت اٹھوں اور وضو کروں نماز پڑھوں...... اب یہ نیکی کرنا...... نیکی بھی ہو رہی ہے...... اور صبر کا ایک بہت بڑا مقام بھی حاصل کر رہے ہیں...... حدیث پاک میں آتا ہے...... کہ اللہ صبر کا سب سے بڑا بدلہ یہ عطا فرماتے ہیں...... کہ جو صابر ہے اللہ نے اس کے لیے جنت فرض کر دی ہے......(۱) فرمایا اس کا بدلہ ہی جنت ہے...... اس کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں...... نیکی کر کے اپنے آپ کو نیکی پر جمائے رکھنا...... یہ بھی صبر کا ایک درجہ ہے

صبر کا دوسرا درجہ:

دوسرا درجہ یہ ہے...... کہ برائی سے رک کر آدمی ٹھہر جائے...... رک جائے......

---

(۱) ان اللہ یقول اذا اخذت کریمتی عبدی فی الدنیالم یکن لہٗ جزاء عندی الا الجنۃ (ترمذی ص ٦٥ ج ۲)

اور برائی کے مواقع کے باوجود برائی نہ کرے...... یہ بھی ایک صبر کا درجہ ہے...... آپ اس کی بیسیوں مثالیں دے سکتے ہیں...... کہ ایک آدمی ایسا ہے...... کہ ایسے موقع پر موجود ہے...... اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے...... اس کو کوئی ٹوکنے والا نہیں ہے...... اسے برائی کرنے کی پوری طاقت ہے...... جو چاہے کر سکتا ہے...... لیکن اسے اس وقت صرف اللہ کا خوف مانع ہے...... اور اس نے اس چیز کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو برائی سے روک لیا ہے...... یہ ایک صبر کا بہت بڑا مقام حاصل کر رہا ہے۔

صبر کا تیسرا درجہ:

تیسری چیز یہ ہے...... کہ آنے والی کسی مشکل اور مصیبت میں اس مشکل اور مصیبت کو برداشت کرنا...... اور اس پر جمے رہنا...... یہ بھی صبر کا ایک بہت بڑا مقام ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ جو صابرین کو عطاء فرماتے ہیں...... گناہ سے رکنا...... صبر نیکی کا کرنا...... رب کی رضا پر راضی رہنا...... یہ صبر کی تین مشقتیں ہیں۔

امام مسلم نے مسلم شریف میں ایک روایت نقل کی ہے...... حدیث تو بہت بڑی ہے...... اس کو بیان کروں تو شاید سارا وقت اسی پر لگ جائے...... لیکن میں اشارۃً دو تین باتیں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں...... نبی کریم ﷺ نے امم سابقہ کے واقعات میں سے ایک واقعہ ارشاد فرمایا...... کہ تین آدمی ایک مرتبہ سفر پر جا رہے تھے...... اور سفر پر جاتے ہوئے امام نووی نے اس بات کو اپنی کتاب ''ریاض الصالحین'' میں امام مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا...... کہ تین آدمی سفر پر جا رہے تھے...... سفر کرتے ہوئے رات کو انہوں نے ایک غار کے اندر جا کر قیام کیا...... عجیب اتفاق یہ ہوا...... کہ اوپر پہاڑ سے ایک پتھر لڑھکتا ہوا نیچے آیا...... اور اس غار کے دہانے پر آ کے رک گیا...... اور غار کا

منہ بند ہو گیا...... تینوں آدمی اندر ہیں...... نہ ان کے پاس کھانے پینے کی چیز ہے...... نہ باہر نکلنے کا کوئی ذریعہ ہے...... غار کا منہ بند ہو گیا...... اب یہ تینوں آدمی جو وہاں موجود تھے...... ان تینوں نے کہا...... کہ ہم میں سے ہر آدمی نے اگر اخلاص کے ساتھ کوئی کام کیا ہے...... کوئی نیکی کی ہے...... تو اللہ کی رضا کے لیے جو کام کیا ہے...... اس کام کا اللہ کو واسطہ دے...... اور اس عمل کو وسیلہ بنا کر دعا کرے...... کہ اللہ اس مصیبت کو ٹال دے۔

ان میں سے ایک آدمی نے دعا کی...... صبر کی ساری کیفیات ان واقعات میں آئی ہیں...... ایک نے کہا...... یا اللہ میں صاحب حیثیت ہوں...... میری ایک چچازاد بہن تھی...... رشتہ دار تھی...... وہ غریب تھے...... ان کے پاس کھانے پینے کی ساری چیزیں ختم ہو گئی تھیں...... وہ مجھ سے کچھ مانگنے کے لیے آئی...... تو اب میں نے اسے کہا...... کہ میں تجھے ایسے نہیں دیتا...... بلکہ میں نے اس کو گناہ پر آمادہ کیا۔

غربت کی پریشانی:

حدیث میں آتا ہے...... كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا......(۱) بعض دفعہ آدمی کو غربت اور دولت نہ ہونے کی پریشانی کفر تک پہنچا دیتی ہے...... بڑے بڑے گناہ آدمی اس کی وجہ سے کر بیٹھتا ہے...... اب اس لڑکی کو میں نے اس بات پر آمادہ کیا...... کہ تو مجھے گناہ کرنے دے...... کہا اچھا جو تیرا جی چاہتا ہے مجھ سے کر لے...... ہمیں کچھ کھانے پینے کی چیز ملنی چاہیے...... وہ کہتا ہے...... کہ میں نے جب اس کو گناہ کے لیے آمادہ کر لیا...... اور اس پر پورا قادر ہو گیا...... تیار ہو گیا...... اور وہ عجیب الفاظ ہیں...... کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہا...... حتیٰ کہ میں اس پر پوری قدرت حاصل کر چکا۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص۴۲۹ ج۱

تو اس وقت اس عورت نے مجھے ایک جملہ کہا......اِتَّقِ اللّٰہَ......اللہ سے ڈریں......اس کے یہ کہنے کی دیر تھی......کہ مجھ پر ایک دم اللہ کی عظمت وجلالت کا رعب اتنا طاری ہوا......کہ میرے پسینے چھوٹ گئے......میں نے اس کو کہا......اٹھ میں نے تجھے اللہ کے لیے معاف کر دیا ہے......اس کو چھوڑ دیا......اور جو کچھ اس کو میں نے دینا تھا......اس کو دیا......اور پھر وہ عورت چلی گئی......یہ کہہ کر اس نے دعاء مانگی......کہ یا اللہ یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے......کہ برائی پر اتنا آمادہ ہوا......اور اس کو تیار بھی کر چکا......ہم دونوں کے درمیان تیسری کوئی چیز فاصل نہیں ہے......اور روکنے والا کوئی نہیں ہے......اس وقت اللہ کا خوف ہی ایک ایسی چیز ہے......اللہ کی ذات ہی ایک ایسی چیز ہے......جس کی حضوری کے تصور سے گناہ سے رک رہا ہے......کہا اللہ یہ تیرے لیے میں نے کیا ہے......اس مصیبت کو ٹال دے......اس آدمی کے یہ جملے کہنے کے بعد پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔

والدین کی خدمت:

اب دوسرا آدمی جو ساتھ تھا......اس نے دعا مانگی......وہ بھی بڑی عجیب دعا ہے......یہ برائی سے رکنا ہے......یہ صبر کا ایک عجیب درجہ ہے......کہ مصیبت ومشکلات میں آدمی صبر کرے......تو اللہ بڑے بڑے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹال دیتا ہے......اس دنیا میں یہ ثواب اور یہ اجر ملتا ہے......آخرت کی نعمتیں تو علیحدہ ہیں......دوسرا دعا کر رہا ہے......کہ اے اللہ میرے والدین تھے......میں اپنے والدین کی خدمت کرتا تھا......اور بکریاں بھی چراتا تھا......شام کو واپس آتا......تو ان کا دودھ نکالتا......اور اپنے والدین کو میں دودھ پلاتا......ایک دن ایسا ہوا......کہ مجھے آتے ہوئے دیر ہوگئی......میں نے دودھ نکالا......دودھ کا پیالہ لے کر اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہوگیا......اور میرے والدین سو گئے......میرے چھوٹے چھوٹے بچے میرے پاؤں میں سسکتے بلکتے

روتے رہے...... اور ان کو میرے پاؤں پر زمین پہ نیند آ گئی...... بچوں کو اس لیے نہیں بلایا...... کہ ماں باپ پر ترجیح ہو جائے گی...... والدین کو اس لیے نہیں اٹھایا...... کہ ان کی نیند میں خلل نہ آئے...... اس انتظار میں رہا...... کہ میرے والدین اٹھیں...... اور اس دودھ کو پئیں...... اے اللہ یہ صرف میں نے تیری رضا کے لیے کیا...... حتی کہ فجر ہو گئی...... پوری رات اسی میں گزر گئی...... صبح والدین اٹھے...... میں نے ان کو دودھ دیا...... اور ان کے بعد اپنی اولاد کا میں نے خیال کیا...... یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے...... اے اللہ ہماری اس مصیبت کو اس کے صدقہ سے ہٹا دے...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پتھر کو اور ہٹا دیا۔

ایمان دار کاروباری کا عجیب واقعہ:

تیسرے نے جو جملہ کہا...... وہ بھی عجیب ہے...... وہ بھی صبر کی ایک قسم ہے...... کہ اللہ کی رضا پر راضی رہنا...... اس کے حکم کو پورا کرنا...... یہ بھی صبر ہے...... اس نے کہا...... میرا ایک ملازم تھا...... میرے پاس رہتا تھا...... میرے پاس کام کرتا تھا...... وہ کام چھوڑ کر بھاگ گیا...... اس کے کچھ پیسے میرے ذمہ رہ گئے...... اس کے پیسوں سے میں نے کاروبار شروع کر دیا...... کچھ جانور خریدے...... کچھ بکریاں لیں...... پھر وہ کام بڑھتا چلا گیا...... ایک وقت آیا...... کہ میرے پاس بہت بڑا مال ہو گیا...... گائے بکریاں اونٹ کافی سارے ہو گئے...... اب وہ ایک مدت گزرنے کے بعد سال دو سال گزرنے کے بعد پھر واپس آیا...... اور اس نے کہا...... آپ نے میرا قرض دینا ہے...... اتنے دن میں نے آپ کے پاس ملازمت کی تھی...... اتنے پیسے بنتے ہیں...... وہ مجھے آپ واپس کریں...... میں نے کہا یہ جتنے جانور کھڑے ہیں...... یہ سب کے سب تیرے ہیں...... تو لے جا...... اس نے کہا یہ میرے نہیں ہیں...... اس وجہ سے میں انہیں نہیں لے جاتا......

آپ مجھے میرے پیسے دیں ..... اب یہ اصرار کر رہا ہے..... کہ جانور میرے نہیں تیرے ہیں..... تو لے جا..... وہ کہتا ہے..... کہ میرے نہیں میں کیسے لے جاؤں..... میرے جتنے پیسے تھے..... اتنے ہی لوں گا..... اب اس پر ان کا آپس میں اصرار و تکرار رہا..... حتی کہ پھر اس نے اس کو سمجھایا..... کہ یہ جانور تیرے ہیں..... میں نے یہ یہ کام کیا تھا..... تیرے پیسوں سے میں نے یہ کاروبار کیا تھا..... اتنا نفع ہوا..... تو چونکہ اصل مال کا مالک ہے..... تیری اجازت کے بغیر میں نے یہ کام کیا تھا..... اس پر میرا کوئی حق نہیں..... یہ تیرا حق ہے..... تو ہی لے جا..... اس نے کہا..... اللہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا..... اس تیسرے آدمی کی دعا سے وہ پتھر اپنی جگہ سے کھسک کر ہٹ گیا.....(۱) یہ جو قرآن مجید کا ایک لفظ ہے..... اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اب آپ ان تینوں آدمیوں کو دیکھیں..... ان کے صبر کے مراتب دیکھیں..... ایک نے نیکی کر کے کتنا صبر کیا..... اتنی بڑی ساری جائیداد قربان کر دی..... دوسرے نے برائی سے رک کر کتنا بڑا صبر کیا..... تیسرے نے اللہ کے حکم کی پابندی میں کتنا بڑا صبر کیا..... اب ان تینوں صبر کے درجوں سے نتیجہ یہ نکلا..... کہ اللہ کی اتنی بڑی مدد آئی..... کہ جنگل ہے..... تنہائی ہے..... بیابان ہے..... پتھر غار کے سامنے آ کر پڑا ہے..... اس کو ہٹانے والا کوئی نہیں ہے..... ان کی اس نیکی کے صلہ میں اللہ نے یہ ساری مصیبت ہٹا دی ہے..... اس لیے ایک تو یہ ہے..... کہ ایمان والوں کو حکم دیا گیا..... کہ اللہ کی رضا پر راضی رہیں..... صبر کریں۔

---

(۱) ریاض الصالحین ص ۱۲، ۲۴ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

نمازی کیلئے چار انعامات:

اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ......دوسرا یہ ہے......کہ نماز کے ذریعہ سے اللہ سے مدد چاہیں...... یہاں صلوۃ سے مراد علماء نے نوافل لکھے ہیں......اس لیے کہ فرائض تو فرائض ہیں......فرض تو ذمہ داری ہے...... کہ ہر کلمہ پڑھنے والا اس کو ادا کرے... جب آپ نوافل کا اہتمام کریں گے......تو نوافل کی برکات سے اللہ کی مدد شامل حال ہوگی......فرائض کی ادائیگی کر کے تو آپ اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں...... اس کی وجہ سے آپکو وہ انعامات ضرور ملیں گے...... جیسے حدیث میں آتا ہے...... جو پانچ وقت پابندی سے نماز کا اہتمام کرے... اللہ اس کے لیے پانچ انعامات عطاء فرماتے ہیں...... (۱)رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں......(۲)عذاب قبر سے نجات عطاء فرماتے ہیں(۳)بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخلہ دیں گے... (۴)دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا......(۱)

پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جانا:

یہ سب کچھ ہوگا......لیکن دنیا میں اللہ کی طرف سے جو مدد کے فیصلے تمہارے ساتھ ہوں گے...... وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے اور نوافل کے اہتمام پر ہوں گے......اور ان نوافل کے اہتمام میں علماء نے لکھا ہے......کہ مشکل اوقات میں نبی کریم ﷺ نے جتنے نوافل ادا کیے......مثال کے طور پر بارش نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کے نبی ﷺ نے صلوۃ استسقاء پڑھی......صلوۃ کسوف و خسوف سورج اور چاند گرہن ہونے پر نبی کریم ﷺ نے نمازیں پڑھیں اب یہ ایک مشکل اور مصیبت ہے کہ جس کی وجہ سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔

---

(۱)فضائل اعمال مولانا محمد زکریا کاندھلوی ص:۳۹۴

نظام قدرت میں ایک عجیب نظام ہے...... کہ چاند بے نور ہو رہا ہے...... لوگ پریشان ہو رہے ہیں...... اب اس نماز کی برکت سے اللہ اس مصیبت کو ہٹا رہے ہیں...... یہ اللہ کی مدد شامل حال ہو رہی ہے...... اس طریقہ سے مختلف نوافل کے نبی کریم ﷺ نے فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔

نوافل کی برکت سے قربت الٰہی:

مثال کے طور پر جو شخص روزانہ اشراق کا اہتمام کرتا ہے...... اس کے جو فضائل حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں...... حج وعمرہ کا اجر ملتا ہے...... اس کی وجہ سے اللہ رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں...... جو شخص تحیۃ المسجد پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے...... تحیۃ الوضو کا اہتمام کرتا ہے...... حضرت بلال کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا...... کہ بلال یہ کیا چیز ہے...... کہ میں جب جنت میں تھا...... میں نے یہ دیکھا...... کہ میں چل رہا ہوں ...... اور میرے آگے کسی آدمی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوتی ہے...... جبرئیل سے پوچھا...... تو اس نے کہا...... کہ آپ کا بلال مکہ کی دھرتی پر چل رہا ہے...... اس کے جوتوں کی آواز آپ یہاں سن رہے ہیں...... پھر حضور ﷺ نے فرمایا...... بلال یہ تیرا کون سا عمل ہے...... جس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنا بڑا مقام عطاء کیا ہے......؟ تو جناب سیدنا بلال کہنے لگے...... کہ محبوب ﷺ اور تو مجھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی...... میں جب بھی وضو کرتا ہوں...... اور مسجد میں جاتا ہوں...... تو دو رکعت تحیۃ الوضو تحیۃ المسجد کا اہتمام کرتا ہوں...... یہ نوافل ایک ایسی عبادت ہے...... کہ جس کی وجہ سے اللہ کی قربت ملتی ہے...... آدمی اللہ کے قریب ہوتا ہے...... اور جب اللہ کی قربت مل جاتی ہے...... تو پھر اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے...... اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ...... اے ایمان والو مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ!

اللہ سے وصولی کرنے کا بہترین ذریعہ:

پھر نماز پر اگر ہم اپنے طور پر غور کریں......تو پوری کی پوری نماز سوائے اللہ سے مدد طلب کے اور کچھ ہے ہی نہیں......کہ ہر وقت بندہ کا رجوع اللہ کی طرف ہوتا ہے......الله اکبر......اللہ تو سب سے بڑا ہے......جب آدمی اپنی انکساری کا اظہار کر کے اللہ کی بڑائی کا اظہار کرتا ہے......اگر کسی دنیا کے بڑے کے سامنے چلے جاؤ اسے کہو......تو بہت بڑا آدمی ہے......آپ کی کیا بات ہے......آپ تو اتنے بڑے عظیم آدمی ہیں......اس کی توجہ یقیناً آپ کی طرف ہوگی......آپ کو دے گا......اگر بندہ جو خود بھیک مانگتا ہے......وہ آپ کی طرف اتنا مائل ہو جاتا ہے......جو احکم الحاکمین ہے......اس کے سامنے جب اللہ اکبر کہتے ہو......پھر رحمت کتنی مائل ہوگی۔

اللہ کی دربار میں آنے کا طریقہ:

علماء نے لکھا ہے......کہ نماز اللہ سے وصول کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے......پرانے دور میں ایک رواج تھا......کتابوں میں لکھا ہے......کہ جب کوئی گداگر فقیر کسی بادشاہ کی دربار میں کوئی چیز وصول کرنے کے لیے جاتا......تو اس بادشاہ کی دربار میں جانے کے اس کو آداب سکھائے جاتے تھے......اور ان آداب میں ایک ادب یہ ہوتا تھا......کہ جب تو بادشاہ کی دربار میں پہنچے......تو یہ میلا کچیلا سامان اور یہ گندی چیزیں جو تو نے لے رکھی ہیں......ان کو وہاں باہر رکھ دینا......ان کو اندر شاہی دربار میں نہ لے جانا......پھر اس کے بعد تو ہاتھ منہ دھو لینا......صاف ستھرا بننا......اور اچھا لباس پہننا......صاف ستھرا بن کر اچھا لباس پہن کر کسی اچھے کے پاس جانا......گندے بن کر جاؤ گے......تو پھر تمہیں اتنی عطا نہیں ہوگی......جتنی تم لینا چاہتے ہو......اب اس کے بعد اس آدمی کو نہلایا جاتا......اس کو سکھایا جاتا......کہ جب تم بادشاہ کے دربار میں پہنچو گے......تو تم نے پہلے

جا کر اس کی کبریائی اور عظمت کا تذکرہ کرنا ہے.....اس کی تعریف و توصیف کرنی ہے.....
اس تعریف میں تم نے تین باتوں کا خیال کرنا ہے..... پہلے اس کی تعریف کرنی ہے.....پھر
اپنا تعارف پیش کرنا ہے.....پھر اپنا مدعیٰ آخر میں پیش کرنا ہے.....ایسے جاتے ہی نہیں
کہنا.....کہ میں فلاں آدمی ہوں.....اور مجھے فلاں چیز دیدو..... مانگنے کا طریقہ ہمیشہ یہی
ہوتا ہے.....کہ پہلے جا کر آپ اس کو سلام کریں گے.....اپنا تعارف کرائیں گے.....کہ
میں فلاں آدمی ہوں.....میرا فلاں نام ہے.....فلاں جگہ سے آیا ہوں..... یہ تعارف
ہوگیا.....اب یہ آدمی اس کی تعریف کرتا ہے..... جس کے پاس جاتا ہے.....کہتا ہے آپ
بڑے خوش اخلاق ہیں.....بڑے صاحب کمال ہیں.....میں آپ کی اچھی تعریف سن کر
آپ کے پاس آیا ہوں.....اور میں یقین کر کے آیا ہوں..... کہ مجھے آپ یقیناً خالی واپس
نہیں بھیجیں گے.....اب پہلے یہ بات کہی جاتی ہے..... پھر اپنا تعارف کرایا جاتا ہے.
اور آخر میں آدمی اپنا مدعا پیش کرتا ہے.....کہ میں فلاں چیز کی بھیک مانگنے کے لیے آیا
ہوں..... مجھے فلاں چیز عنایت کر دی جائے۔

اب جب وہ دیتا ہے.....تو لینے کے بعد جانے کا یہ طریقہ نہیں.....کہ وہ اٹھاؤ
اور سلام و کلام کیے بغیر اٹھ کے بھاگ پڑو..... بلکہ اس کا طریقہ اس دور میں یہ ہوا کرتا
تھا.....اب بھی جو لوگ کہیں آداب شاہی بجالاتے ہیں.....اور سمجھتے ہیں..... وہ بھی اسی
طریقہ سے کرتے ہیں.....کہ اس سے اس چیز کو لینے کے بعد اس کے سامنے انکساری کی
انتہاء کر دیتے ہیں..... جھک جاتے ہیں.....اور بعض دفعہ جب آدمی جھکتا ہے.....تو جو
اس کا بڑا ہے.....کوئی شیخ ہو..... یا معلم اور استاد ہو.....یا بادشاہ ہو.....تو وہ اس کو تھپکی دیتا
ہے.....کہ بہت اچھے اچھا اچھا ٹھیک ہے.....تمہیں اور بھی دیں گے..... اسے خوش کرتا
ہے.....اب یہ بالکل سر زمین پہ ڈال دیتا تھا..... جناب اس کے تخت کے سامنے سرنگوں
ہوجاتا.....اور کہتا کہ آپ ہی میرے سب کچھ ہیں.....اب جو شخص کسی کے سامنے جھک

جائے... اور سر زمین پر رکھ دے... تو سنجیدہ لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے..... کہ اس کو پکڑ کر بٹھاتے ہیں... اور کہتے ہیں... یہ طریقہ اچھا نہیں..... سیدھا ہو کے بیٹھ.....! تو کہنا کیا چاہتا ہے... اب وہ باہر جاتا ہے..... پھر وہ ثناگوئی شروع کر دیتا ہے..... پھر اس کی مدح سرائی شروع کر دیتا ہے۔

آخر میں پھر وہ کہتا ہے... کہ جناب آپ نے جو عنایت کیا میں تو اس قابل نہیں تھا... لیکن میری یہ تمنا بھی ہے... یہ آرزو بھی ہے... اب جب وہ اٹھنے لگتا ہے... تو وہ کہتا ہے... اچھا میاں مانگنے کے لیے آیا تھا... تجھے خالی نہیں بھیجتا... یہ سب کچھ تجھے دیتا ہوں... تو لے جا... پہلے دور میں شاہی آداب یہ ہوا کرتے تھے... اللہ نے ان شاہی آداب کے مطابق اپنی بارگاہ میں آنے کا طریقہ سکھایا..... کہ جس وقت نماز کے لیے تم اللہ کی بارگاہ میں آتے ہو.... مسجد میں آنے سے پہلے وہ جو باہر وضو کی جگہ بنی ہوئی ہے... وہاں اپنی گناہوں کی ساری گودڑیاں پھینک دو... ان کو اندر لے جانے کی اجازت نہیں ہے..... یہ کیا ہے... میلے گندے ہو ہاتھ منہ کا دھونا اس لیے ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ .... اپنے ہاتھ منہ دھو کر تیاری کرو اب آپ نے ہاتھ منہ دھوئے وضو کر لیا... کپڑے صاف ستھرے پہن لیے... اب اپنے مالک کی دربار میں آئے ہو... آکر پہلے اس کی کبریائی بیان کرتے ہیں... اَللّٰہُ اَکْبَرُ... اللہ تو سب سے بڑا ہے... سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ... تیری ذات پاک ہے... وَبِحَمْدِکَ... تعریفیں تجھ کو زیب دیتی ہیں... وَتَبَارَکَ اسْمُکَ... تیرا نام برکت والا ہے..... وَتَعَالٰی جَدُّکَ... بزرگی تجھے زیب دیتی ہے... وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ... تیرے سوا کوئی معبود و مقصود نہیں۔

اللہ اور بندے کے درمیان کی تقسیم:

پھر آگے اللہ کی تعریف ہے۔۔۔۔۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔۔۔۔۔ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔۔۔۔۔ مَالِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔۔۔۔۔ تمام تعریفیں تجھے زیب دیتی ہیں۔۔۔۔۔ سارے جہانوں کا تو پالنے والا ہے۔۔۔۔۔ تو بہت بڑا مہربان ہے۔۔۔۔۔ نہایت رحم کرنے والا ہے۔۔۔۔۔ اے اللہ تو ہی تو قیامت کے دن کا مالک ہے۔۔۔۔۔ یعنی دنیا و آخرت کائنات کا سارا نظام تیرے ہی قبضہء قدرت میں ہے۔۔۔۔۔ اب اپنا تعارف کراتا ہے۔۔۔۔۔ کہ میں کون ہوں۔۔۔۔۔ جو تیری اتنی تعریف کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ وہ آدمی کہتا ہے۔۔۔۔۔ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ۔۔۔۔۔ مولا میں کوئی اور نہیں ۔۔۔۔۔ میں تیرا ہی بندہ ہوں۔۔۔۔۔ تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔۔۔۔۔ بندہ تیرا ہوں۔۔۔۔۔ اور تیرے دروازے پر آیا ہوں۔۔۔۔۔ تو بتا تجھ داتا کو چھوڑ کر میں کس کے دروازے پر جاؤں۔۔۔۔۔؟ تیرے دروازے کا منگتا ہوں۔۔۔۔۔ اور کون سی جگہ ہے۔۔۔۔۔ کہ جہاں پر جاؤں۔۔۔۔۔؟ جہاں مجھے کچھ ملے گا۔۔۔۔۔؟ اب اس کی طرف سے آواز آتی ہے۔۔۔۔۔ بلکہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔۔۔۔۔ کہ سورۃ الفاتحہ ایک ایسی عبادت ہے۔۔۔۔۔ یہ اللہ اور بندے کے درمیان تقسیم ہوتی ہے۔۔۔۔۔ جب آدمی کہتا ہے۔۔۔۔۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اللہ کہتے ہیں میرے بندے نے میری ثنا کی ہے۔۔۔۔۔ جب یہ کہتا ہے۔۔۔۔۔ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔۔۔۔۔ اللہ کہتے ہیں میرے بندے نے میری ثنا کی ہے۔

مَالِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔۔۔۔۔ اللہ کہتے ہیں۔۔۔۔۔ کہ میرا بندہ میری بزرگی بیان کر رہا ہے۔۔۔۔۔ جب یہ کہتا ہے۔۔۔۔۔ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ۔۔۔۔۔ اللہ کہتے ہیں۔۔۔۔۔ کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے ۔۔۔۔۔ عبادت وہ کرتا ہے۔۔۔۔۔ عبادت کے لائق میں ہوں ۔۔۔۔۔ مدد وہ مانگتا ہے۔۔۔۔۔ عطاء میں کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ اور جب یہ کہتا ہے۔۔۔۔۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۔۔۔۔۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ

وَلَا الضَّآلِّیْنَ ...... پوری دعا پڑھتا ہے...... تو اللہ فرماتے ہیں...... ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے...... کہ اللہ فرشتوں کو کہتے ہیں...... فرشتو...... !تم اس پر گواہ ہو جاؤ......(۱) میرے بندے نے جو کچھ مانگا ہے...... میں نے اسے عطاء کر دیا ہے...... اب یہ اللہ اور بندے کے درمیان بڑی عجیب سی محبت بھری گفتگو ہے...... منگتا داتا سے مانگ رہا ہے...... مخلوق اپنے خالق کے سامنے سرنگوں ہے۔

عبادت میں عاجزی اور انکساری کا اظہار:

بندہ اپنے آقا کو راضی کر رہا ہے...... اور اس کی تعریف میں کہہ رہا ہے...... اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ...... اے اللہ ہم عبادت بھی تیری کرتے ہیں مدد بھی تجھ سے مانگتے ہیں...... اس پر ایک نکتہ عجیب تفسیروں میں لکھا ہے...... اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے فوراً بعد وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہا...... ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں...... اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں...... کہ کہیں عبادت کرتے ہوئے تصور نہ ہو...... کہ عابد ہوں...... عبادت کر رہا ہوں...... میں ہی تو رب کے دروازے پر آیا ہوں...... کوئی اور آیا ہے......؟ میری ہمت ہے...... کہ میں عبادت کر رہا ہوں...... یہ تصور آیا تو عبادت برباد ہو جائے گی...... فوراً کہا...... اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ...... اے اللہ تیرے دروازے پر آکر میرا یہ عبادت کرنا...... اس میں میرا کوئی کمال نہیں...... اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ...... مدد تو ہی تو دے رہا ہے...... ان کو نہیں دی...... تو وہ دردر کے دھکے کھا رہے ہیں...... مجھے تو نے مدد دی ہے...... میں تیرے دروازے پر آگیا ہوں...... اس لیے عبادت کر کے بھی اترانا نہیں چاہیے...... اس میں عاجزی اور انکساری کا اظہار ہونا چاہیے...... اور پھر اس کے بعد اللہ کی طرف سے عطاء ہوتی ہے......

---

(۱) صحیح المسلم عن ابی ھریرۃ بحوالہ معارف القرآن

اور جب رب دیتے ہیں تو پھر آدمی رکوع میں جھک جاتا ہے... اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ... اب اس کی تقدیس بیان کر رہا ہے۔ تو عظمت والا ہے اب اللہ کی رحمت اور جوش میں آئی۔ اور اللہ کی رحمت کی تھپکی تمہیں ملی ... کہ میں تمہارا مالک اور داتا ہوں... تمہیں اور عطاء کرتا ہوں... اس لیے آدمی کہتا ہے... سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ... جس نے اللہ کی حمد بیان کی... تو اللہ نے اس کی حمد کو سنا ہے... میں تمہاری سن رہا ہوں... ایسی بات نہیں کہ تم مجھ سے مانگو۔ اور میں تمہیں عطاء نہ کروں۔ اب آدمی انکساری کی اخیر کرتا ہے... سر سجدہ میں ڈال دیتا ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی... تمام تعریفیں اس اللہ کو زیب دے رہی ہیں۔ جو سب سے اعلیٰ بلند و بالا ہے بہت بڑی عظمت والی ہستی ہے... اب اللہ کی شان کریمی اور جوش میں آئی اور اب رب ہی یوں پکڑ کے بٹھا لیتا ہے۔ اچھا اٹھ کے بیٹھ مجھ سے مانگ تو کیا مانگنا چاہتا ہے؟ اب بھی پھر اس نے کمی نہیں کی پھر کہتا ہے... اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔ زبانی عبادت مالی عبادت جانی عبادت یہ سب کی سب اللہ تیرا حق ہے۔ میں تیرے دروازے پر آیا ہوں... پھر اس کے بعد اللہ کے نبی ﷺ پر درود و سلام کا نذرانہ بھیجتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ پھر شہادت کے کلمے کہتا ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اب اللہ کی رحمت اور متوجہ ہے۔ تو پھر رحمت کائنات ﷺ پر درود و سلام اس لیے پڑھا جا رہا ہے۔ تاکہ میری عبادت کی تکمیل بھی ہو جائے۔ اور اللہ کے ہاں قبولیت کے لیے ضروری ہے۔ کہ اللہ کے محبوب پر درود پڑھا جائے۔ اب جب درود اس نے پڑھا ہے۔ تو پھر رب کے حضور اور دعائیں مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ حدیث میں تو بہت ساری دعائیں ہیں۔ رَبَّنَا اٰتِنَا پڑھ سکتا ہے۔ رب

جعلنی ... پڑھ سکتا ہے .... اسی طریقہ سے.....اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ..... پڑھ سکتا ہے۔ اسی طریقہ سے اور بھی حضور ﷺ نے مختلف قسم کی دعائیں بتلائی ہیں تو یہ سارے ہدیے اور تحائف اس نے لیے ہیں.....اب اس کے بعد یہ آدمی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے..... کہ اے اللہ یہ تیری نعمتیں اور رحمتیں ہیں..... رحمتیں میں لے جا رہا ہوں۔

صبر کے دامن کو نہ چھوڑنے کے فوائد:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ . اے ایمان والو! مصائب آئیں تو صبر کرو.....نیکی کرنے کا موقع ہے.....طبیعت نہیں چاہتی تو نیکی کر کے صبر کرو..... برائی سے رکنے کا وقت آیا ہے.....طبیعت برائی کی طرف مائل ہے.....اس سے صبر کرو..... پھر ہر حال میں اللہ کے حضور پھرتے رہو.....تم اپنے رب کے دروازے پر اتنا جھکو گے.....اور پھر صبر کا دامن نہ چھوڑو گے.....تو پھر اللہ اس کا بدلہ یہ دیں گے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ .....نماز اور صبر والوں کے ساتھ اللہ کی معیت شامل حال ہو جاتی ہے.....صحابہ کرام کے ایک دو نہیں بیسیوں واقعات مولانا محمد یوسف صاحب نے حیات الصحابہ میں اور مولانا زکریا نے ''حکایت الصحابہ'' میں میں نقل کیے ہیں اور ''سیرت الصحابہ'' یہ بہت بڑی آٹھ جلدوں میں کتاب ہے.....اس میں بھی کئی صحابہ کے واقعات اس قسم کے ہیں.....جنہوں نے صبر اور نماز کے ذریعہ سے بڑی بڑی مشکلات میں اللہ کی مدد حاصل کی ہے۔

عبدیت کا اظہار:

یہ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے..... کہ اللہ بندہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں . ایک روایت میں آتا ہے .....ایک صحابی غالباً حضرت عبداللہ بن عباس سفر میں تھے

دوران سفر ایک خچر ان کے پاس تھا...... اس پر انہوں نے اپنا سامان لادا ہوا تھا...... ایک جگہ سفر کے دوران وہ مر گیا...... ساتھیوں نے کہا...... کہ آپ اپنا سامان ہمارے ساتھ رکھ لیں...... ہماری سواریوں پر لادلیں...... اور سفر کریں...... تو انہوں نے بڑا عجیب جملہ کہا...... فرمانے لگے...... جس اللہ نے اس کو پہلی زندگی دی تھی...... وہ اس کو دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے...... اگر اللہ عزیر کے اس جانور کو جس پر ان کا کھانا اور سامان تھا...... جس گدھے کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا ہے...... اگر مالک اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے...... تو میں تو محمد کا غلام ہوں...... اللہ کی وہ رحمت میرے ساتھ بھی شامل حال ہوگی...... جناب سیدنا عبداللہ بن عباس اٹھے...... دو رکعت نماز نفل پڑھی...... ساتھیوں کو کہا...... تم جاتے ہو تو بے شک چلے جاؤ...... میں اپنا سامان اپنے جانور پر لادوں گا...... اب نماز ابن عباس کی ہو...... آپ کی اور میری نہ ہو...... کہ ہماری نماز میں تو سارا کاروبار اور حساب وکتاب ہی نماز میں ہوتا ہے...... ہماری نماز میں عبادت ادھر ہو رہی ہوتی ہے...... تصور ساری دنیا کا ہوتا ہے...... دماغ کہیں ہے...... ہاتھ کہیں ہے...... آنکھ کہیں ہے...... سوچ کہیں ہے...... اب ایسی عبادت اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے...... عبادت کا مفہوم ہی یہ ہے...... کہ عبادت عبد سے ہے...... کہ بندہ اپنے مالک کے سامنے ایسے کھڑا ہو...... کہ اس میں اپنی عبدیت کا اظہار کرے...... کہ تو میرا مالک ہے...... میں تیرا عبد غلام ہوں...... تیری مرضی کے بغیر میری ایک حرکت نہیں ہو سکتی...... اس طریقہ سے عبادت کرے گا...... تو اجر ملے گا...... اور اگر اس طریقہ سے عبادت نہیں ہے...... تو پھر وہ اوٹھک بیٹھک تو ہے...... یوں کہہ لو کہ ظاہراً آپ نے فرض تو ادا کیا ہے...... عبادت کا کمال نہیں حاصل کر سکتے...... جناب عبداللہ بن عباس نے نماز پڑھی...... اور نماز پڑھنے کے بعد دعاء مانگی اور ان کی دعاء ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ ان کا مردہ گدھا زندہ ہو گیا اپنے جانور پر انہوں نے اپنا سامان لادا اور رخت سفر باندھا اور اگلی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

نماز کے ذریعہ سے اللہ کی مدد کے سینکڑوں واقعات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں..... صرف آدمی کو عملی زندگی کی اس حوالہ سے ضرورت ہے..... کسی آیت کسی حدیث کسی واقعہ کو بھی بیان نہ کیا جائے..... تو یہ بات کم ہے..... کہ اللہ اہل ایمان کو کہتے ہیں..... کہ مجھ سے اگر تم اپنی مشکل میں مدد حاصل کرنا چاہتے ہو..... تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے..... کہ میرے دروازے پر آ ؤ میرے سامنے جھکو۔

مشکل میں سب سے پہلے کیا کرنا چاہئے:

ہمارے ہاں نظام بالکل اللہ کے نظام کے خلاف ہے..... اللہ کا نظام یہ ہے..... کہ بندے کو جب بھی مشکل پڑے..... سب سے پہلے اللہ کی دربار میں آئے..... اللہ کے حضور جھکے سجدہ ریز ہو جائے..... دعاء مانگے..... اور پھر اس کے بعد عالم اسباب سب کی دنیا میں اسباب کے طور پر جتنی چیزوں کو شریعت نے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے..... ان کو استعمال کرے..... اللہ تبارک وتعالیٰ اسباب بنا کر دیتے ہیں۔

لیکن ہمارا نظام بالکل الٹا ہے..... ہم پہلے اسباب کی طرف دوڑتے ہیں ..... ان کے پیچھے بھاگتے ہیں..... ان کو مشکل کشا سمجھتے ہیں..... ان سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرواتے ہیں..... جب کہیں سے کام ہوتا ہوا نظر نہیں آتا..... تو آخری سیڑھی ہماری یہ ہوتی ہے..... کہ چلو یار اب رب سے مانگیں۔

بیماری اور مصائب کو ٹالنے کا نبوی نسخہ:

اب اللہ کی منت کریں..... مثال کے طور پر صحابہ کرام میں عادت تھی..... اگر کوئی آدمی بیمار ہو جاتا..... تو وہ سب سے پہلے نوافل پڑھ کر اللہ کے حضور دعاء کرتے تھے اور ان کو یقین ہوتا تھا ہماری عبادت سے ہماری بیماریاں ہماری مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

دوسرا درجہ یہ ہے..... کہ حضور ﷺ نے فرمایا..... اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ

الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ ......(۱)صدقہ سے مشکلات ٹل جاتی ہیں پھر اس کے بعد وہ صدقہ خیرات کرتے تھے...... مصیبت ان کی دور ہو جاتی تھی۔

تیسرے درجہ میں دوائی کا علاج بھی سنت رسول ہے...... سنت کے درجہ میں سنت سمجھ کر دوائی لیتے تھے...... ضرورت سمجھ کر نہیں...... دوائی کو وہ آخری درجہ دیتے تھے...... دعا کو پہلا درجہ دیتے تھے...... خیرات کو وہ دوسرا درجہ دیتے تھے...... ہمارا نظام بالکل الٹ ہے...... تھوڑی سی تکلیف ہوئی...... میرے ذہن میں آتا ہے...... کہ میں کس ڈاکٹر کے پاس جاؤں...... جس کی وجہ سے میں شفاء یاب ہو جاؤں...... اس سے دوسرا قابل ہے...... اس سے وہ اور قابل سمجھ کر سب سے گھوم پھر کر ہم کہتے ہیں...... چلو یار کوئی صدقہ خیرات کرو...... شاید وہ اس مصیبت کو ٹال دے...... یہ دوسرا درجہ ہمارا آ گیا...... اب جب صدقہ وخیرات سے بھی ہمارا کام نہیں ہوتا...... تو اب آخری مرحلہ یہ ہوتا ہے...... کہ اب تو اللہ سے رابطہ کریں...... اللہ کے حضور درخواست کرتے ہیں...... حضرت اب آپ ہی دعاء کریں...... اللہ ہی یہ مصیبت ٹالے...... ورنہ ہم سے یہ مصیبت ٹلنے والی نہیں...... یہ اللہ کو ہم نے سب سے آخری درجہ پر رکھا ہوا ہے...... جبکہ وہ ہماری شہ رگ کے زیادہ قریب ہے...... یہ تو نظام میں جو ہم نے تبدیلی پیدا کی ہے...... کہ رب کا نظم ہم نے بدلنے کی کوشش کی ہے...... اس کی وجہ سے ہم اللہ کے نزدیک بہت بڑے مجرم ہیں...... قرآن مجید نے اولیت ہی اس کو دی ہے...... کہ سب سے پہلے اللہ کے نظام میں آنا ہے...... تو اللہ کی ترتیب یہی ہے...... اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ...... اللہ کی مدد حاصل کرنا چاہتے ہو...... تو نماز اور صبر کے ساتھ اس کی مدد حاصل کرو...... ہم اس کو سب سے آخر میں لے جاتے ہیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص۱۶۸ ج۱

اس لیے اپنے اس نظام کی ترتیب صحیح کریں۔۔۔۔میرے والد مرحوم کا جب انتقال ہوا۔۔۔۔تو غالباً ۹ محرم الحرام کی عصر کا وقت تھا۔۔۔۔اذانیں ابھی عصر کی ہوئی تھیں۔۔۔۔تو میں ان کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔تو جونہی ان کی روح پرواز ہوئی۔۔۔۔تو ظاہر ہے۔۔۔۔کہ ہر آدمی کو جدائی پر جو کیفیت ہوتی ہے۔۔۔۔آنکھوں میں آنسو بھی تھے۔۔۔۔اور آواز بھی نکلتی ہے۔۔۔۔میری خالہ میرے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔۔اب وہ فوت ہو گئیں۔۔۔۔اللہ ان کے درجات بلند کرے۔۔۔۔فوراً مجھے پکڑ کر کہا۔۔۔۔جلدی کھڑے ہوں۔۔۔۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔۔۔۔پڑھ کر صبر کریں۔۔۔۔اور مصلیٰ بچھا کر دو رکعت نماز شکرانے کی ادا کریں۔۔۔۔کہ اللہ نے مسلمان کی حیثیت سے ایمان پر موت عطاء کی ہے۔۔۔۔اللہ اللہ کرتے ہوئے ایمان کی حالت میں اور بیماری کی حالت میں اور ان کی زبان سے کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا تھا۔۔۔۔جس کے بارے میں آدمی کہے۔۔۔۔کہ کفر یہ کلمہ تھا۔۔۔۔اللہ اللہ کرتے ہوئے زبان رکی ہے۔۔۔۔اور اسی حالت میں موت آئی ہے۔۔۔۔تو اس پر تم اللہ کا شکر ادا کرو۔۔۔۔اور آپ یقین کریں۔۔۔۔اسی وقت میں نے مصلیٰ بچھایا۔۔۔۔باوضو تو پہلے ہی تھا۔۔۔۔کیونکہ ان کے سرہانے بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا۔۔۔۔اس خالہ کے کہنے سے میں نے نوافل پڑھیں۔۔۔۔تو ان نوافل کی وجہ سے جو دل کو تسکین ملی۔۔۔۔ان دو رکعتوں کے پڑھنے میں جو لذت محسوس ہوئی ہے۔۔۔۔شاید بڑے بڑے مشکل مقامات پر جب اپنے لیے نماز پڑھی ہے۔۔۔۔وہ کیفیت محسوس نہیں ہوئی۔۔۔۔جو اس وقت محسوس ہوئی ہے۔۔۔۔کہ جب کوئی مصیبت آئے۔۔۔۔اس وقت اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

یہ آیات غزوۂ بدر کے موقع پر اتری ہیں۔۔۔۔غزوۂ بدر کی یہ جو رات تھی۔۔۔۔اس پوری رات کو صحابہ کرام کہتے ہیں۔۔۔۔کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔۔۔۔اور حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے آنسوؤں:

ابوبکر کہتے ہیں...... کہ میں حیران تھا...... اللہ کے نبی ﷺ کا سر سجدہ سے نہیں اٹھا...... جس پتھر پر رسول اللہ ﷺ سجدہ کررہے تھے...... رسول اللہ ﷺ کے اتنے آنسو بہے ...... کہ ان آنسوؤں کی وجہ سے وہ پتھر پانی سے تر ہوگیا...... تو نبی کریم ﷺ پوری رات نوافل بھی پڑھ رہے ہیں...... اللہ سے دعا بھی مانگ رہے ہیں...... اور صبر کا مقام یہ ہے...... کہ تین سو تیرہ نہتوں کو بے سروسامان لے جاکر ہزار کے مقابلہ میں کھڑا کردیا...... اللہ نے اس کا جو بدلہ عطا کیا وہ یہ ہے...... کہ ستر جہنم رسید ہوئے ستر گرفتار ہوئے...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تھوڑوں کو ہزاروں پر غلبہ عطاء کیا...... یہ اللہ کی طرف سے سب سے بڑی مدد ہے یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

اللہ کے راستے میں قتل ہونے والے:

آگے فرمایا...... وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ...... اے ایمان والو......! جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں...... اس قتل ہونے والے انسان کو تم مردہ نہ کہو...... بلکہ وہ زندہ ہے...... وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ...... لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے...... یہ قتل ہونے والوں سے مراد شہداء ہیں۔

توجہ کریں......! قرآن مجید میں چار مقامات ہیں...... جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے منعم علیھم انعم والے لوگ کہا ہے...... انبیاء صدیقین شہداء صالحین سب سے پہلا درجہ انبیاء کا ہے...... دوسرا درجہ صدیقین کا ہے...... تیسرا درجہ انبیاء کا ہے...... چوتھا درجہ صالحین کا ہے ......یعنی نیک لوگوں کا ہے...... نبی اس ہستی کو کہتے ہیں...... کہ جس کو اللہ چنتے ہیں اور اسپر وحی بھیجتے ہیں...... انسانوں کی ہدایت کے لئے اسکو مبعوث کرتے

ہیں......وہ سلسلہ جناب آدم سے شروع ہو کر امام الانبیاء محمد رسول اللہ پر ختم ہو گیا......اب حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی دنیا میں نہیں آئے گا......صدیقین ہر اس ہستی کو کہتے ہیں...... جو ہر نبی کی تصدیق کے لئے اللہ منتخب کرتے ہیں...... جب بھی کوئی نبی آتا ہے......تو اس نبی کی نبوت کی تصدیق کے لئے ایک آدمی اللہ اس کی نبوت میں سے تیار کرتے ہیں...... جو سب سے پہلے اس نبی کی تصدیق کرتا ہے...... اس تصدیق کرنے والے کو صدیق کہا جاتا ہے...... جیسے نبوت خدا کا انتخاب ہوتا ہے...... ایسے ہی صداقت بھی اللہ کا انتخاب ہوا کرتی ہے...... ہر نبی کا ایک صدیق تھا......تو ہمارے نبی کے جو صدیق ہیں......وہ ابوبکر ہیں......اس لئے ان کو صدیق اکبر کہا جاتا ہے...... کہ جیسے حضور ﷺ انبیاء کے سردار ہیں......ایسے یہ ابوبکر ہر نبی کے صدیق کا سب سے بڑا سردار ابوبکر صدیق ہیں......اس سے بڑا سچا کائنات میں صدیق اور کوئی نہیں...... نبوت بھی اللہ کا انتخاب ہے......اور صداقت بھی اللہ کا انتخاب ہے......اور یہ صداقت بھی اللہ کا انتخاب ہے...... نبی اعلان نبوت کے لئے آتا ہے......اور صدیق اس نبوت کی تصدیق کرنے کیلئے آتا ہے...... جب حضور ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی......تو صدیقین کا سلسلہ بھی ابوبکر صدیق پر ختم ہو گیا......اب کوئی نیا صدیق اس کائنات میں نہیں آئے گا...... ہاں یہ ہوگا...... کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ان صدیقین کی صفوں میں تیار ہوں گے......کھڑے کر دیے جائیں گے......اللہ ان کو اعزاز دے گا...... جیسے حدیث میں آتا ہے...... کہ سچے تاجر قیامت کے دن انبیاء صدیقین شہداء کے ساتھ اٹھائے جائیں گے......تو ان کے ساتھ اٹھایا جانا اور بات ہے......لیکن صدیق کوئی نہیں بنے گا......آخری صدیق ابوبکر صدیق ہیں...... جیسے حدیث میں آتا ہے...... کہ جو آدمی ہر وقت سچ بولے اور سچ کی عادت اپنا لے......حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا......اللہ کے ہاں وہ صدیق لکھا جاتا ہے......یعنی ان کی لسٹ میں لکھ دیا جاتا ہے......لیکن وہ صدیق نہیں بنتا......صدیق اس وقت بنے گا...... جب وہ کسی نبی کی

پہلے پیروی کرے گا...... اور وہ سلسلہ چونکہ حضور ﷺ پر ختم ہو گیا...... اس لئے صدیقین کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا...... دو طبقے ایک شہداء اور دوسرا صالحین کا باقی رہے۔

شہید کسے کہتے ہیں:

شہید عربی کا لفظ ہے...... جس کا معنی ہوتا ہے گواہ...... چونکہ یہ لفظ شہادت سے ہے...... شہید کو شہید بھی اس لئے کہتے ہیں...... کہ وہ اپنی جان دے کر گواہی دیتا ہے...... کہ میں اپنے مئوقف میں سچا ہوں...... اس لئے اس کو شہید کہا جاتا ہے...... شریعت کی اصطلاح میں اس کو شہید کہا جاتا ہے...... جو اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے کفر کا مقابلہ کرتے ہوئے زخمی ہوا...... یا بروقت مر گیا...... یا اس زخمی ہونے کی حالت میں وہاں نہ شہید ہوا...... بعد میں وہ فوت ہو گیا...... اور ان زخموں کی وجہ سے فوت ہوا...... تو اس کو شرعاً شہید کہا جاتا ہے...... اس کے علاوہ شہادت کی اور کئی قسمیں ہیں۔

حقیقی شہید:

مثال کے طور پر نبی کریم نے ارشاد فرمایا...... حقیقی شہید تو وہ ہے...... کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہوا...... اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے...... کہ احکامات الٰہیہ کا یہ مکلّف ہو...... یعنی عاقل و بالغ ہو...... سمجھدار ہو...... بالغ ہو...... مسلمان ہو...... مرد ہو یا عورت ہو...... کفر کے مقابلے میں دین کی سر بلندی کے لئے اپنی جان پیش کر دے...... اس کو شہید کہتے ہیں...... اس کے کچھ احکامات عام لوگوں عام مردوں سے ہٹ کر ہیں...... وہ بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں...... ان احکامات میں سے ایک حکم یہ بھی ہے...... کہ جو میدان جہاد کا شہید ہے...... میدان جہاد میں بوقت جہاد شہید ہوا ہے...... اس کے لئے حکم یہ ہے...... کہ اس کو غسل بھی نہ دیا جائے...... اور جن کپڑوں میں شہید ہوا ہے...... ان خون آلود کپڑوں میں ہی اسے کفن دیا جائے...... یعنی ایک اور کپڑا

کفن کا اس کے اوپر دے دیا جائے ......اور یہی کپڑے جن کپڑوں میں اس نے جام شہادت نوش کیا...... یہ خون آلود کپڑوں سمیت اس کو زمین میں دفن کر دیا جائے......اللہ کے ہاں اس کے یہ کپڑے بھی قیمتی ہیں......اس پر لگنے والا خون بھی قیمتی ہے......اس کو غسل اس لیے نہ دیا جائے......کہ اس نے شہادت کے خون میں نہا لیا ہے......اس کا خون ہی اتنا پاکیزہ اور مقدس ہے......کہ دنیا کا کوئی پانی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا......اب اور کون سا پانی ہوگا...... جو اس کو اور پاک کر سکے......کہ اس نے اپنے ایمان کی شہادت کے ساتھ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے خون سے اپنے آپ کو نہلا کر اللہ کے حضور پیش کر دیا ہے......تو اس نہانے کا مقابلہ دنیا کا اور کوئی غسل نہیں کر سکتا۔

شہداء کی اقسام:

اس کے علاوہ حدیث پاک میں آتا ہے...... حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا......کہ کوئی سات یا آٹھ درجہ کے لوگ ہیں......کہ اگر اُن کو موت آجائے......تو ان کو بھی اللہ قیامت کے دن شہداء کی لسٹ میں شامل کرے گا......مثال کے طور پر کوئی آدمی طاعون کی بیماری میں یا کسی وبا کی بیماری میں فوت ہو گیا......ان کو غسل دیا جائے گا......کفن دیا جائے گا......لیکن اللہ قیامت کے دن ان کو شہیدوں کی لسٹ میں ضرور اٹھائیں گے...... اسی طریقہ سے ایک آدمی بیٹھا تھا......اچانک اس کے اوپر دیوار آ پڑی......یا کسی حادثہ میں مر گیا......تو یہ بھی شہید کہلائے گا......یا یہ ہے......کہ کسی چوٹ کی وجہ سے مرا......فائرنگ ہو رہی تھی......کسی نے اس کو مار دیا ہے......یا مظلوماً قتل کر دیا گیا ہے......یا یہ ہے......کہ کہیں گاڑی کی ٹکر ہوئی ہے......یا کسی حادثہ میں مر گیا ہے...... یہ سارے کے سارے شہداء کے درجے میں ہیں۔

اسی طریقہ سے کوئی عورت حاملہ تھی......اس حمل کی وجہ سے وہ فوت ہو گئی......یا

بچہ کو جنم دیا تھا...... اور ابھی اس کے ایام نفاس تھے...... اس کو زچگی کیس کے بعد خون آتا ہے...... ابھی خون ختم نہیں ہوا تھا...... اس دوران اگر وہ فوت ہو جاتی ہے...... تو اس کو بھی شہیدوں کے درجے میں اللہ کے ہاں لکھا جائے گا...... اسی طریقہ سے حدیث کی کتابوں میں یہ بھی آتا ہے...... کہ جو آدمی جمعہ کے دن فوت ہو جائے...... اللہ اس کو بھی قیامت کے دن شہداء کی لسٹ میں لکھ دیں گے...... یہ بھی بہت بڑی فضیلت کی بات ہے...... اللہ اگر کسی کو عطاء کرے...... اس طبقہ کے لوگوں کو اللہ شہیدوں کی فہرست میں لکھ دیتے ہیں...... تو میں عرض کر رہا تھا...... کہ شہادت بہت بڑا مقام ہے۔

مجاہد شہید کا اجر:

اسی طریقہ سے شہید کی دو قسمیں ہیں...... ایک ہے مجاہدانہ شہادت......! اور ایک ہے مظلومانہ شہادت......! مجاہدانہ شہادت یہ ہے...... کہ مجاہد تیاری کرے ٹریننگ حاصل کرے کفر کے مقابلہ میں لڑنے کی نیت سے جائے...... اور آمنے سامنے ٹکر لے...... بے شک اس کے ہاتھوں سے کوئی کافر مرے...... یا نہ مرے...... اور جب یہ شہید ہوا ہے...... تو یہ مجاہد شہید ہے...... اس مجاہد شہید کا مقابلہ دنیا کا کوئی مظلوم شہید نہیں کر سکتا...... ساری دنیا کے مظلوم اکٹھے ہوکر اس مجاہد شہید کی شہادت کا مقابلہ نہیں کر سکتے...... اور دوسری مظلومانہ شہادت ہے...... باقی شہادت کے جتنے درجے ہیں...... مثلاً اچانک بیٹھے ہوئے آدمی کو کسی نے قتل کر دیا...... پولیس مقابلوں میں جیسے آج کل عام رواج ہے...... کہ کسی بے گناہ کو پکڑو...... اور اس پر کوئی کیس ڈالو...... اور اس کو پولیس مقابلہ میں مار ڈالو...... اور کہو جی یہ پولیس مقابلہ میں مر گیا ہے...... یہ بھی بیگناہ شہید ہو رہا ہے...... یا اسی طریقہ سے حادثے میں جو شہید ہو گئے...... یہ سارے کے سارے مظلوم شہید ہیں...... اور وہ مجاہد شہید ہے...... اس پر ایک نکتہ کی بات عرض کر دوں......

جناب سیدنا امیر حمزہ بھی شہید ہیں...... درجے کے لحاظ سے جو درجہ عمر، عثمان وعلی کا ہے وہ حمزہ کا نہیں ہے...... یہ تینوں شہید ہیں...... شہید امیر حمزہ بھی شہید ہیں...... لیکن آپ یہ جانتے ہیں...... کہ حضور ﷺ نے سید الشہداء کہ قیامت کے دن سارے شہیدوں کا سردار حضور ﷺ نے عمر کو نہیں کہا...... علی کو نہیں کہا...... تو حضور ﷺ نے حمزہ کو سید الشہداء کیوں کہا ہے...... ؟ جبکہ درجہ عمر کا زیادہ ہے...... درجہ عثمان کا زیادہ ہے...... درجہ علی کا زیادہ ہے...... یہ تینوں صحابی بھی ہیں...... اور والسابقون الاولون میں بھی شامل ہیں...... تینوں خلیفہ بھی ہیں...... تینوں امام عادل بھی ہیں...... تینوں گویا کہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین بھی ہیں...... ان سب کچھ کے باوجود یہ تینوں شہداء کے سردار نہیں...... شہداء کے سردار امیر حمزہ ہیں...... یہ کیوں نہیں بنے...... ؟

حضرت حمزہ سید الشہداء کیوں ہیں؟

علماء نے اس میں حکمت یہی لکھی ہے...... کہ یہ تینوں مظلوم شہید ہیں...... اور حمزہ مجاہد شہید ہے...... حضرت عمر اچانک شہید ہوئے ہیں...... نماز پڑھ رہے ہیں...... ظالم نے وار کیا ہے...... حضرت عمر شہید ہو گئے...... حضرت عثمان کو مکان میں محبوس کر دیا گیا...... اندر پانچ سات آدمی گھسے ظالموں نے اس بڑھاپے کے عالم میں غالباً اکاسی (۸۱) سال کی عمر تھی...... اس ضعیف العمری میں ان کو شہید کر دیا گیا...... جناب علی مسجد کی طرف جا رہے تھے...... مسجد کے دروازے پر پہنچے...... تو عبد الرحمٰن بن ملجم ظالم خارجی بدمعاش نے پیچھے سے آ کر قاتلانہ وار کیا...... حضرت علی وہاں دروازے پر شہید ہو گئے...... اب یہ تینوں مظلوم شہید ہیں...... حمزہ شہید مجاہد ہے...... کہ تلوار اٹھائی ہے...... باقاعدہ جنگ کی تیاری ہے...... ٹریننگ حاصل کی ہے...... لڑنا سیکھا ہے...... مقابلہ کیا ہے...... اور اسی میدان احد میں ۲۲ کافروں کے جرنیلوں کو قتل کرنے کے بعد حضرت حمزہ

شہید ہوئے ہیں......ایسے نہیں ہوئے......اب جب شہید ہوئے ہیں......تو مظلومیت کا عالم ہے......سینہ چاک ہوا ہے......کلیجہ نکالا گیا ہے......سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی قسمیں اٹھائی گئی ہیں......اور جسم کے ٹکڑے ہوگئے ہیں......اب اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا......اللہ کا شیر اللہ کے رسول ﷺ کا شیر تمام شہیدوں کی جماعت کا سردار وہ میرا چچا امیر حمزہ ہے......یہ اعزاز تب ملا ہے......اور جب مجاہد شہید ہوئے ہیں......تو اللہ نے یہ حکم دیا ہے......اے ایمان والو......!لَاتَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

جو اللہ کے راستے میں قتل کردیے جاتے ہیں......شہید ہوجاتے ہیں......تم ان کو مردہ نہ کہو......بلکہ یہ زندہ ہیں......لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

قتل جسم ہوتا ہے نہ کہ روح:

اس پر بڑی توجہ کے ساتھ ایک چیز اور سمجھئے......وہ یہ ہے......کہ اللہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا......کہ اس شخص کو جو اللہ کے راستے میں قتل ہوا......اس کو مردہ نہ کہو......

یاد رکھئے......کہ قتل جسم ہوتا ہے......روح نہیں ہوتی......دنیا میں کسی آدمی کی روح نہیں مرتی......بلکہ روح کا انتقال ہوتا ہے......یہاں سے وہاں......اور وہاں سے وہاں......جسم یقیناً بوسیدہ بھی ہوتا ہے......پھٹتا بھی ہے......گلتا بھی ہے......جلتا بھی ہے......یہ سب کچھ جسم کے ساتھ ہے......روح کے ساتھ نہیں ہوتا......آدمی کی روح نکل گئی......ہندو مسلم کی کافر کی اپنے پرائے کی سب کی روح نکل جاتی ہے......روح کبھی کسی کی نہیں مرتی......یہ بات یاد رکھنا......یہ علیحدہ بات ہے......کہ روح کے مراتب اور درجات ہیں......نیکوں کی روح کہاں ہوتی ہے......؟ بروں کی روح کہاں ہوتی ہے......؟ ان کو کیا ہوتا ہے......؟ ان کے ساتھ کیا بنتی ہے......؟ لیکن روح سب کی زندہ رہتی

ہے.....قتل جسم ہوتا ہے..... جو چیز قتل ہو رہی ہے.....اللہ اس کو کہہ رہے ہیں.....کہ اس کو مردہ نہ کہو.....اللہ یہ نہیں کہہ رہے.....کہ شہیدوں کی روح کو مردہ مت کہو.....اس کی روح جنت میں زندہ ہے..... روحیں تو سب کی جنت میں زندہ ہیں..... روح کسی کی نہیں مرتی..... جتنے مسلمان گئے.....سب کی روحیں وہاں زندہ ہیں.....روحوں کو موت نہیں آیا کرتی.....موت جسم کو آتی ہے.....اس سے روح نکل رہی ہے.....آپ مردہ اس جسم کو کہہ رہے ہیں.....میت اس وجود کو کہا جا رہا ہے..... یہ جو جسم یہاں پر پڑا ہوا ہے.....اس کی روح کو آپ میت نہیں کہہ رہے.....تو اللہ اس کے متعلق کہہ رہے ہیں.....کہ یہ جو جسم تمہارے سامنے ٹکڑے ہوا پڑا ہے.....بکھرا پڑا ہے.....اعضاء اس کے جدا ہوئے پڑے ہیں.....ایک ایک عضو اس کا کٹا پڑا ہے.....آنکھیں علیحدہ ہیں.....سینہ علیحدہ ہے..... ہونٹ علیحدہ ہیں.....اس کی انگلیوں کے پورے علیحدہ ہیں.....اس کو تم مردہ نہ کہو.....بَلْ اَحْيَاءٌ ..... بلکہ یہ زندہ ہے.....اب جس کو رب کہے یہ زندہ ہے.....پھر اگلا سوال تھا..... کہ مالک ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی.....کہ یہ کیسے زندہ ہے.....؟اس کی زندگی کی کیا نشانی ہے.....؟ تو اللہ نے فوراً کہا.....وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.....تمہاری عقل اس معیار کی نہیں ہے.....کہ تم اس زندگی کی حیثیت کو سمجھ سکو..... یہ بات تمہارے شعور سے بالا تر ہے.....تم اس کی زندگی کا انکار مت کرنا..... یہ زندہ ضرور ہیں۔

اب دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف اور پاگل آدمی ہے..... جو شہید کی زندگی کو اس دنیا کی زندگی پر منطبق کر کے سوچنے کی کوشش کرے..... کیسے زندہ ہے.....؟ مر گیا ہے..... آپ کہتے ہیں..... قبر میں زندہ ہوتے ہیں..... یہ کیسے زندہ ہوتے ہیں.....؟ یا اس کے ٹکڑے ہو گئے ہیں ..... کیسے اس کو زندہ مان لیں.....؟ ہاں روح اس کی زندہ ہے.....روح فلاں جگہ پر ہے.....روح کو ثواب وعذاب ہو رہا ہے.....جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے.....اللہ تو ٹکڑے ہونے والے جسم کو زندہ کہہ رہا ہے.....روح کے

متعلق اللہ نہیں کہہ رہے...... روح کے متعلق تو کافروں کو بھی یقین ہے...... کہ روحیں بھی زندہ رہتی ہیں...... جس کے متعلق تم کو شک تھا...... کہ یہ جسم مر چکے ہیں...... یہ گل چکے ہیں...... یہ سڑ چکے ہیں...... ان کے ٹکڑے ہو گئے ہیں...... اللہ اس جسم کے متعلق کہتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

یہ زندہ ہیں...... ایک بات تو یہ اللہ نے کہی ہے...... تمہیں اس کا شعور نہیں...... تم اس مقام کو نہیں پہنچ سکتے...... اس کی زندگی کی کیفیت سمجھ نہیں سکتے...... کیوں نہیں سمجھ سکتے......؟ اس لیے کہ عالم برزخ میں ہیں...... برزخ کا معنی پردہ ہے...... جو کام پس پردہ ہوا سے تم یہاں نہیں سمجھ سکتے...... ایک چیز پردہ میں ہے...... اب میں یہاں کہوں...... کہ آپ مجھے سمجھائیں...... تو آدمی کہے گا...... آپ وہاں چلیں...... تو آپ کو سمجھ آئے گی...... چل کے مشینری کو دیکھیں گے...... تو آپ کو پتا چلے گا...... اور میں کہوں نہیں مجھے یہیں بیٹھے ہوئے سمجھاؤ...... بھائی اب میں اس کو یہاں بیٹھ کر کیوں نہیں سمجھ سکتا......؟ وہ آدمی مجھے کہے...... کہ آپ یہاں بیٹھ کر نہیں سمجھ سکتے...... جو چیز آپ نے دیکھی ہی نہیں...... جو چیز ہے ہی اوجھل یعنی پردہ میں ہے...... اب آپ اس کو کیسے یہاں دیکھ سکتے ہیں...... اب جب میں وہاں جاؤں گا...... تو مجھے سمجھ آئے گی...... تو جو اس مقام کو حاصل کرتا ہے...... اس کو وہ زندگی سمجھ آتی ہے...... یہاں پر رہنے والے کو وہ زندگی سمجھ نہیں آسکتی...... لیکن ہمیں ایمان اس لیے لانا ہے...... کہ اللہ کے قرآن نے کہا...... یہ زندہ ہے...... اب اس کی زندگی پر بحث کرنا...... اس کا انکار کرنا...... اس کی تردید کرنا...... اس کی تنقیص کرنا...... قرآن کی نص قطعی کا انکار ہے...... اور قرآن کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے...... مسلمان نہیں ہوتا...... اس لیے اس پر کوئی بحث نہ کرے۔

اس قسم کی ایک اور آیت قرآن ہے جو کہ چوتھے پارے میں موجود ہے...... وہ شہداء احد کے متعلق ہے...... وہاں تو باقاعدہ اس آیت کا شان نزول قرآن نے بیان کیا

ہے..... کہ وہ جو وہاں احد میں شہید ہوئے..... انہوں نے اللہ سے درخواست کی..... کہ اے اللہ تو ہمیں یہاں لے آیا..... یہاں کی ساری نعمتیں تو نے ہمیں عطاء کیں..... ہم یہ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے..... بڑے مزے میں ہیں..... اب جو ہمارے پچھلے عزیز، اقرباء، رشتہ دار رو رہے تھے..... اور جن کے سامنے ہمارے جسم کے ٹکڑے ہوئے..... اور اعضاء کٹے پڑے تھے..... اب اللہ کریم ان کو تو اطلاع دے..... کہ ہم یہاں مزے میں ہیں..... ہم کھا پی رہے ہیں..... ہمیں فراخ رزق مل رہا ہے..... ان کو یہ غم نہ رہے..... اس لیے ہماری حالت کی اطلاع ان کو دے دے..... اب شہیدوں کو بھی احساس ہو رہا ہے..... کہ ہمارے عزیزوں پر ہمارے بعد کیا بیت رہی ہے..... اور پھر ان کی تمنا کو خدا پورا کر کے اس آیت کو اتارتے ہیں..... وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ..... جو اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے..... زبان سے کہنا تو بہت دور کی بات ہے..... اپنے دماغ میں بھی مردہ تصور مت کرنا..... بلکہ وہ زندہ ہیں..... اور زندگی کی بڑی علامت یہ ہوتی ہے..... کہ زندگی میں آدمی کھاتا پیتا ہے..... عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

اللہ ان کو رزق دے رہے ہیں..... وہ کھا رہے ہیں اور تم رو رہے ہو..... وہ کتنی آسائشوں اور انعام میں ہیں..... اللہ نے ان شہداء کی تمنا پوری کر دی..... ان کی خواہش کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ اتاری..... تو مقصد اس گفتگو کا یہ ہے..... کہ شہادت بہت بڑا اعزاز ہے..... بہت بڑا انعام ہے..... اس سے مرنے والے کو اللہ بہت نوازتے ہیں..... اور جنت کا ایک اعلیٰ مقام عطاء کرتے ہیں..... اللہ ہمیں صبر اور نماز پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فضائل ومناقب فاتح قبرص وشام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَمِ...... o بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ الِلّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ...... o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ...... فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ مَرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ کِرَامٍ بَرَرَةٍ ......وَ قَالَ فِیْ مَوْضِعٍ آخَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ...... قال النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ......اَللّٰهُمَّ جْعَلْهُ هَادِیاً مَّهْدِیاً...... (۱) او کَمَا قالَ علیه الصلواة و السّلام اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَةَ الْکِتَابَ وَمَکِّنْ لَهٗ فِی الْبِلَادِ...... (۲) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ o وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ o وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ oوَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمہید:

قابل اعزاز وتکریم......واجب الاحترام بزرگو......دوستواور بھائیو......!

رجب المرجب کا یہ بابرکت مہینہ ہے......اوراس مہینے کا یہ تیسرا جمعہ ہے۔

---

(۱) ترمذی ص۲٤۷ ج۲، اسد الغابہ ص۳۸٦

(۲) مجمع الزوائد ص۲٥٦ ج۹ بیروت

سیدنا معاویہؓ کی تاریخ وفات:

موقع اور مناسبت کے لحاظ سے اسی رجب کے مہینہ میں خلیفۃ المسلمین، امیر المومنین، فاتح قبرص وشام ملت اسلامیہ کی عظیم سلطنت کے عظیم حکمران خال المسلمین، پیغمبر اسلام کے برادر نسبتی، جناب سیدنا حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا وصال انتقال پرملال اسی رجب المرجب کی بائیس (22) تاریخ کو ہوا۔

سیرت معاویہؓ پر بے شمار پہلو:

اسی مناسبت سے میں مناسب سمجھتا ہوں..... کہ سیرت معاویہؓ پر کچھ گفتگو کروں..... سیرت معاویہ بے شمار پہلوؤں پر مشتمل ہے

- حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا علمی مقام
- سیدنا معاویہؓ کی سیاست۔
- سیدنا معاویہؓ کا تدبر۔
- سیدنا معاویہؓ کی فراست۔
- سیدنا معاویہؓ کا خاندان نبوت سے تعلق۔
- سیدنا معاویہؓ کی خاندان نبوت سے برادری اور نسبتیں۔

یہ اس قدر تفصیلی عنوان ہیں..... کہ اس پر بڑے بڑے مورخین اور صاحب قلم لوگوں نے ہزار ہا صفحات پر مشتمل کتابیں تحریر کر دی ہیں

سیدنا معاویہؓ پر مورخین کی ستم ظریفی:

میرا ایک عام مزاج یہ ہے..... کہ میں اصحاب رسول ﷺ پر جب بھی گفتگو کرتا ہوں..... مشاجرات صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات سے ہٹ کر ان کی شخصیت قرآن کے آئینہ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں..... تا کہ قرآن کریم کی وہ صحیح تفصیل آپ کے سامنے

آئے......مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

پیغمبر ﷺ کے یار کفر پر حاوی ہوتے تھے......ایک دوسرے سے محبت اور پیار کرتے تھے......اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان دونوں بزرگوں کے درمیان عام طور پر مورخین نے بھی اور بالخصوص کفر اور رفض نے اس قدر بہت بڑی خلیج پیدا کر دی ہے......اتنا بڑا فاصلہ قرار دیا ہے......کہ ان دونوں بزرگوں کا جوڑ ان دونوں بزرگوں میں یکجہتی اور ان دونوں بزرگوں میں اتحاد ظاہر آنا ممکن نظر آتا ہے

سیدنا معاویہ قرآن وحدیث کے آئینہ میں:

اور اچھے خاصے صحیح العقیدہ سنی مسلمان بھی اس بات کو سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں......

......کہ......

شاید سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حریف تھے

شاید سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل تھے۔

شاید کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر تھے۔

شاید کہ سیدنا معاویہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حکومت کو چھیننا چاہتے تھے......جب کہ قرآن وحدیث اور صحیح تاریخی حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں......بحیثیت صحابی رسول ﷺ کے کہ صحابیت کتنا اونچا مقام ہے......جو میری اور آپ کی تنقید سے بالاتر ہے......صحابیت اتنا بڑا مقام ہے......کہ جس سے محبت وتعلق کی بنیاد خود پیغمبر کی ذات ہے اور اس کا کوئی ذاتی عمل نہیں ہے۔

مقام صحابیت سیدنا نور الحسن کی نظر میں:

امام اہل سنت مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاریؒ فرمایا کرتے تھے......کہ قیامت کے دن عام لوگوں کے نامہ اعمال میں اور اصحاب پیغمبر ﷺ کے نامہ اعمال میں

سب سے بڑا امتیاز اور فرق یہ ہوگا...... کہ میری اور آپ کی نجات کا دارومدار میرے اور آپ کے اعمال پر ہوگا...... اور صحابہ ﷡ کی نجات کا دارومدار محمد ﷺ کے ساتھ تعلق اور دوستی پر ہوگا...... صحابہ ﷡ کے اعمال سے بحث نہیں کی جائے گی...... ان کی نجات کا سبب پیغمبر ﷺ کی دوستی ہوگی...... نبوت سے وفاداریاں ہوں گی...... رحمت للعالمین ﷺ سے تعلق ہوگا

صحابہ کرام میں سب سے بڑی خوبی:

اور جو آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے......

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْعَنْهُ

سبقت کرنے والے...... پہل کرنے والے، ہجرت کرنے والے...... نصرت کرنے والے...... ان طبقات کے علاوہ

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

جو ان لوگوں میں بعد میں آنے والے...... حسن سلوک کے ساتھ ان سابقین اولین، مہاجرین اور انصار کی اتباع کرتے ہیں...... اُن سب کے لئے قرآن کا فیصلہ ہے...... رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْعَنْهُ ...... اللہ ان سے راضی ہے...... یہ سب کے سب رب سے راضی ہیں۔

ایک شخص کو رب رضا کا پروانہ دے کر کہے...... کہ میں تجھ سے راضی ہوں مخلوق چاہے ساری ناراض ہو جائے...... اس سے اس کی عزت پہ کوئی حرف نہیں آتا...... اس لئے کہ خود خالق اس سے راضی ہو گیا ہے...... صحابہ کرام میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی...... کہ اللہ نے صحابہ ﷡ کے ساتھ یہی رضا کا اعلان کر دیا تھا...... کہ میں ان سب کے ساتھ راضی ہوں۔

مقام صحابہ اہل سنت کی نظر میں:

اہل سنت والجماعت کے عقائد امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے اپنی ایک کتاب خلفائے راشدین ؓ کے ابتداء میں اہل سنت کے عقائد کے عنوان پر ایک مضمون باندھا ہے......اس میں انہوں نے وضاحت سے لکھا ہے......کہ صحابہ ؓ کے متعلق اہل سنت کے کیا عقائد ہیں؟ اہل بیت کے متعلق اہل سنت کے کیا عقائد ہیں...... سیدنا علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ ان دونوں بزرگوں کے باہمی تنازعہ، مشاجرات اور اختلافات میں اہل سنت کا موقف کیا ہے......یہ ایک بہت بڑی تفصیلی بات ہے......لیکن ان میں سے ایک چھوٹا سا عقیدہ بیان کرنا چاہتا ہوں......وہ یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کے جتنے صحابہ ؓ ہیں......سب کے سب عادل ہیں......سب کے سب برحق ہیں......سب کے سب منصف ہیں......ان میں سے مجھ کو اور آپ کو کسی پر تنقید کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں......خواہ عظمت کے لحاظ سے اسے ابوبکر صدیق ؓ کہا جائے......یا وہ وحشی بن حرب ؓ جو سیدنا حمزہ ؓ کا قاتل تھا......جس نے حمزہ ؓ کے سینے کو چاک کیا تھا......جس نے حمزہ ؓ کے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی قسمیں اٹھائی تھیں......جب وہ پیغمبر ؓ کے سامنے آیا......تو حضور ﷺ نے فرمایا......کہ میرے سامنے سے ہٹ کر بیٹھ! جب تجھے دیکھتا ہوں......تو مجھے چچا کی محبت یاد آجاتی ہے......جس طریقے پر ابوبکر ؓ کے لئے خدا کی رضا کا پروانہ ہے......اسی طریقے پر پیغمبر ﷺ کا کلمہ پڑھنے سے اور نبی ﷺ کا چہرہ دیکھنے سے اس وحشی ؓ بن حرب کے لئے بھی اللہ کی رضا کا وہی پروانہ ہے...... تمام صحابہ ؓ اس معیار میں برابر ہیں......کسی میں کوئی فرق نہیں ہے......مراتب اوپر نیچے اپنی جگہ پر ہیں......لیکن رضائے الٰہی کو حاصل کرنے میں تمام صحابہ ؓ کے درجات بلند ہیں۔

درجات صحابہ :

دوسری بات یہ سمجھیں...... کہ پوری کائنات میں اللہ نے صحابہ ﷺ کی جماعت کو چنا...... اصحاب رسول ﷺ میں اللہ نے جو لوگ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ان کو فضیلت دی۔

ان تمام لوگوں میں سے...... پھر ان کو فضیلت حاصل ہے جو حدیبیہ کے مقام پر موجود تھے۔

ان تمام میں سے...... پھر ان کو فضیلت حاصل ہے جو بدر کے میدان میں موجود تھے۔

ان تمام میں سے...... پھر ان کو فضیلت حاصل ہے...... جن کو پیغمبر ﷺ نے عشرہ مبشرہ کہہ کر نام لے لے کر نبی نے جنت کے ٹکٹ دیے۔

ان تمام میں پھر ان کو فضیلت حاصل ہے...... جن صحابہ کرام ﷺ کو ہم خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن چار صحابہ کا بالترتیب اکثر احادیث میں تذکرہ آتا ہے۔

پھر ان چار صحابہ میں سے حضرت ابوبکر ﷺ وعمر ﷺ ان دو شیخین کو فضیلت حاصل ہے۔

پھر ان دو شیخین میں سے سیدنا صدیق ﷺ کو پوری کائنات پر اللہ نے فضیلت عطا فرمائی ہے...... یہ اہل سنت کے عقائد میں سے ایک کھلا ہوا عقیدہ ہے...... تو اس عقیدہ کی روشنی میں حضرت معاویہ ﷺ خلفاء اربعہ میں شامل نہیں۔

حضرت معاویہ ﷺ عشرہ مبشرہ میں شامل نہیں۔

حضرت معاویہ ﷺ بدر کے شرکاء میں شامل نہیں۔

حضرت معاویہ ﷺ احد کے شرکاء میں شامل نہیں۔

حضرت معاویہ ﷺ صلح حدیبیہ کے شرکاء میں شامل نہیں۔

حضرت معاویہ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

حضرت معاویہ ﷺ فتح مکہ کے بعد کی پوری زندگی پیغمبر ﷺ کے ساتھ گزاری۔

اس زندگی میں حضرت معاویہ ﷺ نے غزوات میں بھی حصہ لیا۔اس زندگی میں حضرت معاویہ ﷺ جہاد میں بھی شریک ہوئے تو اس حیثیت سے کہ حضرت معاویہ ﷺ نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ جہاد کیا اس حیثیت سے کہ حضرت معاویہ اسلام لے کر آئے تو صحابہ کی جماعت میں حضرت معاویہ ﷺ نے ایک بلند مقام حاصل کیا ہے......لیکن یہ بات ذہن میں رکھئے......کہ جو درجہ ان لوگوں کو حاصل ہوا......جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہے......حضرت معاویہ ﷺ ان کے مقابلے میں نہیں......یہ اہل سنت کا ایک بدیہی عقیدہ ہے۔

اب دوسری بات سمجھنے کی کوشش کریں کہ کوئی شخص یہ کہہ دے......چونکہ حضرت معاویہ ﷺ اس مقام کے نہیں......تو اس لئے ان پر تنقید ہوسکتی ہے......تو یہ بات غلط ہوگی......اس لئے کہ وہ اس مقام پر تو نہیں......لیکن صحابی رسول ﷺ ضرور ہیں......پیغمبر ﷺ کا کلمہ ضرور پڑھا ہے......نبی ﷺ نے جنت کا ٹکٹ ان کو ضرور دیا ہے......ایک روایت نہیں......بلکہ بیسیوں روایات ایسی ملتی ہیں......جن میں رحمت اللعالمین ﷺ نے سیدنا معاویہ ﷺ کے لئے دعائیں مانگی ہیں۔

سیدنا معاویہ ﷺ کے قبول اسلام کا واقعہ:

حضرت معاویہ ﷺ کے اسلام لانے کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے......کہ حضرت معاویہ ﷺ عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام لائے اختلاف اپنی جگہ پر ہے لیکن صحیح

تحقیقی قول یہ ہے..... کہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے..... لیکن مکہ کے حالات کے تحت انہوں نے اسلام کا اظہار نہیں کیا..... کیونکہ ابوسفیان ﷜ حضرت معاویہ ﷜ کے والد بزرگوار اس وقت کفر میں تھے..... اور وہ کافروں کے بہت بڑے سردار مکہ کے رئیسوں میں سب سے بڑے رئیس تھے..... ان کے فیصلوں کے مطابق مکہ والے زندگی گزارتے تھے..... اس لئے حضرت معاویہ ﷜ نے اسلام کا اظہار نہ کیا..... خاموشی اختیار کی..... فتح مکہ کے موقع پر اسلام کا اظہار کیا۔

بعض علماء نے لکھا ہے..... کہ حضور ﷺ جب عمرۃ القضاء کے موقع پر تشریف لائے اور آپ صلح حدیبیہ کے بعد مقام حدیبیہ سے واپس چلے گئے..... کہ آئندہ سال آ کر عمرہ کریں گے..... اس عمرہ کرنے کے بعد تمام صحابہ موجود تھے..... اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان ﷜ اسلام لا چکے تھے..... (۱) حضور ﷺ کی زیارت کے لئے وہاں حضور کے پاس آئے۔

سیدنا معاویہ ﷜ کا انوکھا اعزاز:

حضور ﷺ نے فرمایا..... اُدْعُوا مُعَاوِیَۃَ ..... معاویہ ﷜ کو بلاؤ حضرت معاویہ ﷜ کو بلایا گیا..... تو حضرت معاویہ ﷜ تشریف لائے..... آنے کے بعد رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا..... کہ معاویہ ﷜ قینچی لے آؤ..... معاویہ ﷜ میری حجامت بناؤ کہا آقا کیوں؟ فرمایا..... اس لئے کہ میں عمرہ کر چکا ہوں..... اس لئے بال کاٹنے ہیں..... چنانچہ تمام صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے رحمۃ اللعالمین ﷺ کے ایک خادم ہونے کی حیثیت سے حضرت معاویہ نے یہ خدمت سرانجام دی۔

(۱) تاریخ دمشق بذیل حادہ معاویہ منقول از بحوالہ امیر معاویہ ص ۱۱

اور معاویہ ؓ کا یہ انتخاب پیغمبر ﷺ نے ایک خاص عظمت کے تحت کیا...... تاکہ لوگوں کو سمجھ آ جائے...... کہ مجھے جس پر اعتماد ہوگا...... میں اس کے پاس جاؤں گا...... پیغمبر ﷺ کو جس پر اعتماد تھا...... نبی ﷺ نے اسے بلا کر کہا...... کہ بال معاویہ ؓ تو نے کاٹنے ہیں...... اور سیدنا معاویہ ؓ فرمایا کرتے تھے...... کہ پیغمبر ﷺ کے سر کے بال اور حضور ﷺ کی مونچھیں میں نے بنائیں...... وہ پیغمبر ﷺ کے بال میں نے بطور تبرک کے اپنے پاس رکھے...... اور پیغمبر ﷺ کے ناخن میں نے کاٹے...... اور وہ آقا کے ناخن بھی میں نے اپنے پاس سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔

سیدنا معاویہ ؓ کی وصیت:

اور جب حضرت معاویہ ؓ کی وفات ہوئی...... تو وصیتاً کہا کہ یہ کرتہ جو عمرۃ القضاء کے موقع پر حضور ﷺ نے خوشی میں آ کر مجھے دیا...... میں نے اسے اس دن کے لئے سنبھال کر رکھا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہوں...... تو میری موت کے وقت میرا کفن یہ ہو......(۱) آقا ﷺ کے بال اور ناخن میری آنکھوں پر رکھ دینا...... اور حضور ﷺ کا کرتہ میرے جسم کے اوپر! پہلے میرے اوپر ایک چادر ڈالنا اس کے اندر کرتہ دے دینا...... میرے اوپر ایک اور کفن دے دینا اور میں یہ یقین رکھتا ہوں...... کہ پیغمبر ﷺ کے لباس سے جس کا وجود مل جائے قرآن جس لباس کو کہتا ہے...... ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔

محمد ﷺ تیرے کپڑے پاک ہیں ......ہم پاک کپڑوں کی حفاظت کرتے ہیں...... ناپاک اور غلیظ آدمی تیرے کپڑوں کو ہاتھ نہیں لگا سکتا...... تیرا لباس اسی کے پاس جائے گا...... جسے آپ ﷺ پسند فرمائیں گے...... چنانچہ حضرت معاویہ ؓ کو وہ لباس میسر آیا...... یہ حضرت معاویہ ؓ کی خصوصیت تھی۔

---

(۱) تاریخ الکامل ابن اثیر ص ۲ ج ۱

حضرت ابوسفیانؓ کا قبول اسلام کا واقعہ:

حضرت ابوسفیانؓ فتح مکہ کے موقع پر جب اسلام لے آئے .....تو تاریخ اس بات کو دہراتی ہے..... کہ حضرت عباسؓ وابوسفیانؓ پہاڑی پر کھڑے ہوئے ہیں..... حضرت عباس مسلمان تو ہو چکے تھے.....لیکن ہجرت انہوں نے بھی اس وقت تک نہیں کی تھی..... حضورﷺ نے فرمایا تھا کہ عباسؓ تو اس وقت ہجرت کرے گا جب تیری ہجرت آخری ہجرت بنے گی..... جیسے اللہ نے مجھے انبیاء میں خاتم بنایا ہے..... اسی طرح تجھے ہجرت کرنے والوں میں سب سے آخری بنائے گا..... میرے صحابہؓ میں آخری آدمی تو ہوگا جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینے آئے گا..... حضرت عباسؓ موجود تھے..... حضرت عباسؓ وحضرت سیدنا ابوسفیانؓ ایک پہاڑی پر کھڑے ہیں..... اور صحابہؓ کا لشکر وہاں سے گزر رہا ہے..... اور یہ عظیم لشکر اور عظیم جماعت جس کے بارے میں اللہ نے پیغمبرﷺ کو کہا تھا کہ محبوب ''تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ..... آپ ان کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھیں! کہ اللہ کے دربار میں محمدﷺ کے یہ دیوانے جھکتے کیسے ہیں..... اللہ کے دربار میں محمدﷺ کے یہ یار سجدہ کیسے کرتے ہیں..... میں رب روزانہ دیکھتا ہوں آج آپ بھی دیکھیں بہرحال حضرت عباسؓ اور حضرت ابوسفیانؓ یہ دونوں کھڑے ہیں..... ابھی تک حضرت ابوسفیانؓ اسلام نہیں لائے تھے..... تو حضرت ابوسفیانؓ نے ایک جملہ کہا..... کہ بھائی عباس آج تیرے بھتیجے محمدﷺ کی ٹھاٹھ بن گئی ہے..... آج دیکھ کس شاہانہ دبدبہ اور رعب سے محمدﷺ مکہ میں داخل ہو رہا ہے..... عباسؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے..... کہا بھائی ابوسفیان تو نے غلط سمجھا ہے..... یہ محمدﷺ کی بادشاہت نہیں..... یہ محمدﷺ کا ٹھاٹھ نہیں..... یہ محمدﷺ کا شاہانہ جلال نہیں..... یہ اس پیغمبر محمدﷺ کی نبوت کی عظمت ہے..... کہ کل جسے تم نے مکہ سے نکالا تھا آج وہ فاتحانہ

انداز میں مکہ میں داخل ہو رہا ہے..... عباس ﷜ نے کہا کہ ابوسفیان اگر تم نجات چاہتے ہو تو اس محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لو.....(۱) ابوسفیان ﷜ نے کہا لے چل میں نے تو بڑی مخالفت کی ہے..... کیا مجھے یہ محمد معاف کر دے گا؟ چنانچہ حضرت ابوسفیان ﷜ اسی وقت محمد ﷺ کے دربار میں آئے۔

بدلے کا دن اور رحمت پیغمبر کی بارش:

کتابوں میں لکھا ہے.....(۲) کہ صحابہ ﷢ کا مجمع لگا ہوا تھا..... اور یہی وہ موقع تھا..... کہ جب صحابہ ﷢ نے کہا تھا..... اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَہ (آج کا دن بدلے کا دن ہے) آج انتقام لیں گے..... آج بدلے لیں گے..... آج حساب چکائیں گے۔

- ہم اس دور کو نہیں بھولے..... جب تم نے خباب کو دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا تھا۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے..... جب تم نے زنیرہؓ کی آنکھیں نکالی تھیں۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے..... جب تم نے اسماء بنت ابی بکرؓ کے چہرے پر طمانچہ مارا تھا۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے..... جب تم نے ابوفکیہہؓ کی پسلیاں توڑی تھیں۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے..... جب تم نے حضرت بلال حبشی ﷜ کو گرم ریت پر لٹا کر اس کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا تھا۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے..... جب تم نے جنگ بدر میں ہمارے چودہ ساتھی شہید کئے تھے۔

---

(۱) سیرت مصطفیٰ ص ۲۰۔۲۱ ج ۳ (۲) سیرت مصطفیٰ ص ۲۰۔۲۱ ج ۳

- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے جنگ احد میں ہمارے 70 ستر ساتھیوں کو شہید کیا تھا۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے آقاء کے ٹخنے مبارک طائف کی گلیوں میں خون آلود کئے تھے......
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے آقا ﷺ کو مجنون کہا تھا۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے آقا ﷺ کو ساحر کہا تھا۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے آقا ﷺ کو کوہ صفا پر پتھر مارے تھے۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے آقا ﷺ کے کندھے پر اوجھری ڈالی تھی۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے آقا ﷺ کے پیچھے چند اوباش لڑکے ھڑکا دیئے تھے۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے آقا ﷺ کو شعب ابی طالب کی گھاٹی میں تین سال قید کیا تھا۔
- ہم اس دور کو نہیں بھولے...... جب تم نے صحابہ ؓ کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں گاڑی تھیں آج ایک ایک چیز کا حساب چکائیں گے۔

پیغمبر اسلام رحمت اللعالمین ﷺ نے کہا یہ جملے مت کہو ''لَا اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَہ'' آج بدلے کا دن نہیں ...... بلکہ آج رحمت کا دن ہے آج محمد ﷺ اپنی شان کریمی دکھا کر سب پر رحمت کرنا چاہتا ہے......(۱) آج میں معافی کا اعلان کرنا چاہتا ہوں ابوسفیان سامنے آیا سوچا آج کیا بنے گا؟ پیغمبر اسلام ﷺ خوش ہوئے آقا نے ابوسفیان ؓ کا استقبال کیا

(۱) یا ابا سفیان الیوم یوم المرحمہ یعز اللہ فیہا قریشا (سیرت مصطفیٰ ص ۲۲ ج ۳)

لوگو پیغمبر ﷺ استقبال کیوں نہ کرتے...... کیونکہ نسبت بہت اونچی تھی۔ اسی ابوسفیان کی بچی ام المومنین سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ہے جس کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ نے نکاح کیا تھا۔

باپ کا بستر پیغمبر پر بیٹھنا اور بیٹی کا روکنا:

صلح حدیبیہ کے بعد جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے...... کفر کی حالت میں تھے بیٹی سے ملنے کے لئے جب مدینہ طیبہ میں گئے...... تو پیغمبر اسلام ﷺ کا بستر بچھا ہوا تھا...... پیغمبر ﷺ کی بیوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن اس ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم المومنین اُم حبیبہؓ کے گھر کے اندر جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ گئے...... تو بچھے ہوئے بستر کو ام حبیبہ ؓ نے لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا...... کہا ابا جان تشریف رکھئے بیٹھ جائیے...... بیٹی کی طرف دیکھ کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا بیٹی بے ادب کب سے بن گئی ہے؟ میں نے تو سوچا کہ یہ پرانا بستر ہے...... اس کو اٹھا کر تو کوئی نیا بستر بچھائے گی...... میں نے تو یہ سوچا کہ شاید یہ بستر صحیح نہیں ہے اور تو اس سے درست اور اچھا بستر لے کر آئے گی...... تو نے تو بچھے ہوئے بستر کو بھی اٹھا لیا ہے کیا سبب ہے؟ کیا ماجرہ ہے؟ اُم حبیبہؓ نے رو کر کہا...... ابو جان میں بے ادب نہیں بنی...... ادب پیغمبر ﷺ کے قدموں میں ہے...... کہ پاک پیغمبر ﷺ کے پاک بستر پر کافر باپ کا بیٹھنا میں برداشت نہیں کر سکتی۔

نبی ﷺ کا بستر پاک ہے۔

نبی ﷺ کا وجود پاک ہے۔

نبی ﷺ کے یار پاک ہیں۔

پیغمبر ﷺ کی بیویاں پاک ہیں۔

اُم حبیبہؓ نے کہا ابا تو ناپاک ہے...... تو کافر ہے...... میں کافر کو پاک پیغمبر ﷺ

کے بستر پر کیسے بیٹھنے دوں؟ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آمد پر رحمت للعالمین کا اعلان عام:

ایک وہ وقت تھا...... کہ بیٹی نے مظاہرہ کیا تھا...... آج جب پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس ابوسفیان رضی اللہ عنہ آئے...... ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے دیکھا...... کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ آگئے...... تو آقا ﷺ استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے...... حضور ﷺ نے استقبال میں کھڑے ہوکر دو جملے ارشاد فرمائے...... فرمایا لوگو! مَنْ دَخَلَ فِیْ بَیْتِ اللّٰهِ فَقَدْ آمَنَ جو شخص آج بیت اللہ میں داخل ہوگا...... میں اسے بھی امان دے دوں گا۔

جو آج ہتھیار ڈال کر اپنے مکان میں بیٹھ کر معافی مانگ لے...... آج اسے بھی معاف کر دیا جائے گا۔

لوگو...... جیسے میں محمد ﷺ اللہ کے گھر کعبۃ اللہ کو دارالامان بتا رہا ہوں (۱) اور میں محمد دوسرا اعلان یہ کرتا ہوں...... مَنْ دَخَلَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْ سُفْیَانَ فَقَدْ آمَنَ ...... لوگو......! اب تک ابوسفیان رضی اللہ عنہ میرا دشمن تھا...... میرا اور دین کا مخالف تھا...... اب اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے...... اب اس کو اتنا اونچا مقام میں نبی ہوکر دیتا ہوں...... جیسے بیت اللہ کے اندر آنے والے کو امان دیدی جائے گی...... ایسے ہی جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوگا اسے بھی امان دیدی جائے گی...... نہ کعبہ میں آنے والوں کو کچھ کہا جائے گا اور نہ ہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مکان میں آنے والوں کو کچھ کہا جائے گا...... صحابہ رضی اللہ عنہم کا پہلے کا دور مت دیکھو...... صحابہ رضی اللہ عنہم کا نبوت کے ساتھ وفاداریوں کا زمانہ دیکھو...... کہ بعد میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے ساتھ کیسی زندگی گزاری۔

---

(۱) مسلم میں یہ الفاظ ھیں من دخل فی دار ابی سفیان فھو امنا (مسلم ص ۱۰٤ باب فتح مکہ، رحمۃ للعلمین ص ۱۷۲ ج ۱، سیرت مصطفی ص ۲۳ ج ۳)

ابوسفیان ؓ کا حالت کفر میں نبی کو بدلہ لے کر دینا:

علماء نے ایک بہت پرانا تاریخی واقعہ کتابوں میں لکھا ہے...... کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے سیدہ فاطمۃ الزاہراءؓ کو غصہ کی بناء پر یہ دیکھ کر کہ یہ محمد ﷺ کی بیٹی ہے...... تو اس ابوجہل نے حضرت فاطمہؓ کے چہرے پر طمانچہ مار دیا...... (یہ مکہ مکرمہ کا واقعہ ہے) حضرت فاطمہؓ روتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس آئی...... ابوسفیان ؓ ابھی تک کفر کی حالت میں تھے...... اسلام نہیں لے آئے تھے...... یہ آ کر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور حضرت فاطمہؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے...... اور آ کر سیدہ نے کہا کہ ابو مجھے ابوجہل نے تھپڑ مارا ہے...... حضور ﷺ نے ابوسفیان ؓ کے چہرے کی طرف دیکھا...... تو ابوسفیان ؓ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں...... کہ بیٹی کیا ہوا......؟

سیدہ فاطمہؓ نے کہا ابوجہل چچا نے مجھے تھپڑ مارا ہے...... ابوسفیان نے کہا فاطمہؓ میرے ساتھ چلو میں تمہیں اس سے بدلہ لے کر دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان ؓ حضرت فاطمہؓ کو ساتھ لے کر گئے اور کتابوں میں لکھا ہے...... کہ جیسے چھوٹے بچے کو کوئی مارے...... تو بچے کو کہا جاتا ہے...... کہ تو بھی اسے مار کر اپنا سینہ ٹھنڈا کر لے...... ابوسفیان ؓ نے جا کر ابوجہل کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے...... ابوجہل کے ہاتھ پکڑنے کے بعد ابوسفیان ؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا...... بیٹی......! جیسے اس نے تجھے تھپڑ مارا ہے...... ایسے تو ہی اسے تھپڑ مار دے...... جب سیدہ فاطمہؓ تھپڑ مار چکی تو خوش ہو کر ہنس پڑی...... حضرت فاطمہؓ نے واپس آ کر حضور ﷺ سے کہا...... کہ ابو......! مجھے چچا ابوسفیان لے گئے تھے آج ہم نے ابوجہل سے بدلہ چکایا ہے...... میں اسے تھپڑ مار کر آئی ہوں۔

کتابوں میں لکھا ہے...... کہ حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا...... کہ اللہ ابوسفیان نے میری بیٹی کو خوش کیا ہے...... اللہ تو اس پر راضی ہو کر اسے اس سے بھی اچھا صلہ

عطا فرمادے...... یہ پیغمبر ﷺ کی دعا تھی...... کہ فتح مکہ کے موقع پر جب ابوسفیان اسلام لے آئے...... تو پیغمبر ﷺ نے اسی کا بدلہ دیا...... کہ کل ابوسفیان نے میری بیٹی کو امان دی تھی...... آج میں پیغمبر ﷺ اعلان کرتا ہوں۔

مَنْ دَخَلَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْ سُفْیَانَ فَقَدْ آمَنَ

جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوجائے گا...... میں محمد ﷺ اسے امان دیدوں گا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی علمی قوت وذہنی فراست:

میرے دوستو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس قدر جلیل القدر عظیم الرتبت صحابی ہیں...... کہ پوری زندگی پیغمبر ﷺ کی وفاداری میں گزاری...... کاتبان وحی یعنی وہ صحابہ جو حضور ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی کتابت کیا کرتے تھے...... کتابوں میں ان کی تعداد پچاس کے قریب آتی ہے...... ان میں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے کاتب تھے ......اور عرب کے وہ سترہ جرنیل جو عرب کی سرزمین پر پڑھے لکھے سمجھے جاتے تھے...... جنہیں تحریر وتقریر کا خوب ملکہ حاصل تھا...... ان میں سے ایک حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ تھے ایک ایسا موقع آیا...... کہ حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں...... کسی جگہ پر حملہ کرنا تھا مشورہ شروع ہوگیا۔ باتیں ہوتی رہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے حضور ﷺ نے فرمایا...... اُدْعُوْا مُعَاوِیَه ...... فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ کو لے آو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آگئے...... حضور ﷺ نے فرمایا معاویہ تو بہت بڑا جنگ جو ہے...... معاویہ رضی اللہ عنہ تو بہت بڑا ہوشیار ہے...... تم بڑے ذہین اور زیرک آدمی ہو...... تم بڑے چست وچالاک ہو...... اس معاملہ میں رائے دو کہ ہم کیسے عمل کریں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں...... کہ اس دن ہمیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی علمی قوت، ذہنی فراست

اور تدبر سمجھ میں آیا..... کہ صدیق ﷺ وعمر ﷺ عثمان ﷺ وحیدر ﷺ عشرہ مبشرہ اور بڑے بڑے صحابہ ﷺ کے ہوتے ہوئے..... جب جنگ کے متعلق مشورہ لینے کی باری آئی.....تو حضور ﷺ نے معاویہ ﷺ کو بلایا کہ معاویہ ﷺ مجھے مشورہ دے چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت معاویہ ﷺ سے مشورہ لیا۔(۱)

سیدہ اُم حبیبہؓ اور آقا کی معاویہ ﷺ سے محبت:

ایک مرتبہ سیدنا معاویہ ﷺ حضرت اُم حبیبہ کے پاس آئے..... حضور ﷺ نے دیکھا..... کہ بہن اور بھائی دونوں اکٹھے اور ایک گھر میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں..... حضور ﷺ نے معاویہ ﷺ اور اُم حبیبہ ﷺ کی طرف دیکھ کر فرمایا..... اُم حبیبہؓ کیا تجھے معاویہ ﷺ سے محبت ہے..... اس بھائی سے تو کتنی محبت کرتی ہے؟..... اُم المومنین سیدہ اُم حبیبہؓ نے فرمایا..... آقا! جتنی کسی بہن کو ایک بھائی سے پیار ہوسکتا ہے..... مجھے اس سے بھی زیادہ معاویہ ﷺ سے پیار ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا..... اُم حبیبہؓ جتنا معاویہ ﷺ تجھے پیارا ہے اس سے بھی کہیں زیادہ میں محمد ﷺ معاویہ ﷺ سے پیار کرتا ہوں..... اور پھر حضور ﷺ نے ایک دعا مانگی..... کہا اے اللہ تو معاویہ کو اتنی قوت دے دے جو معاویہ کے مقابلے میں آئے معاویہ ﷺ اسے نیست و نابود کر دے۔

صحابہ کرام کا اقتدار حکومت و فتوحات:

تاریخ یہ بتاتی ہے..... کہ تمام خلفاء میں سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ سے لے کر حضرت معاویہ ﷺ تک صحابہ ﷺ کا دور آیا ہے..... ابوبکر ﷺ کا دور دو سال تین ماہ تک قائم رہا۔

(۱) ادعوا معاویۃ واحضروہ امرکم فانہ قوی امین (سیدنا معاویہ ص ۹۵ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی۔ مجمع الزوائد ص ۳۵۶ ج ۹)

گویا صدیق اکبر ؓ نے دو سال تین ماہ تک حکومت چلائی......انہوں نے گیارہ لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ خطے پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

عمر بن خطاب نے دس سال چھ ماہ دس دن تک حکومت چلائی......انہوں نے ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

عثمان بن عفان ؓ کا دور آیا......انہوں نے چوالیس لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

علی ابن ابی طالب کا دور آیا...... انہوں نے ساڑھے پانچ سال حکومت چلائی......لیکن زیادہ فتوحات حاصل نہ ہوئیں......باہمی اختلافات اور خانہ جنگی کچھ بنیاد بن گئی۔

حضرت عثمان ؓ کے خون کا قصاص ان کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ بن کے سامنے آ گیا...... چنانچہ انہوں نے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا......حضرت حسن کا چھ ماہ کا دور آیا......اس کے بعد حضرت حسنینؓ نے مصالحت کر کے حضرت معاویہ ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی...... پورے کا پورا اقتدار حضرت حسن ؓ نے حضرت معاویہ ؓ کے سپرد کر دیا......حضرت معاویہ ؓ نے تن تنہا، انیس سال تین ماہ حکومت کی اور چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرا کر دنیا کو بتا دیا......کہ قیصر کے ٹکڑے ہو گئے......کسریٰ کے ٹکڑے ہو گئے...... آتش پرست بھاگ گئے......کفر بھاگ گیا......یہودیت دم توڑ گئی......عیسائیت میدان چھوڑ گئی......مدینہ سے مراکش تک...... مکہ سے پرتگال تک......عرب سے حجاز تک......حجاز سے ہندوستان تک، ہندوستان سے چین و روس اور افریقہ تک ہر خطہ میں سیدنا معاویہ ؓ نے اسلام کا پرچم لہرایا ہے......اور سیدنا امیر معاویہ ؓ بائیس سال تک مختلف ادوار میں گورنر رہے۔

سیدنا معاویہؓ کی ظاہری ٹھاٹھ اور فاروق اعظمؓ کا اختلاف:

روس تک افریقہ تک ہر خطے میں معاویہؓ نے اسلام کا پرچم لہرایا......اور یہ حضرت معاویہؓ بائیس سال تک مختلف ادوار میں گورنر رہے.....سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے معاویہؓ کے بڑے بھائی یزید ابن ابی سفیان یہ ایک عظیم آدمی تھا......صدیق اکبرؓ کے دور میں وہ گورنر رہے تھے..... حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں سیدنا معاویہؓ کو اس علاقے کا گورنر بنادیا تھا...... جب حضرت امیر المومنین عمر ابن خطابؓ بیت المقدس کو فتح کر کے واپس آئے..... دمشق سے ہوتے ہوئے گزرے.....حضرت معاویہؓ کے پاس گئے.....حضرت معاویہؓ نے بڑے شاہانہ انداز میں حضرت امیر المومنینؓ کا استقبال کیا.....بڑے بڑے صحابہؓ موجود تھے.....عمرؓ بڑے جلالی طبعیت کے تھے.....سخت قسم کے جرنیل تھے.....عمرؓ کی شدت دنیا میں مشہور ہے.....عمر ابن خطابؓ نے کہا معاویہؓ! تمہیں پتہ نہیں.....کہ میں نے بڑے بڑے صحابہؓ کو معزول کیا ہے.....اتنا قیمتی تم لباس پہنتے ہو.....خوبصورت لباس پہنتے ہو.....اعلیٰ قسم کا تخت بناتے ہوئے بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ تم اوپر بیٹھتے ہو...... دائیں بائیں تمہارے خدام رہتے ہیں.....تم نے اسلاف کے طریقے کو چھوڑ کر نیا طریقہ اپنایا ہے.....حضرت معاویہؓ نے جب یہ جملے سنے تو آنکھوں میں آنسو آگئے......اوپر جو خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اتار کر کہا حضرت! یہ معاویہؓ کا ظاہری لباس ہے اندر دیکھ لیجئے وہی ٹاکیوں اور پیوند سے جڑا ہوا وہی کھدر کا پرانا کپڑا جس پر چمڑے کی ٹاکیاں موجود ہیں اندر معاویہؓ نے وہی پہنا ہوا ہے..... میں یہاں اس جگہ پر ہوں جہاں رومیوں کے ساتھ کافروں کے ساتھ، عیسائیوں کے ساتھ اکثر میرے مناظرے ہوتے رہتے ہیں.....ان سے گفتگو ہوتی رہتی ہے.....وہ لوگ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھتے ہیں.....اگر ہم

اس انداز سے پیش نہ آئیں تو وہ لوگ ہمیں کچھ بھی نہیں سمجھتے...... میں یہ انداز اس لئے اپناتا ہوں...... تاکہ مسلمانوں کا جس طریقے سے ظاہری روپ ہے اسی طریقے پر ظاہری روپ بھی ان پر حاوی رہ جائے...... حضرت امیر المومنین نے جب یہ جملے سنے حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر! آج تک تیرے شدید سوال کا کوئی آدمی جواب نہیں دے سکا یہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہے جس نے ایسے سوال کا جواب دیا ہے جس کا آپ جواب بھی نہیں دے سکتے...... آپ کو خاموشی اختیار کرنی پڑی۔

جاہل ونادان لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کی زبانی:

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے...... وہ جاہل لوگ ہیں جو قیصر وکسریٰ کے شہروں کا تذکرہ کرتے ہیں...... معاویہ جیسا دانا معاویہ جیسا چست وچالاک معاویہ جیسا ذہین، معاویہ جیسا زیرک آدمی موجود ہو پھر بھی ان کے تذکرے ہوں؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہادی مہدی ہونے کا مصداق:

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہے...... کہ جس کے متعلق پیغمبر ﷺ نے تین دعائیں مانگی تھیں...... پیغمبر ﷺ نے فرمایا...... اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِياً مَّهْدِياً ......(۱) اے اللہ اس معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی بنا...... اے اللہ اس معاویہ رضی اللہ عنہ کو مہدی بنا...... ہدایت پر چلنے والا بنا...... انسانوں کی ہدایت کا سبب بنا...... کہ اس معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے انسانوں کو ہدایت ملے اور یہ ہدایت پر خود بھی چلے...... تابعین بتایا کرتے تھے...... کہ صحابہ فرماتے ہیں...... کہ اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے تو یقیناً تم کہتے کہ پیغمبر ﷺ نے جس مہدی کی آمد کی بشارت دی تھی وہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہے۔

---

(۱) ترمذی ص۲۴۷ ج۲

علم کا پہاڑ:

دوسری دعا حضور ﷺ نے فرمایا..... اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ.....اے اللہ اس کو کتاب کا علم عطا فرما..... حضرت معاویہ ؓ کا علم دیکھئے..... حضرت معاویہ ؓ کہتے ہیں..... کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک گھوڑے پر سوار تھا..... آقا ﷺ آگے بیٹھے ہیں..... معاویہ ؓ فرماتے ہیں..... کہ میں پیچھے بیٹھا ہوا تھا.....اور میرا سینہ پیغمبر ﷺ کی پشت سے لگ رہا تھا.....حضور ﷺ نے فرمایا معاویہ! تیرے جسم کا کونسا حصہ میرے جسم سے مس ہو رہا ہے..... کہا محبوب ﷺ میرا سینہ آپ کی پشت کے ساتھ لگ رہا ہے.....(۱) حضور ﷺ نے حضرت معاویہ ؓ کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر کہا..... اَللّٰھُمَّ اِمْلَاءُہٗ بِالْعِلْمِ..... اللہ معاویہ ؓ کے سینہ کو علم سے بھر دے۔

سیدنا معاویہ ؓ سے عیسائی بادشاہ کے سوالات:

اب نبی ﷺ کی دعا کا اثر دیکھئے..... معاویہ بن ابی سفیان ؓ کا دور حکومت ہے.....عیسائی خط لکھتا ہے..... خط میں لکھتا ہے..... کہ چند اشکالات ہیں ان کو حل کیجئے! خط حضرت معاویہ ؓ کے سامنے پڑھا گیا..... کہا حضرت اس عیسائی نے پہلا سوال یہ لکھا ہے..... اس زمین پر وہ کون سی چیز ہے جو زمین کی نہیں جنت سے آئی ہے..... حضرت معاویہ ؓ نے فرمایا..... کہ خط میں لکھو کہ یہ چیز حجر اسود ہے..... جو کہ جنت سے آیا ہے..... جب کعبۃ اللہ کی تعمیر کی گئی..... تو اللہ نے اس پتھر کو جنت سے زمین پر بھیجا تھا..... بڑا خوبصورت پتھر تھا..... میرے اور آپ کے گناہوں کی شامتوں کی وجہ سے اس کی شکل سیاہ ہو گئی ہے.....(۲) چنانچہ وہ جنت کا پتھر ہے۔

---

(۱) الاصابہ ص ۴۱۲ ج ۳ (۲) فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل ص ۹۱۵ ج ۲، مجمع الزوائد ص ۲۵۶ ج ۹ بیروت

وہ اب بھی زمین پر موجود ہے...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا علم دیکھو...... اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ ...... نبی کی دعا برحق ہے...... پیغمبر ﷺ دعائیہ جملے کہے اور دعا قبول نہ ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

عیسائی نے دوسرا سوال یہ لکھا...... کہ ایسا پانی بتاؤ آسمان سے بھی نہ گرا ہو...... زمین سے بھی نہ نکلا ہو...... لیکن دنیا کے تمام پانیوں میں سے وہ افضل پانی ہو؟ حضرت معاویہ نے فرمایا اس کو لکھو کہ جب غزوہ خندق ہو رہا تھا...... تو خندق کھودی جا رہی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا آقا ﷺ......! پیاس کی شدت ہے وضو کے لیے پانی نہیں بچا...... فرمایا کسی کے ہاں کچھ بچا ہے؟ کہا آقا ﷺ اور تو کچھ نہیں ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا وہ پیالہ لے آؤ...... چنانچہ حضور ﷺ کے سامنے وہ پیالا لایا گیا...... رحمت کائنات ﷺ نے اپنا دائیاں ہاتھ اس پانی کے پیالے میں ڈالا...... پیغمبر ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹے...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا...... کہ یہ وہ پانی ہے جو آسمان سے بھی نہیں برسا زمین سے بھی نہیں نکلا...... اور یہ اتنا عظیم پانی ہے...... کہ دنیا کا کوئی پانی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا...... یہ سب سے عظیم پانی ہے...... کہ آب زمزم بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیوں؟ اس لئے کہ آب زم زم اسماعیل علیہ السلام کی ایڑھیوں سے نکلا ہے پاؤں سے نہیں آیا...... ایڑھیاں رگڑنے کی وجہ سے وہ پانی زمین سے نکلا ہے...... اور یہ پانی اس سے افضل ہے کہ یہ پیغمبر ﷺ کی انگلیوں سے نکلا ہے وہ پانی اسماعیل علیہ السلام کے قدموں سے نکلا تھا اور یہ محمد ﷺ کی انگلیوں سے نکلا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ پانی آسمان سے بھی نہیں برسا اور زمین سے بھی نہیں نکلا لیکن دنیا کے تمام پانیوں سے یہ پانی افضل ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا علم دیکھو...... پیغمبر ﷺ کی دعا تھی...... اِمْلَاْہُ بِالْعِلْمِ اے اللہ معاویہ کو علم سے بھر دے۔

اس عیسائی نے تیسرا سوال یہ لکھا...... کہ ایسی پانچ چیزیں بتاؤ جن کو ماں نے جنم

نہ دیا ہو...... گویا ان کی ماں بھی نہیں اور ان کا باپ بھی نہیں ...... نہ ماں کے رحم سے ہیں نہ باپ کی پیٹھ سے لیکن زمین پر چلی بھی ہیں اور پھری بھی ہیں...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس عیسائی کو جواب لکھو...... کہ پہلی چیز حضرت آدم علیہ السلام ہیں...... نہ ان کی ماں ہے اور نہ ہی ان کا باپ ہے۔

دوسری چیز حضرت حواء علیہا السلام ہیں...... یہ نہ اماں کے پیٹ سے آئی ہے اور نہ ہی باپ کی پیٹھ سے ہے...... یہ تو پسلی کی پیداوار ہے...... جناب آدم علیہ السلام اماں حوا علیہا السلام کے باپ نہیں...... حضرت حوا علیہا السلام جناب آدم علیہ السلام کا جز ہے...... اور یہ یاد رکھو کہ جز جز ہوتا ہے اور جز کو کل پر فضیلت نہیں دی جاتی...... مرد کل ہے عورت اس کا جز ہے جز جتنا بڑھے تب بھی حصہ رہے گا...... جز رہے گا اور کل کو جتنا گھٹاؤ پھر بھی کل رہے گا...... کل کو فضیلت ہے جز کو کوئی فضیلت حاصل نہیں...... اس لیے قرآن نے کہا الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ ...... مرد حاکم ہوتا ہے عورت محکوم ہوتی ہے...... اور جہاں عورت حاکم بن جائے وہ قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے(۱)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا...... تیسری چیز نہ جس کی ماں ہے اور نہ باپ حالانکہ وہ زمین پر چلی بھی ہے اور پھری بھی ہے وہ حضرت موسیٰ کا عصاء ہے...... اسے زمین پر ڈالا اژدھا اور سانپ بن گیا...... چلتا پھرتا ہے حرکت کرتا ہے نہ اس کا ابا ہے اور نہ اس کی اماں ہے...... اور چوتھی چیز حضرت صالح علیہ السلام کی وہ اونٹنی جو اللہ نے پیغمبر علیہ السلام کو معجزہ دیا...... قوم نے کہا کہ ہمیں اس پہاڑ سے زندہ اونٹنی نکال کر دکھا...... پیغمبر علیہ السلام نے دعا مانگی پہاڑ پھٹا درمیان میں سے اونٹنی باہر نکل کر آئی...... زمین پر چلی پھری اسے ناقۃ اللہ علی الارض کہا گیا...... کہ اللہ کی اونٹنی زمین پر چل پھر رہی ہے...... روئے زمین کا پانی پی جاتی

---

(۱) لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ (صحیح البخاری ص ٦٣٦ ج ١، تفسیر ابن کثیر ص ٤٩ ج ١)

سب سبزیاں ترکاریاں کھا جاتی پورا سبزہ چر جاتی اس کا پیٹ نہ فل ہوتا تھا......

اللہ نے وہ معجزہ پیغمبر علیہ السلام کو دیا اس اونٹنی کا باپ بھی نہیں اس کی ماں بھی نہیں...... زمین پر آئی ہے چلی پھری ہے...... یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا علم تھا جس کے لئے پیغمبر ﷺ نے دعا مانگی تھی...... املائہ بالعلم...... اے اللہ اس کے سینہ کو علم سے بھر دے...... اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ ...... اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن کا علم دے دے......(۱) اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِسَابَ اے اللہ معاویہ کو حساب کا علم دے دے۔

فتوحات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ نے فرمایا...... اَللّٰھُمَّ مَکِّنْ لَہٗ فِی الْبِلَادِ......(۲) اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو زمین پر سلطنت عطا کر دے...... اتنا بڑا حکمران تاریخ نے پیدا ہی نہیں کیا...... مورخین حضرات اس بات کو نوٹ کرتے ہیں...... کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان نے (22) سال گورنری کی...... بیس سال حکمرانی کی جو چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت فتوحات کا رقبہ ہے...... کابل کا شہر پشاور اور افغانستان کے علاقے حتیٰ کہ افریقہ کے جنگلات کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں فوجیں نہ پہنچی ہوں...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑے تیار کئے...... اور ہزاروں قسم کے جہاز تیار کئے۔

سب سے پہلا سائنس دان:

تاریخ میں آتا ہے...... کہ ایک یزید کا لڑکا ہے جس کا نام خالد ہے...... یہ پہلا سائنس دان ہے...... کہ جس نے سب سے پہلے سائنس کے کلیے سائنس کے قاعدے، سائنس کے ضابطے سب سے پہلے بیٹھ کر تجویز کئے تھے۔

---

(۱) کنز العمال ص۸۷ ج۷ (۲) مجمع الزوائد ص۳۵۶ ج۹

یہ تو تاریخ ہمیں دوسروں کی طرف لے جاتی ہے......اس لیے کہ ہم نے کبھی اپنی اسلامی ہسٹری کو نہیں پڑھا......تاریخ میں سب سے پہلا بحری بیڑہ تیار کرنے والا سیدنا معاویہ بن ابی سفیان ہے...... یہ مسلمانوں کے کارنامے ہیں عیسائیوں کے نہیں...... یہ آج جو لوگ چاند تک پہنچ گئے ہیں......ان کا کوئی کمال نہیں...... یہ ہمارے قرآن سے ان لوگوں نے تمام مسائل سیکھے ہیں۔

علامہ طنطاویؒ مصر کے ایک بہت بڑے ہمارے عالم تھے......اس نے قرآن کی آیات وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقاً عَنْ طَبَقٍ ۔ کی تفسیر میں لکھا ہے......ایک وقت آئے گا لوگ تہہ بہ تہہ وقتاً فوقتاً محنت کرتے ہوئے چاند تک پہنچ جائیں گے۔

سائنسدانو......! تم اب پہنچے ہو قرآن چودہ سو سال پہلے کہہ چکا ہے......تم نے کچھ نہیں کیا یہ علم قرآن نے بتایا ہے......اِمْلَاَهُ بِالْعِلْمِ......اللہ معاویہ ﷺ کے سینہ کو علم سے بھر دے۔

حضرت معاویہ ﷺ نے فرمایا...... کہ پانچویں چیز لکھو جس کی ماں بھی نہیں اور باپ بھی نہیں لیکن وہ زمین پر آ کر چلی بھی ہے پھری بھی ہے......وہ چیز حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی قربانی کے لئے اللہ نے جنت سے دنبہ بھیجا تھا......اس کا ابا بھی نہیں تھا اماں بھی نہیں تھی اور یہ زمین پر چلا بھی ہے اور پھرا بھی ہے۔

اس کے بعد حضرت معاویہ ﷺ سے کہا گیا...... کہ حضرت ایک اور سوال ہے...... فرمایا بتاؤ وہ کیا سوال ہے......کہا حضرت اس عیسائی نے یہ لکھا ہے ایسی چیز بتاؤ جو زمین پر چلی پھری نہیں اور اولاد بھی اس کی نہیں شوہر بھی اس کا نہیں......عورت بھی وہ نہیں...... مادہ کی جنس سے بھی نہیں مادہ بھی نہیں لیکن قرآن میں اسے ماں کہا گیا ہے......حضرت امیر معاویہ ﷺ نے فرمایا...... کہ اس عیسائی کو لکھو کہ مکہ کے شہر کو ماں کہا گیا ہے......لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى یہ بستی اور اُم کے معنی میں ہیں...... ماں اُم القریٰ یہ مکہ کا نام ہے......اس کا معنی ہے

بستیوں کی ماں...... یہ ایک ایسی ماں ہے جس کی اولاد نہیں یہ عورت نہیں...... یہ مادہ نہیں...... یہ زمین پر چلی پھری بھی نہیں...... لیکن اس کو ماں کہا گیا ہے۔

لفظ اُم کی لغوی تحقیق:

عربی میں اُم کے دو معنی ہوتے ہیں...... ام کا ایک معنی ہوتا ہے بنیاد اور جڑ...... اس مکہ کے بارے میں اُم کا ایک نام آتا ہے...... جس کے معنے ہیں بنیاد اور جڑ چونکہ قرآن کہتا ہے...... اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَّ هُدىً لِّلْعَالَمِيْنَ...... سب سے پہلا گھر اللہ کی زمین پر جو بنایا گیا...... جس کو اللہ نے خود بنایا وہ بیت اللہ ہی مکۃ المکرمہ تھا...... مکہ سے زمین کو کھینچا گیا تو ماں سے اولاد بنتی ہے تو مکہ سے زمین کھینچی گئی اس لئے مکہ کو اُم القریٰ بستیوں کی ماں کہا گیا۔

کہا حضرت لکھا ہوا ہے...... کہ ایک ایسی چیز بتاؤ جو چلتی پھرتی بھی نہیں مرد بھی نہیں...... جن بھی نہیں...... فرشتہ بھی نہیں...... انسان بھی نہیں...... جانور بھی نہیں لیکن سانس لیتی ہے...... کہا عیسائی کو جواب لکھو کہ قرآن کہتا...... وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ...... جب صبح ہوتی ہے تو وہ سانس لیتی ہے...... صبح کا وقت انسان نہیں...... صبح کا وقت جن نہیں صبح کا وقت فرشتہ نہیں...... صبح کا وقت کوئی جاندار چیز نہیں...... لیکن ہر صبح جب آتی ہے تو ایک نیا سانس لیتی ہے...... اس کو قرآن کہتا ہے...... وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ...... یہ صبح ایک ایسی چیز ہے جو سانس لیتی ہے...... اس عیسائی کے پاس جب ان سوالوں کے جوابات پہنچے...... تو اس عیسائی پادری نے کہا جو شخص اتنے بڑے علم کا مالک ہے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے...... سوائے اس کے کہ ہم کلمہ پڑھ کر اس کے دین میں شامل ہو جائیں...... آپ ان لوگوں کے علم کا کیا اندازہ کریں؟ اِمْلَاْهُ بِالْعِلْمِ...... اللہ معاویہ ﷛ کے سینہ کو علم سے بھر دے...... عَلِّمْهُ الْكِتَابَ...... اے اللہ معاویہ ﷛ کو کتاب کا علم دیدے...... یہ جتنا علم حضرت امیر معاویہ ﷛ کے پاس تھا......

یہ پیغمبر ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کا خوف خدا اور عدل وانصاف:

اور پیغمبر ﷺ کی دوسری دعا پر غور فرمائیں......اَللّٰهُمَّ مَكِّنْ لَهٗ فِي الْبِلَادِ......اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو زمین پر حکومت عطا کرنا......اور حضور نے فرمایا......يَا مُعَاوِيَه اِذَا وَلِّيْتَ فِي الْاَرْضِ...... اے معاویہ رضی اللہ عنہ جب تو زمین پر متولی بن جائے وارث بن جائے......جب تجھے حکومت مل جائے فرمایا......فَاتَّقِ وَاعْدِلْ ......اللہ سے ڈرتے رہنا عدل کرتے رہنا......(۱) پیغمبر ﷺ نے خود فرمایا کہ میرے بعد ایک وقت آئے گا کہ تو زمین پہ والی اور وارث بن جائے گا......تو حضور ﷺ کی یہ دُعا بھی سچی ہوئی......حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی سے آرہے تھے...... آقا جلدی سے اُٹھے اٹھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوما......(۲) حضور ﷺ منبر پر بیٹھے......حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ساتھ کھڑا کر دیا......پیار کے ساتھ فرمایا لوگو......اِنَّ اِبْنِيْ الصَّالِح......یہ حسن میرا وہ نیک بیٹا ہے......جو میری امت میں دو گروہوں کے درمیان جب اختلاف شدید ہو جائے گا...... یہ صلح کرائے گا اور یہ صلح سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور میں عام الجماعت کے نام سے وہ سال مشہور ہے......کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی...... باتیں طے ہوئیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفید کاغذ پر کھلے پرچے پر دستخط کر کے بغیر کسی شرط پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے......کہ جو آپ چاہیں شرائط لکھ دیں......حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لکھا......کہ فلاں علاقہ کا جزیہ ہم لیں گے فلاں علاقہ کا ٹیکس اہل بیت وصول کریں گے......اور فلاں فلاں جگہ پر فلاں فلاں آدمی کو گورنر متعین کیا جائے گا (معاویہ نے فرمایا کہ شرائط منظور ہیں)

---

(۱) ابن حجر الاصابہ ص۴۳۳ ج۳، صحیح البخاری ص۱۰۹ ج۱، ابو یعلی فی مسندہ والبیھقی فی دلائل النبوۃ ص۴۲۲ (۲) وعن ابی بکرۃ قال رایت رسول اللہ ﷺ علی المنبر والحسن بن علی الی جنبہ وھو تقبل علی الناس مرۃ وعلیہ اخری ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (رواہ البخاری ، مشکوۃ ص۵۶۹ ج۲)

حضرت معاویہ نے بغیر پڑھے کہا بھائی مجھے آپ پر اعتماد ہے جس شرط کو لکھو میں اسے قبول کروں گا......(۱) حضرت حسن بھرے ہوئے مجمع میں اٹھے......حضرت معاویہ سے کہا...... کہ ہاتھ آگے بڑھاؤ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں......اُمت کو بتاتا ہوں کہ میرے آقا نے میرے لئے دُعا مانگی تھی......آج نانا کی دعا بن کر میں علی اور معاویہ دو گروہوں کے تضاد کو ختم کر کے صلح کا پیکر بننا چاہتا ہوں۔

لوگو حسن ﷛ معاویہ ﷛ سے صلح کرے اور حسن ﷛ کا نام لیوا آج معاویہ ﷛ کے ساتھ عداوت اور بغض رکھے......؟ یہ کہاں کا مسلمان ہے۔

معترض کا اعتراض اور عبداللہ بن مسعود کا جواب:

حضرت معاویہ ﷛ اس قدر جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں...... بہت بڑی عظمتوں کے مالک ہیں......کہ حضور نے دُعا مانگی...... اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡهُ هَادِيًا مَهۡدِيًا اے اللہ اس کو ہادی بھی بنا اس کو مہدی بھی بنا......ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷛ بیٹھے ہوئے تھے......حضرت معاویہ ﷛ کا تذکرہ چل پڑا کسی نے کہا حضرت وہ تو ایک وتر پڑھتا ہے اور آپ تین پڑھتے ہیں۔(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷛ نے فرمایا ......"لَاتَقُوۡلُوۡا مُعَاوِيَه اِنَّهٗ فَقِيۡه" معاویہ ﷛ کے متعلق کچھ نہ کہنا وہ تو بہت بڑا فقیہ آدمی ہے......اللہ نے اس کو فقاہت کا علم دیا ہے...... یہ بات معاویہ ﷛ سے ہوگی......کہ کن دلائل کے تحت یہ نماز ادا کرتے ہو......ہم معاویہ ﷛ کے متعلق زبان نہیں کھولنا چاہتے...... اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا......کہ معاویہ ﷛ فقیہ ہوگا......معاویہ کے پاس فقہ کا علم ہوگا

---

(۱) حضرت حسنؓ کے خطبہ کے الفاظ یہ ہیں "مسلمانو! میں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کرلی اور ان کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کرلیا اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے ان کو بخش دیا (تاریخ اسلام از نجیب آبادی ص ۵٤٤ ج ۱، فتح الباری ص ۵۰ ج ۳ (۲) آثار التشریع ص ۲۲۹ ج ۲

حضرت معاویہ ﷛ ھادی بھی مہدی بھی:

حضور ﷺ نے حضرت معاویہ ﷛ کے متعلق فرمایا...... اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًا ...... اے اللہ اس کو ہادی بھی بنا مہدی بھی بنا ہدایت پر خود بھی چلے اور لوگوں کے لئے ہدایت کا سبب بنے...... عیسائی کو سوالوں کے جوابات لکھ کر مسلمان کیا ہدایت کا سبب بنے اور خود کمال درجے کے ہدایت پر تھے۔

سب سے زیادہ حلم والا حضرت معاویہ ﷛:

ایک اور جملہ پیغمبر ﷺ کی زبان سے صادر ہوا فرمایا لوگو! جیسے اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْر ﷛ میری امت میں سب سے زیادہ رحیم وکریم ابوبکر ہیں۔

اَشَدُّ ھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَر ...... سب سے زیادہ سخت حضرت عمر ابن خطاب ہیں۔

اَصْدَقُھُمْ حَیَآءً عُثْمَان...... سب سے زیادہ حیا والا عثمان ابن عفان ہے۔

اَقْضَا ھُمْ عَلِیْ ...... تمام صحابہ ﷛ میں فیصلوں کی قوت رکھنے والے حضرت علی ابن ابی طالب ﷛ ہیں۔(الاصابہ ص۹)

حضور ﷺ نے فرمایا...... کہ میری امت میں اَقْرَاء ھُمْ اُبَیْ اِبْنُ کَعْبٍ اَنْصَارِیْ تمام صحابہ ﷛ میں خوبصورت قرآن پڑھنے والا ابی ابن کعب انصاری ہے۔

حضور نے فرمایا...... میری ساری امت میں سب سے زیادہ اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ عُبَیْدَۃِ ابْنِ الْجَرَّاحِ ...... حضرت ابوعبیدہ ﷛ ابن جراح میری امت میں سب سے زیادہ امین ہے۔

ایسے ہی پیغمبر ﷺ نے فرمایا...... اَجْوَدُھُمْ وَاَحْلَمُھُمْ مُعَاوِیَۃْ ...... میری پوری جماعت صحابہ ﷛ میں سب سے زیادہ حلیم حوصلے والا سب سے زیادہ جود وسخاوت کا پیکر اور

جو معاویہ ﷜ کو برا بھلا کہے انہیں معاف کر دینے والا اور اپنی طرف سے ہدیے دینے والا اگر میری امت میں سب سے زیادہ خوبی اللہ نے کسی میں رکھی ہے تو وہ معاویہ ﷜ میں رکھی ہے...... اور اس دعا کے عینی شواہد دیکھئے...... کہ حضرت معاویہ ﷜ حضرت حسن ﷜ اور حضرت حسین ﷜ کو چالیس، چالیس ہزار وظیفہ دیا کرتے تھے...... ازواج مطہرات ؓ کو بیس بیس ہزار دراھم و دینار وظیفے دیا کرتے تھے۔

سیدنا معاویہ ﷜ کا حضرت عقیل کو قرضہ دینا:

حضرت علی ﷜ کے سگے بھائی حضرت عقیل ﷜ حضرت معاویہ ﷜ کے پاس آئے...... کہا حالات سازگار نہیں کچھ رقم کی ضرورت ہے...... فرمایا کتنی رقم ضرورت ہے...... کہا چالیس ہزار دینار کی ضرورت ہے...... فرمایا پیغمبر ﷺ کی قرابت کا لحاظ رکھتا ہوں...... میرے نبی ﷺ نے فرمایا تھا...... جو میرے رشتہ داروں سے تعلق رکھتا ہے...... میں قیامت کے دن اس کا سفارشی بنوں گا...... علی ﷜ کا بھائی آج میرے پاس آیا ہے...... اس کو چالیس ہزار دینار دے کر میرے کھاتہ میں لکھ دو......(۱) اَجوَدُھُم وَاَحلَمُھُم مُعَاوِیَۃ

حضرت حسین ﷜ اور معاویہ ﷜ کی آپس میں محبت:

ایک جماعت مال غنیمت لے کر سفر سے واپس آرہی تھی...... جب وہ مدینہ سے گزری تو حضرت حسین ابن علی ﷜ نے فرمایا...... کہاں سامان لے کر جارہے ہو...... کہا امیر المومنین حضرت معاویہ ﷜ کے پاس...... فرمایا وہاں لے جانے کی ضرورت نہیں...... یہ سامان یہاں پر رکھ دو...... اب نواسہ رسول ﷺ کے سامنے کس کو بولنے کی جرأت ہوسکتی تھی...... سب خاموش ہوگئے...... کہا ٹھیک ہے...... چنانچہ سامان وہاں پر رکھ دیا گیا۔

---

(۱) یہ مکمل حدیث مشکوٰۃ کے ص ٥٦٦ ج ٢ پر موجود ھے

جب سامان رکھ دیا حضرت حسین نے قافلہ والوں سے فرمایا کہ جاؤ..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہنا..... کہ وہ مال حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا ہے..... کہ میں اہل مدینہ اور قرابت داران رسول ﷺ پر خرچ کرنا چاہتا ہوں..... اور قافلہ والے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے..... تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا بنا؟ کہا حضرت جتنا مال تھا وہ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لے لیا ہے..... کہا انہوں نے یہ جملے کہے ہیں..... اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اگلا جملہ سننا..... فرمایا یہ بتاؤ کہ تم نے اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مزاحمت تو نہیں کی تھی.....؟ مقابلہ تو نہیں کیا تھا..... بحث تو نہیں کی تھی..... تکرار تو نہیں کیا تھا..... گفتگو زیادہ تو نہیں کی تھی۔

انہوں نے کہا ہم نے کوئی بات نہیں کی تھی..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے یہی توقع تھی..... کہ خاندان نبوت کے ساتھ تم ایسا ہی کرتے..... اگر تم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے تو میں تمہاری گردنیں قلم کر دیتا..... جس شخص کی زندگی ایسی ہو اور قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے..... رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ..... کہ وہ آپس میں رحم دل تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ونماز جنازہ:

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (72) بہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی امامت اور کفن:

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ یہ صحابی رسول ﷺ تھے..... انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی..... اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کفن میں پیغمبر ﷺ کا کرتہ دیا گیا..... آقا ﷺ نے ان کو اپنی چادر عطا فرمائی تھی..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنبھال کر رکھی..... وہی چادر کفن میں ملی..... ایک چادر پیغمبر ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی..... فرمایا علی چار پائی پر لیٹ اسے پہن کر سو جا..... ایک چادر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دی کہ معاویہ اسے پہن کر قبر میں جانا..... یہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی چادر ایک رات پہنتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت تک وہ چادر پہنے گا..... یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کی طرف سے خصوصی عطا تھی۔

کونڈوں کی رسم کی حقیقت:

سنیو! تمہارے ہاں (22) بائیس رجب کو ایک کونڈوں کی رسم ہے..... 22 تاریخ کو لوگ کونڈے کرتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے..... کہ یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی یاد ہے ایسا کرنا امام جعفر صادق نے کہا تھا۔

توجہ کریں..... رجب کے مہینے میں نہ ہی امام جعفر صادق کی ولادت ہے..... نہ رجب کے مہینہ میں ان کی وفات ہے۔

نہ رجب کے مہینے میں ان کا کوئی حکم ہے..... نہ ہی کونڈوں کے متعلق کسی قسم کی کوئی داستان ہے۔

کونڈوں کی رسم کی ایجاد:

ایک لکڑ ہار کی ایک فرسودہ داستان گھڑی گئی ہے..... اور ان کونڈوں کی ابتداء انڈیا میں ایک رامپور کا علاقہ ہے..... وہاں پر ایک نواب رہتا تھا..... اس نواب کی ایک منظور نظر لونڈی کنجری طائفہ و بدکارہ عورت تھی..... جس سے وہ خفا ہو گیا..... وہ عورت جانتی تھی..... کہ میرا نواب رافضی العقیدہ ہے..... شیعہ مذہب کا پیروکار ہے..... اس نے اسے خوش کرنے کے لئے رجب کی بائیس تاریخ کو کونڈوں کا اہتمام کیا..... اندر بیٹھ کر پکاؤ خاص خاص لوگوں کو کھلاؤ..... باہر اس کو ہوا بھی نہ لگے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف ہر جھوٹ ہر الزام ہر برائی جو اپنے سر سے اتارنی ہو..... وہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف لگا دو۔

متعہ کرنا ہو..... تو کہو امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

جھوٹ بولنا ہو..... تو کہو امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

ظلم کرنا ہو..... تو کہو امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

کونڈے کرنے ہوں......تو الزام لگاؤ کہ امام جعفرؓ نے کہا تھا۔

یہ بات حضرت امام جعفرؓ کی طرف غلط منسوب ہے......اس کنجری نے انڈیا میں اس کی بنیاد رکھی......اور آپ کے ہاں پاکستان میں آج کل اس کا رواج عروج پر پہنچا ہے......پیغمبر ﷺ کا وہ سالا پیغمبر ﷺ کا وہ صحابی پیغمبر ﷺ کی بیوی کا بھائی......امت کے ماموں کی موت ہوا اس کا انتقال ہو......اس دن بیٹھ کر کوئی آدمی کونڈے کرے......خوشی کرے۔

کونڈوں کی شرعی حیثیت:

دیوبندی علماء بریلوی علماء اہل حدیث علماء ان سب کا متفقہ فیصلہ ہے......کہ کونڈے شرعاً حرام ہیں ناجائز ہیں......اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں......قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ایک رسم بد ہے...... جو صحابہؓ کے دشمنوں نے کافروں نے اس کا اجراء کیا......میں تمہیں کہتا ہوں کہ کبھی بیٹھ کر ذہن میں سوچو۔

خوش نصیب لوگ:

آج مجھے کوئی کہے......مولوی صاحب پیلا رومال کیوں باندھتے ہو......؟ میں کہوں گا......اس لیے کہ میں نے اپنے استاد مفتی محمودؒ کو یہی رومال باندھتے دیکھا تھا......

مجھے کوئی کہے......چادر کیوں اوڑھتے ہوں؟ میں کہوں گا......کہ عبدالشکور دین پوری کو میں نے یہ اجرک پہنتے دیکھا تھا......ادا پسند آئی ہے۔

آپ مجھ سے پوچھیں......کہ جمعہ کو عصاء ہاتھ میں لے کر کیوں خطبہ دیتے ہو؟ میں کہوں گا اسی مسجد کے سابقہ خطیب مولانا غلام مصطفیٰؒ یہ عصاء لے کر کھڑے ہوتے تھے۔

میرے دوستو......! تقلید کی جاتی ہے انداز اپنایا جاتا ہے......بزرگ کا ولی کا۔ غوث کا قطب کا ابدال کا صحابی کا، نبی کا۔

خوش نصیب وہ لوگ ہیں......جو پیغمبر ﷺ کی اقتداء کرتے ہیں۔

خوش نصیب وہ لوگ ہیں...... جو صحابہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہیں...... اور یہ کونڈے کرنا وہ رسم بد ہے...... جس کی ایک کنجری نے ابتدا کی تھی۔

دوستو! یہ بھی دنیا میں کوئی عبادت ہے...... کہ کنجری کی سنت کو زندہ کرو اور عبادت اسے تصور کی جائے...... یہ عبادت نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے...... کیونکہ یہ دراصل معاویہ ﷺ کی وفات کی خوشی ہے...... اور معاویہ کوئی عام انسان نہیں تھا۔

کون معاویہ؟:

- میرے دوستو! کون معاویہ ﷺ...... وہ معاویہ ﷺ پیغمبر ﷺ نے جس کے لئے دعائیں مانگیں۔
- کون معاویہ ﷺ...... وہ معاویہ ﷺ پیغمبر ﷺ نے جس کے بارے میں کہا اللہ علم سے اس کے سینہ کو بھر دے۔
- کون معاویہ ﷺ...... وہ معاویہ ﷺ پیغمبر ﷺ نے جس کے بارے میں کہا اے اللہ اسے علم الکتاب دے۔
- کون معاویہ ﷺ...... وہ معاویہ ﷺ پیغمبر ﷺ نے جس کے بارے میں کہا وَقِهِم الْعَذَابَ اے اللہ قیامت کے دن معاویہ ﷺ کو عذاب سے بچانا۔
- کون معاویہ ﷺ...... وہ معاویہ ﷺ پیغمبر ﷺ نے جس کے بارے میں کہا اے اللہ معاویہ کو ھادی مہدی بنا اور اس کے ذریعے مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرما۔
- وہ معاویہ ﷺ...... پیغمبر ﷺ نے جس کے بارے میں کہا اے اللہ معاویہ ﷺ کو حکومت عطا فرما۔
- وہ معاویہ ﷺ...... پیغمبر ﷺ نے جس کے بارے میں کہا جو بھی معاویہ ﷺ سے لڑے گا وہ ریزہ ریزہ ہوگا۔

- وہ معاویہ ؓ ...... پیغمبر ﷺ نے جس کے بارے میں کہا کہ معاویہ ؓ میرا رازدار ہے جو اسے محبوب رکھے گا نجات پائے گا اور جو معاویہ ؓ سے بغض رکھے گا وہ ہلاک ہوگا۔
- وہ معاویہ ؓ ......جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ دونوں محبت رکھتے ہیں۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کو کاتب وحی ہونے کی سعادت ملی۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کو آقا نے حکومت کرنے کی بشارت سنادی تھی۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کو مشورہ لینے کے لئے آقا نے بلوا کر فرمایا کہ معاویہ قوی اور امین ہیں۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کو غزوہ حنین کے موقع پر قبیلہ ہوازن کے مال غنیمت سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا کی گئی تھی۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کو برادر نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔
- وہ معاویہ ؓ ......جو خال المسلمین یعنی امت مسلمہ کے ماموں مشہور ہوئے۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے متعلق سیدنا فاروق اعظم ؓ نے ہی فرمادیا کہ مجھے معاویہ ؓ کی عیب جوئی سے صاف رکھو۔
- وہ معاویہ ؓ جس کے متعلق سیدنا حیدر کرار ؓ نے فرمایا کہ معاویہ ؓ کو برا بھلا مت کہو اگر وہ تم سے جدا ہو گئے تو تمہارے سرتنوں سے جدا ہو جائیں گے۔
- وہ معاویہ ؓ ......جنہوں نے اپنا نصف مال بیت المال میں جمع کرنے کی وصیت کی تھی۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے بارے میں سیدنا حیدر کرار ؓ نے فرمایا کہ معاویہ میرے بھائی ہیں کافر یا فاسق نہیں۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے بارے میں سیدنا حیدر کرار ؓ نے فرمایا کہ معاویہ ؓ کو برا کہنے کی بجائے دعا کرو کیونکہ ان کی برائی کرنا ہمیں پسند نہیں ہے۔

- وہ معاویہ ؓ ......جن کے بارے میں حضرت حسن ؓ نے فرمایا کہ بخدا معاویہ ان لوگوں سے جو خود کو شیعہ کہلواتے ہیں کئی درجہ بہتر ہیں۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے متعلق حضرت حسن ؓ نے فرمایا کہ جو معاویہ کو جہنمی کہے وہ لعنتی ہے۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے ہاتھ پر حضرت حسن ؓ نے بیعت کر کے امت مسلمہ کے لئے خلیفۃ المسلمین تسلیم فرمایا۔
- وہ معاویہ ؓ ......جنہوں نے سیدنا حسن ؓ کی ہر بات بلا تامل اور بلا ترمیم تسلیم کر لی۔
- وہ معاویہ ؓ ......جنہیں حضرت حسین ؓ نے گروہ آل محمد میں شامل فرمایا۔
- وہ معاویہ ؓ ......سیدنا عقیل بن ابی طالب نے جنگ صفین میں جن کا ساتھ دیا۔
- وہ معاویہ ؓ ......جنہیں عبداللہ ابن عباس نے فقیہ اور مجتہد کہا۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ معاویہ ؓ کا حلم ان کے غضب پر اور ان کی فیاضی بخل پر غالب ہے۔
- وہ معاویہ......جن کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا معاویہ صلہ رحمی کرتے ہیں جدائی نہیں کرتے اس لئے ان کے تمام معاملات درست ہیں۔
- وہ معاویہ......جن کی تعریف میں ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ معاویہ ؓ نے آقا کی صحبت کا شرف اٹھایا ہے اس لئے ان پر اعتراض بے جا ہیں۔
- وہ معاویہ ؓ......جن کے بارے میں حضرت عباس ؓ نے فرمایا کہ ہم میں معاویہ ؓ سے بڑا عالم نہیں ہے۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے بارے میں حضرت عباس ؓ نے فرمایا کہ معاویہ سے بڑھ کر ہم نے بادشاہت اور سلطنت کے لائق کسی کو نہیں پایا۔

- وہ معاویہ ؓ ......جن کے نام پر سیدہ فاطمہؓ کے داماد عبداللہ بن جعفر طیار ؓ نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا اور سیدنا معاویہ ؓ نے اس بچہ معاویہ ؓ کی ولادت کی خوشی میں ابن جعفر کو دس لاکھ روپے دیئے۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے بارے میں سیدنا ابودرداء نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہہ نماز پڑھنے والا معاویہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جا سکتا۔
- وہ معاویہ ؓ......جن کے متعلق سیدنا عمیر بن سعد ؓ نے فرمایا کہ معاویہ کا ذکر جب بھی کرو بھلائی سے کرو۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے متعلق مشہور ہے کہ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب جھوٹا مدعی نبوت کو واصل جہنم کیا۔
- وہ معاویہ ؓ ......جن کے بحری جہاز کی پیش گوئی آنحضرت نے ان الفاظ میں کی کہ میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا۔اس پر جنت واجب ہے۔
- وہ معاویہ ؓ......جن کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو اس قدر اعتماد ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا کہ معاویہ ؓ اور ابوموسیٰ ؓ کو ان کے عہدوں پر رہنے دو کیونکہ لوگ ان سے خوش ہیں۔
- وہ معاویہ ؓ......جن کے موقف کی تائید میں سیدنا علی ؓ کے زمانے میں ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ اگر خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ نہ کیا جاتا تو آسمان سے پتھر برستے۔
- وہ معاویہ ؓ......جن کے دندان شکن جواب سے قیصر روم نے حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔
- وہ معاویہ ؓ......جن کے متعلق سیدنا حیدر کرار ؓ نے بھی فرمایا کہ ہمارے اور معاویہ کے مقتولین دونوں جنتی ہیں۔

- وہ معاویہ ﷛ ......جن کے حق میں سیدنا علی ﷛ نے اپنے بیٹے حسن ﷛ کو وصیت فرمائی کہ بیٹا معاویہ کی امارت کو قبول کرنے سے نفرت نہ کرنا۔
- وہ معاویہ ﷛ جن کے ہاتھ پر بیعت کر کے سیدنا حسن ﷛ نے اپنے والد کی وصیت کو پورا کیا۔
- وہ معاویہ ﷛......جن کے ہاتھ پر سیدنا حسن ﷛ نے بیعت کر کے حضور کی بشارت کو عملی جامہ پہنایا۔
- وہ معاویہ ﷛ ......جن کے دور میں ترکستان افریقہ کابل قندھار وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے۔
- وہ معاویہ ﷛......جن کے دور میں لاکھوں ایکڑ زمین سیراب کرنے اور کروڑوں انسانوں کی پرورش کرنے کیلئے پورے ملک میں طویل وعریض نہروں کا جال بچھایا۔
- وہ معاویہ ﷛......جن کے دور میں پرانے قلعوں کی نئی تعمیر ہوئی اور بے شمار شہر آباد ہوئے۔
- وہ معاویہ ﷛ ......جن کے متعلق پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے زیادہ حلیم وکریم معاویہ ہے۔
- وہ معاویہ ﷛......جن کے اعمال واخلاق کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا تھا کہ یہ واقعی ھادی و مہدی ہے۔
- وہ معاویہ ﷛......جن کے گستاخوں کو عمر بن عبدالعزیز نے کوڑے مروائے تھے۔
- وہ معاویہ ﷛......جن کے متعلق ابوحنیفہ ﷛ کے شیخ امام اعمش ﷛ فرماتے تھے کہ تم معاویہ کے عدل وانصاف کو دیکھتے تو حیران رہ جاتے۔
- وہ معاویہ ﷛......جن کے حق میں ابوحنیفہ ﷛ نے فرمایا کہ وہ باغی نہ تھے بلکہ انکی لڑائی دفاعی تھی۔

احمد رضا خان بریلوی کا تاثر:

مولانا احمد رضا بریلوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے...... جو شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھونکتا ہے...... فَاِنَّهَا كَلْبٌ مِّنْ كِلَابِ النَّارِ ...... وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے...... معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والا جہنمی کتا ہے۔

شان سیدنا معاویہ عبداللہ بن مبارک کی زبانی:

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کہتے تھے...... کہ جس گھوڑے پر معاویہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر میدان جہاد میں جنگ لڑنے کے لئے گئے ہیں...... کروڑوں عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوں...... معاویہؓ کے گھوڑے کے قدموں سے جو دھول اٹھی یہ کروڑوں عمر بن عبدالعزیزؒ مل کر اس دھول کا مقابلہ نہیں کر سکتے...... کیوں؟ اس لئے عمر بن عبدالعزیزؒ کو میں رحمۃ اللہ علیہ کہوں...... آپ رحمۃ اللہ علیہ کہیں...... اور معاویہ رضی اللہ عنہ تو وہ ہے جس گھوڑے پر سوار ہوا اللہ قسم اٹھا کر کہیں...... وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً ...... فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحاً ...... فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً ...... فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً ...... محمد تیرے یار جن گھوڑوں پر سوار ہوں مجھے ان کی قسم...... ان گھوڑوں کے قدموں کے ٹاپوں کی قسم کھسکھساہٹ کی قسم...... ان سے نکلنے والی آگ کی چنگاڑیوں کی قسم...... اور ان سے اڑنے والی گرد وغبار کی قسم...... خدا معاویہ کے گھوڑوں کی قسمیں کھاتا ہے...... لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ کی قسم نہیں کھاتا...... اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق تبراء اور اس کونڈے والی رسم بد سے محفوظ رہئے...... اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

إن من البيان لسحرا (الحديث)

خطباتِ نادیم ایک نظر میں

جس کا مطالعہ یقیناً آپ کی علمی و عملی زندگی میں انقلاب لائے گا

علماء کیلیے علمی جواہر پاروں کا نایاب خزینہ ہے۔

طلباء کیلیے نکات و لطائف کا بحرِ بیکراں ہے۔

خطباء کیلیے مواعظِ حسنہ کا انمول خزانہ ہے۔

ادباء کیلیے ادبیات کا نادرِ مجموعہ ہے۔

صلحاء کیلیے زہد و تقویٰ کے رہنما اصولوں کا معدن ہے۔

اور ہر مسلمان کیلیۓ اسلامی تہذیب و تمدن کا بہترین ترجمان ہے